حسب فرمائش ایس سنت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب چوک متی لاہور

بروگن

یعنی

صوبہ بنگال کے سحر نگار جادو طراز اہل قلم بابو نباس چندر داس ایم اے بی ایل کے کماری نامی دلعزیز بنگالی ناول کا ترجمہ لطیف

از

منشی گوری شنکر لال صاحب اختر رئیس زادہ

ایڈیٹر رسالہ شیو شنبھو و مالک سرور ناولستان

حسب فرمایش

جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز تاجران کتب لاہور

رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام میاں محمد صدیق پرنٹر

دیباچہ

جس طرح برسات کے موسم میں نمی کی وجہ سے جابجا بیشمار حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح سرزمین پنجاب میں جہاں کسی نے کوئی نیا کام شروع کیا۔ بیشمار مقلد اور نقال پیدا ہو گئے چونکہ انہیں اس کام سے سوائے انکے بگاڑنے کے اور کچھ مد نظر نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنی بدلیاقتی کے ساتھ اس کام کی مٹی پلید کرنیکا اہتمام کرتے ہیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ اردو زبان میں اچھے ناولوں کا ذخیرہ نہیں ہے۔ چنانچہ چند ناولوں کے تراجم کرڈالے ان کی ہر دلعزیزی دیکھ کر یاروں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور ہمارے کام کی تقلید شروع ہو گئی۔ آتا جاتا خاک نہیں نہ ترجمہ کرنیکی قابلیت نہ زبان کے محاورات و اصطلاحات پر دسترس مگر نقل کی نقل کرنا خوب جانتے ہیں یہ حال صرف ہماری ہی کتابوں کا نہیں ہوا بلکہ اور مصنف و ایڈیٹر بھی ان حشرات الارض کی نقالی سے نالاں و تنگ ہیں ہمارا یہ خیال تنگدلی کی بنا پر نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ قابل ترین مصنفین کی تصانیف کے تراجم ملک میں رواج پائیں اور اردو زبان میں ایک گراں بہا اضافہ ہو لیکن کوئی معقول پسند شخص یہ امر گوارا نہیں کر سکتا کہ چند حریص نافہم اور نابلد اشخاص کے ہاتھ سے اردو زبان کا خاکہ اڑایا جائے اور مصنفین کے نام کو بٹہ لگایا جائے +

یہ ناول ناول میگزین کے سلسلہ کا پانچواں نمبر ہے اسکے مصنف بنگال کے سحر نگار جادو طراز اہل قلم بابو نباش چندر داس ایم۔ اے۔ بی۔ ایل ہیں جس خوبصورتی اور خوش لیاقتی کے ساتھ فاضل مصنف نے ملکی معاملات قومی خصوصیات موجودہ زمانہ کی طرز معاشرت ظاہری و باطنی جذبات انسانی کی بولتی ہوئی تصویریں کھینچی ہیں۔ اس کا اندازہ احاطہ توصیف میں نہیں آسکتا۔ شاعرانہ انداز بیان سے تو اس میں جان ڈالدی ہے ایسی تصانیف کا جمیع خوبیوں کے ساتھ ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن پھر بھی ہم جہاں تک ہو سکا استعارات اور دلکش انداز بیان کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اگرچہ اس ترجمہ میں اصل کتاب کا کچھ حصہ مصلحتاً نظر انداز کر دیا گیا ہے تاہم اس کی خوبی اور دلآویزی میں مطلق فرق نہیں آیا۔ اس لحاظ سے یہ ناول کماری کا ترجمہ نہیں بلکہ جوہر لطیف کہلانے کا مستحق ہے اس کتاب کی تعریف میں آنریبل سار واچرن متر مرحوم چیف جسٹس ہائیکورٹ کلکتہ نے کئی صفحوں کی تنقیدی تقریظ لکھی ہے جو اسکے دلچسپ اور بے نظیر ہونے کی بدیہی سند اور صریحی شہادت ہے امید ہے کہ ہمارے ناظرین بھی ہمارے ہمزبان۔ ہم خیال اور ہمنوا ہو کر اقرار کرینگے کہ یہ اپنی طرز کا لاجواب ناول ہے۔ بنگالی میں اسکا نام کماری ہے۔ بابو ناتھو رام مہتہ نے اسکے

ہندی ترجمہ کا نام پرتجھا رکھا ہے۔ ہم نے بلحاظ نفس مضمون اس کو بروگن کے نام سے نامزد کیا تاکہ ماخوذ نامی کی یکسانیت و تطابق سے پڑھنے والوں کو مزہ آجائے۔ بنگالی میں اسکے کئی ایڈیشن ہوچکے ہیں ہندی میں بھی دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اُردو میں کس قدر ہر دلعزیز اور مقبول عام ہوتا ہے۔

جس وقت سے ہم نے ناول میگزین کی ابتدا کی ہے اب تک اس سلسلے میں جو ناول نکلے وُہ نہایت ہی دلکش۔ دلچسپ اور لاجواب ثابت ہوئے ہیں۔ بالخصوص اور دو لکھائی چھپائی میں تو ان سے ایک نئے باب کا افتتاح ہؤا ہے۔ اور لوگ اس کی تقلید کرنے لگ گئے ہیں اس سلسلے کے دیگر ناول بھی نہایت شاندار ہونگے۔

گوری شنکر لال اختر

بروگن

حصّہ پہلا

پہلا باب

پہاڑ اور جھرنا

کمسن اور الھڑ عورتیں پھولوں کے گجرے پہنے۔ سر سے پاؤں تک پھولوں سے لدی ہوئیں جنگل سے باہر جا رہی تھیں۔ ان کی پیاری پیاری دلاویز باتوں اور دبی ہوئی ہنسی سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا غنچے چٹک چٹک کر اپنی مسرت اور دلکش خوشبو سے دل و دماغ مُعطر کئے دیتی ہیں۔ تمام جنگل میں ایک خود فراموشی کا عالم طاری تھا۔ کنول کی شگفتہ پنکھڑیاں شرما رہی تھیں۔ اور شیاما کا نغمہ پھیکا و بے رس معلوم ہوتا تھا۔ لہلہاتے ہوئے مرغزاروں میں جادو کی سی کشش تھی جو تیز برسات کی اُمڈی ہوئی ندی کی طرح بڑھتی چلی جا رہی تھیں +

پہاڑوں کے دلکش مناظر سے روح پر ایک شاعرانہ کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور دل و دماغ متوالے ہوئے جاتے تھے۔ ہجوم مسرت نے جذبات لطیف کا ایک سوتا سا کھول دیا تھا پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو نے سمند ناز کے لئے تازیانہ کا کام دیا۔

کمٹاری پہاڑ کالے دیو کی طرح کھڑا تھا۔ اس کے آس پاس بہت سی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔ دور سے یہ پہاڑ میگھ مالا کی طرح نظر آتا۔ برسات میں جب سفید بادلوں کے ٹکڑے اس پر چھا جاتے۔ تو دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہمالیہ کا ایک برف سے ڈھکا ہوا حصّہ ہے۔ سورج کی صاف شفاف مُنور کرنیں پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا کر ایک نہایت ہی دلفریب نیلگوں رنگ پیدا کرتی تھیں۔ اس پہاڑ کی لمبائی تقریباً تین کوس اور چوڑائی

میں محو کر دیا +

سوشیل نے کہا مَیں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ تم اس وقت کیا سوچ رہی تھیں؟

پربھا نے کہا۔ بھیّا! یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ جھرنا بغیر آرام لئے ہوئے متواتر پانی کی دھار گرایا کرتا ہے۔ میں سوچنے لگی۔ کہ کل رات کو جب میں نیند میں بے خبر تھی۔ اور بادل کی گھٹا ٹوپ تاریکی نے جب چاروں طرف تاریکی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ تو بھی اِس جھرنے سے جھر جھر کرتی ہوئی پانی کی دھار گر رہی تھی۔ اس وقت نہ کوئی دیکھتا تھا۔ نہ کوئی سنتا تھا۔ تاہم یہ یکسوئی سے اپنے کام میں مستعد تھا۔ ہم جب یہاں رہتے ہیں۔ اور نہیں رہتے۔ اس وقت بھی یہ برابر اپنے فرض میں مصروف رہتا ہے۔ جب ہم لوگوں کی پیدائش نہ ہوئی تھی۔ اس وقت بھی اس کا یہی حال تھا۔ جب ہم سفرِ زندگی ختم کر کے منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے تب بھی یہ جھر جھر پانی گراتا رہے گا۔ بہت سوچنے پر بھی میں یہ نہ معلوم کر سکی کہ اس جھرنے نے کس کس یُگ سے جھر جھر کا پاٹھ کرنا شروع کیا ہے اُس وقت سے آج تک نہ اسے آرام ملا۔ نہ یہ بیمار ہوا۔ اور نہ آیندہ اُمید کی جا سکتی ہے"۔ یہ کہتے کہتے پربھا نے ایک گہری سانس لی۔ اور چپ ہو گئی۔ سوشیل بھی جھرنے کے پانی کی دھار کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر تک دونوں چپ چاپ کھڑے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔

تھوڑی دیر بعد پربھا پھر بولی: "بھیّا! جھرنے کا یہ جھر جھر شبد سُن کر میرا دل بیتاب ہوا جاتا ہے۔۔۔۔۔ طبیعت غمگین ہوتی ہے۔ اور ایک نہایت ہی مایوسی بخش درد کلیجہ میں اُٹھتا ہے۔ دل میں بے شمار خیالات موجزن ہوتے ہیں مجھے اپنے آپ پر خود ہی نفرت ہوتی ہے سوچتی ہوں۔ کہ ہائے! ہم سب زندہ انسان کیا کر رہے ہیں؟ اور یہ بے جان جھرنا کیا کر رہا ہے؟ یہ نہ رات دیکھتا ہے۔ نہ دن۔ بغیر آرام لئے ہوئے برابر بہہ رہا ہے۔ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے؛ کوئی جانے یا نہ جانے! کوئی تعریف کرے یا مذمّت! پہاڑ کے اس گوشہ میں جہاں کسی کی نظر بھی نہیں پہنچتی۔ یہ جھر جھر کرتا ہوا ہمیشہ پانی گرایا کرتا ہے گویا اسے ذرا بھی دُکھ کا احساس نہیں یہ کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ صرف یکسوئی سے ہمیشہ پانی بہایا کرتا ہے۔ صدیاں گذر گئیں۔ مختلف سلطنتیں تہ و بالا ہوئیں۔ بے شمار انسان پیدا ہو ہو کر موت کی گود میں جا سوئے۔ مگر جھرنے کی سرگرمی میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ اس کی جھر جھر نہ بند ہوئی۔ پانی بہانے میں اس نے کبھی بھول نہیں کی۔ اس کا تو مسئلہ جوں کا توں ہے۔ دل و جان لگا کر متواتر اپنے

فرض کی تکمیل میں سرگرم ہے۔ وُہ اپنے خیالات میں جیسے پہلے ہمہ تن غرق تھا۔ اب بھی ہے
اپنی طاقت سے جیسے پہلے طاقتور تھا۔ اب بھی ویسا ہی ہے۔ اس کی آواز میں کیسی دلکشی
ہے۔ جیسے تنہائی نے تاثیر، خموشی نے سُر ملا دیں۔ اور روانی نے رُوحانیت و ویراگ کی دلکشی
بخشی ہے۔ اس گیت میں ویراگ کی لَے ہے۔ یہ دلکش نغمہ سُنتے سُنتے میری روح پر ایک
عالمِ بیخودی طاری ہو گیا۔ دل بیتاب ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس نغمۂ لطیف کی
لَے نے میرے جسم سے جان نکال لی ہے۔ ہات پاؤں میں سنسناہٹ محسوس ہو رہی ہے
اور روح کے اندر ایک ہیبت ناک ہلچل سی مچ گئی ہے۔ یہ کہتے کہتے پریما کا گلا بھر آیا۔
ذرا دیر بعد وُہ پھر بولی ...... بھیا! مجھے رونا آتا ہے۔ کہ ایک معمولی جھرنے میں تو ایسی
یکسوئی اور استقلال ہے۔ اور ہم سب جو دُنیا کی افضل ترین مخلوق کہلاتے ہیں۔ کیا
کر رہے ہیں؟ ہماری تو اس گُن کی طرف نگاہ بھی نہیں جاتی۔ پریما اس سے زیادہ اور
کچھ نہ کہہ سکی۔ اُس کی آنکھیں اس طرح آبگوں ہو گئیں۔ جیسے کنول کے پتّوں پر شبنم
نظر آتی ہے +

دُوسرا باب

مادرِ قُدرت کی گود میں

کسی شاعر نے سچ کہا ہے حسین عورت کی آنکھوں کے آنسو دیکھنے میں بہت ہی اچھے
معلوم ہوتے ہیں۔ پریمی پریتم کے فراق میں بغیر کچھ کہے سُنے ہی جو آنسو بہاتی ہے۔ وُہ پریتم
کی نظروں میں بہت ہی خوبصورت اور دلکش نظر آتے ہیں اور حسین عورت دوسروں کے
دُکھ میں افسردہ خاطر و مغموم ہو کر جو آنسو بہاتی ہے وُہ آسمانی حُسن سے مُنور ہوتے
ہیں +

اس حُسن و زیبائش سے کہ جسے دیکھنے کے لئے دیوتاؤں کی آنکھیں بھی ترستی ہیں مگر جو حسین
عورت اس عارضی۔ انسانی زندگی کی ناپائداری اور روح کی لافانیت اپنے خاطر نشین کر کے
روحانیت حاصل کرنے کے لئے پریشان ہوتی ہے۔ اور اپنی کمزوری و ضعف سمجھ کر حسرت آمیز
نظروں سے اُوپر کی طرف دیکھتی ہے اس کے آنسوؤں سے تر آنکھوں سے تو شاید دنیا میں

نفاست اور پاکیزگی محسوس ہوتی تھی +

"ایک معمولی جھرنے میں ایسی یکسوئی اور ایسا استقلال۔ اور ہم سب جو دنیا کے افضل ترین مخلوق کہلاتے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں۔ ہماری تو اس گُن کی طرف نگاہ بھی جاتی نہیں"۔ پربھاکر کے ان حسرت آمیز الفاظ سے سوشیل کے سوئے ہوئے جذبات میں ایک گرم ہلچل مچا دی یکایک درختوں کے پتّوں میں ایک کپکپی محسوس ہوئی گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے۔ ہائے ہائے!! ہم کیا کر رہے ہو؟ اور بازگشت بھی کچھ دور تک ہائے ہائے" کرنے لگی چھوٹے چھوٹے شیریں نوا پرندوں کی ایک جماعت لمبی سانس چھوڑ کر درختوں کی شاخوں پر سے اُڑ گئی۔ پربھاکر کے ایک ایک لفظ نے سوشیل کے دل میں حسرت بپا کر دی عضو عضو میں جذبۂ درد سرایت کر گیا۔ تھوڑی دیر میں یکایک اس کی نظر جھرنے پر جا پڑی۔ اُس نے دیکھا۔ فی الحقیقت جھرنا اپنے فرض میں سرگرمی اور مستعدی سے مصروف ہے۔ وہ بالکل مغموم و ملول نہیں۔ معمولی طاقت اور معمولی استقلال سے وہ برابر پانی کی دھار بہا رہا ہے۔ اُس نے سوچا واقعی جھرنا کرم کی زندگی کا آدرش ہے۔ اُس نے کہا۔ پربھاکر! یہ برہمانڈ قدرت یا ایشور کی رچنا ہے۔ چاند تارے سورج یہ سب اُسی کی عظمت کا راگ زبانِ حال سے گا رہے ہیں۔ ہم سب کوتہ اندیش انسان ہیں مایا موہ میں اُلجھ کر اور دنیا کے شور و شر میں پڑ کر بہرے ہو گئے ہیں اس لئے وہ روحانی نغمے جن میں زندگی کے بہتر بنانے کا سامان موجود ہے۔ نہیں سن سکتے مگر جب ہم دنیا کے اس شور و شر سے علیحدہ ہو کر مادرِ قدرت کی گود میں آ کر کھیلتے ہیں تو اُن جان نواز نغموں میں روحانی طراوت کا احساس ہوتا ہے۔ اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اصلی راستے سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ پربھاکر! یہ جھرنا اپنے پرسرور مگر حقیقی نغموں سے آج ہمیں اصلی راستہ کا پتہ دے رہا ہے۔ جو جھرنا ہمیں آج سچا رہبر بن کر ہمیں مشعلِ طریقت دکھا رہا ہے۔ وہ مادرِ قدرت کا ایک معمولی خادم ہے۔ نہیں۔ نہیں اسے معمولی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی چیز معمولی نہیں قدرت کا ایک بچہ اپنی توتلی زبان سے جو سبق ہمیں دے جاتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مستند کتابوں کے مطالعہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا +

یہ کہتے کہتے سوشیل نے ایک گہرا مگر حسرت آمیز سانس لیا۔ اور دونوں پہاڑ پر چڑھنے لگے پہاڑ کا نظارہ نہایت ہی دلفریب۔ دلکش اور روح فزا تھا۔ گھنی گھنی ہریالی۔ پانی کی صاف شفاف بلوری چادر۔ ٹھنڈی ٹھنڈی روح افزا ہوا۔ درختوں پر پرندخوش نوا کے

مُسریلے نغمے اشتیاق میں ڈوبے ہوئے ننھے جنگلی پھولوں کی دلکشی۔ سہاونی اور عنبر بیز مہک جنگلی بیل بوٹوں کے بناؤ سنوار سے قدرت پر ایک جوبن برس رہا تھا۔ دلوں میں اشتیاق و آرزوؤں کا ایک طوفان سا برپا ہو رہا تھا۔ پہاڑوں سے چھوٹی چھوٹی ندیاں نکل کر اجگر کی طرح بل کھاتی ہوئیں لہریں مار رہی تھیں۔ اوپر سے نیچے کی سُرخ سنگریزوں سے بچھی ہوئی سڑک ایسی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کسی مہ جبین کی دُلہن کی مانگ میں سیندور کے سُرخ ڈورے۔ سڑک پر چلتے ہوئے مسافر اوپر سے بچوں کے کھلونوں کی طرح چھوٹے چھوٹے نظر آتے تھے۔ یہ نظارہ دیکھکر بیتیا کو ہنسی آگئی

بیتیا نے ہنستے ہنستے کہا۔ انسان حسن دولت علم و عقل کے غرور سے دُوسرے شخصوں کو کیسی حقارت آمیز نظروں سے دیکھتا ہے اور کس قدر ظلم کرتا ہے مگر دیکھو انسان کی صورتیں یہاں سے کیسی نظر آ رہی ہیں۔ کیڑوں میں اور انسانوں میں فرق ہی کیا ہے؟ دُور سے یہ بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ بھیّا! آج میں ان نکتوں پر جس قدر غور کرتی ہوں۔ اُسی قدر مجھے ہنسی آتی ہے۔ بھیّا! میں چاہتی ہوں کہ انسان ایک مرتبہ آکر یہاں سے اپنی حالت دیکھیں تو یقیناً اُن کے تمام نشے کافور ہو جائیں۔

سوشیل نے کہا۔ تم سچ کہتی ہو۔ ٹھیک ایسے ہی خیالات ایک دن میرے دل میں بھی اُٹھے تھے۔ اُس رات کی بات میں اب تک نہیں بھُولا میں نے رات کو خواب میں دیکھا تھا۔ کہ یہ پہاڑ صاف و شفاف چاندنی میں نکھرا ہوا ایک عجیب و غریب دلکشی پیدا کر رہا ہے طبیعت اس نظارہ سے بہت محظوظ ہوئی۔ میں رفتہ رفتہ اُوپر چڑھنے لگا۔ اور ایک چوٹی پر جا پہنچا۔ میں نے وہاں سے زمین کی جو حالت دیکھی۔ اُسے میں بیان نہیں کر سکتا اس بلند و مرتفع چوٹی سے زمین کی کوئی چیز صاف نہ نظر آتی تھی جو کچھ دکھا دیتا تھا۔ وہ سب چاند کی مُنوّر روشنی میں خواب کی چلتی پھرتی تصویروں کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ وہاں سے میں جس طرف نظر ڈالتا تھا۔ اُسی طرف صاف شفاف چاندنی لہراتی ہوئی دکھائی دیتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں اس دنیا کے شور و شر سے کسی خاموش و پُر سکون روحانی دُنیا میں آ پہنچا ہوں۔ گویا یہ پہاڑ کی چوٹی دیوتاؤں کا مسکن ہے۔ اور ہم گوشت پوست اور خون کے پُتلے ہیں۔ اسی لئے ہمیں یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے اس دلفزا اور طرب خیز خوشگوار چاندنی میں یہ پہاڑ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہنس رہا ہے کہ زندگیوں کو دیکھ کر یہاں سے

دیوتا یکایک بول چال بند کر کے نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اور چاروں طرف سے ہمارے اُوپر غصّہ کا اظہار کرنے کے لئے بھویں چڑھائے ہوئے ہیں میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حاکم کے رُوبرو جس طرح مُلزم کی حالت ہوتی ہے۔ وہی حالت میری بھی ہوئی۔ میں اپنے آپ پر لعنت و نفرین بھیجنے لگا۔ عین اسی وقت ایک بادل کے ٹکڑے نے اگر چاند کو رُوپوش کر دیا۔ دَم کے دَم میں آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں۔ مجھے خوف معلوم ہوا مگر میں نے سوچا۔ میں مادرِ قُدرت کی محبت بھری گود میں ہُوں۔ یہاں کس کا خوف ؟ اسی حیص بیص میں آنکھ کھل گئی۔ دیکھا۔ آسمان پر چاند نکلا ہُوا ہے اور زمین چاندنی کی ساڑی پہن کر ہنس رہی ہے۔ آسمان پر نظر ڈالی۔ تو بے شمار تاروں کے چراغ روشن تھے۔ دل میں خیال آیا۔ یہ بے شمار تارے کیا ہیں؟ سُنا ہے۔ ان ستاروں کی لمبائی زمین سے کہیں زیادہ ہے۔ کیا ان کی بابت کچھ پتہ چل سکتا ہے؟ فی الحقیقت اس کا انت نہیں ٭

تیسرا باب
پہاڑ کے نیچے

سوشیل اور پربھا پہاڑ سے نیچے اُترے اور جھرنے کے پاس پہنچ گئے جھرنے کو دیکھتے ہی پربھا کے چہرے پر مُسرت کی جھلک نمایاں ہو گئی۔ اُس کے پاس جا کر اُس نے کہا۔ پیارے جھرنے آج میں تمہارا جنم ستھان دیکھ آئی۔ اور یہ بھی سمجھ گئی کہ تمہارے اس جھر جھر کا کیا مطلب ہے۔ آج مجھے تم نے جو تعلیم دی ہے۔ میں اُسے تازیست نہ بھُولوں گی۔ یہ کہہ کر پربھا جھرنے کے کنارے بیٹھ گئی ٭

دوپہر ہو چکی تھی۔ آفتاب ٹھیک سر پر آ پہنچا تھا۔ تمازتِ آفتاب سے زمین جھُلسی جاتی تھی۔ پرند پتّوں کی آڑ میں چھُپ رہے تھے۔ تُند و پُر شور ہوائیں شعلہ زن آگ کی طرح شرارے برسا رہی تھیں۔ جھرنے اور سایہ افگن ڈالیوں کی طرف نگاہیں دوڑ رہی تھیں یہ حالت دیکھ کر سوشیل کمار نے واپسی کا ارادہ کیا۔ اور تھوڑی دیر میں گھر پر جا پہنچے ٭ گھر پہنچ کر سوشیل کمار نے دیکھا کہ اُن کی بوڑھی دائی امرت کور سے بیتاب ہو رہی

ہے۔ کہ ابھی تک دونوں نہیں آئے۔ بوڑھا نوکر رام چندر ان کو تلاش کرنے کے لئے کہیں گیا ہوا تھا۔ دائی سوشیل اور پریتھا کو دیکھ زور سے مسرت کی چیخ مار کر رونے لگی۔ اور محبت آمیز بناوٹی غصہ دکھا کر کہنے لگی۔ آج علی الصباح اُٹھ کر تم دونوں کہاں چلے گئے تھے۔ جنگل اور پہاڑوں میں گھومنے کی تمہاری عادت پڑھ گئی ہے میں نے کتنی دفعہ کہا کہ وہاں خوفناک جانور رہتے ہیں۔ مگر میری کون سنتا ہے؟ تمہیں آنے میں دیر ہوئی اس لئے میں نے رام چندر کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ کیا وہ تمہیں نہیں ملا۔ ہائے! دیکھو تو پریتھا کا منہ کیسا خشک ہو گیا ہے۔ سوشیل کو کچھ بھی سمجھ نہیں۔ اسے پھول جیسی لڑکی کو لیکر جنگل و پہاڑوں میں بھٹکتا پھرتا ہے +

سوشیل نے یہ لعنت ملامت کی باتیں سُن کر پریتھا کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ سچ مچ اُس کا چہرہ اوداس اور خشک تھا۔ کان اُس سے ہم آغوش تھی اور چہرے سے اپنی ہم آغوشی کا پتہ دے رہی تھی۔ یہ دیکھ کر سوشیل بہت شرمندہ ہوا۔ پریتھا بھائی کے دلی جذبات تاڑ گئی۔ مسکراتے ہوئے بولی ...... بھیا! میں تھک تو ضرور گئی ہوں۔ مگر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ آپ کھانا کھائیں۔ میں ذرا آرام کروں گی۔ ماں! مجھے پینے کیلئے تھوڑا سا پانی لادے"

اسی وقت رام چندر آ پہنچا۔ وہ بھی ان دونوں کو لعنت ملامت کئے بغیر نہ رہ سکا۔ سوشیل کمار کھانا کھانے گئے۔ پریتھا پانی پی کر گھر سے ملے ہوئے باغیچہ میں چلی گئی۔ وہاں پہنچتے ہی اُس کے کانوں میں بنسی کی دھن کی طرح ایک نہایت ہی سُریلا راگ سُنائی دیا۔ اس آواز میں جذبہ و درد کی طاقت مضمر تھی ذرا آگے بڑھ کر اُس نے دیکھا کہ مینا اور آسبا دونوں سکھیاں اپنے بالوں میں پھولوں کے ہار لپیٹے ہوئے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھی ہیں اور مُنہ ملا کر حسرت آمیز لہجہ مگر دلکش انداز سے گیت گا رہی ہیں۔ آنکھوں میں انتظار اور اشتیاق کی جھلک نمایاں تھی۔ دل میں انتظار تھا۔ مگر حسرت ناک۔ پریتھا چپ چاپ پیچھے کھڑی ہو کر سُننے لگی +

"ہم کو چھوڑ چلے پت چور جاؤ جاؤ گے کس اور"

گیت سُن کر پریتھا کو ہنسی آ گئی۔ وہ یکا یک بول اُٹھی۔ تم دونوں کی تو ابھی تک شادی ہی نہیں ہوئیں۔ پھر تمہیں چھوڑ کر کون کہاں چلا گیا؟

مینا اور آسبا دونوں کی دونوں پریتھا کو دیکھ کر شرما گئیں۔ پریتھا نے کہا۔ تم گا رہی

تھیں۔ گاؤ شرماتی کیوں ہو؟ آج ہرنوں کو کچھ کھلایا پلایا ہے۔ یا نہیں؟

مینا نے کہا۔ کیوں نہ کھلاتی پلاتی؟ وہ دیکھو سب کھا پی کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج تم کہاں گئی تھیں؟ وہ آج تو تمہارے لئے بہت ہی روتی تھی +

پربھتا نے کہا۔ تم سب پہاڑ پر جایا کرتی ہو۔ اس لئے آج میں بھی بھائی کے ساتھ پہاڑ پر گئی تھی۔ مگر تم نہ معلوم کیوں کر چڑھتی ہو۔ میرے پاؤں تو آج اٹھائے نہیں اٹھتے اور میں تھک کر چور چور ہو رہی ہوں +

مینا اور اسپا دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ کچھ دیر بعد مینا نے کہا۔ بہن! تم بڑے گھر کی بیٹی ہو۔ پہاڑ پر چڑھنا تمہارا کام نہیں ہے۔ ہمارا تو پہاڑ ہی گھر ہے۔ پھر کہو بھلا ہم کیوں نہ چڑھ سکیں گی؟

پربھتا نے آرزومندانہ لہجہ میں کہا۔ مینا! ابھی تم جو گیت گاتی تھیں۔ اسے ایک مرتبہ پھر تو گاؤ۔ میں بھی تو جانوں۔ کہ تمہیں چھوڑ کر کون چلا گیا؟ دونوں پھر کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ بیلے کے درخت میں جو غنچے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے شرم سے گردن جھکا لی۔ ذرا دیر بعد اسپا نے کہا۔ مینا کا شوہر.........

پربھتا نے تعجب خیز لہجے میں کہا۔ کیا مینا کا شوہر ہے؟ کیا اب مینا کی شادی نہ ہوگی؟ ابھی تو شادی ہی نہیں ہوئی۔ پھر مینا کا شوہر اسے چھوڑ گیا؟

اسپا نے ہنستے ہنستے کہا۔ اس کے چھوڑ کر چلے جانے سے مینا کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اسی لئے مینا گیت گاتی تھی +

مینا نے اسپا سے محبت کی چٹکی لے کر پربھتا سے کہا۔ نہیں بائی۔ نہیں! یہ جھوٹ بولتی ہیں۔ وہ تو ہمارا ایک گیت ہے۔ ہم اسے یوں ہی گایا کرتی ہیں +

عین اسی وقت جنگل سے ایک بانسری کی دل کو چھیدنے والی تان سنائی دی۔ اسے سن کر مینا اور اسپا کا دل اسی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسپا نے ہنس کر کہا۔ جی جی بائی! وہ سنو۔ یہ مینا کا شوہر مینا کو اشاروں اشاروں میں بلا رہا ہے یہ لوکہ جب تک مینا نہ برداشت کر سکی۔ نادمی غصہ سے اسپا کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا اور نہ معلوم کیا کیا کہا۔ اسپا کھکھلا کر ہنستی ہوئی بھاگ گئی +

چوتھا باب

باغیچہ

پرتھا کا باغیچہ چاروں طرف سے ایک بلندی پر فصیل سے گھرا ہوا تھا۔ مگر کنارے کنارے بہت سے چھوٹے بڑے درخت لگے ہوئے تھے جن میں سے بہت سے درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک پھولوں کا مختصر سا کنج تھا۔ گلاب خوب پھولا ہوا تھا۔ ہری ہری پتیوں میں گلاب کے سرخ سرخ خوشنما پھول دور سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کسی نے سبز مخمل میں سرخ تارے ٹانک دئیے ہیں۔ چمپا کے پھول علیحدہ اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ باغیچہ میں مختلف رنگ برنگ کے پھول روپ بھر کر اپنی اداؤں کے کرشمے دکھا رہے تھے۔ ہوا کے جھونکوں سے درختوں کی پتلی پتلی شاخیں لہرا کر گیت گا رہی تھیں اور خوشنوا پرند اس پر جھولے جھول رہے تھے کنج کے وسط میں اینٹوں کا ایک خوبصورت سا چبوترہ تھا۔ جس پر بہت سے گملے رکھے ہوئے تھے۔ کیتکی اُن میں بڑی آن بان سے پھولی ہوئی تھی۔ خوشنما بیلیں زلف چلیپا کی طرح لپٹی ہوئیں کلیلیں کر رہی تھیں ⁂

اسپا اور بینا اس باغ کی رکھوالی کرتی تھیں۔ باغیچہ کے پودوں کا کثیر حصہ پرتھا نے خود اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ اسپا اور بینا کو یہ کام خود پرتھا نے سکھایا تھا۔ پرتھا [illegible] گئیں اسپا اور بینا ہی کانٹ چھانٹ کرتی تھیں۔

باغیچہ [illegible] سی ہرن شالا بھی بنی ہوئی تھی۔ پرتھا نے اس میں بہت سے ہرن پال رکھے تھے۔ اسپا اور [illegible] ایک [illegible] پرتھا ہرن شالا میں گئی چھوٹے چھوٹے بچے اُس کی گود میں کلیلیں کرنے لگے۔ پرتھا سب کو پیار کرکے ایک بچے کو گود میں لے کر چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر دوسرا بچہ بھی اُس کی الفت بھری گود میں چڑھنے کے لئے مچلنے لگا۔ پرتھا سمجھ گئی۔ اور اُسے بھی گود میں اُٹھا کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر پیار کرنے لگی ⁂

اسی وقت باغیچہ [illegible] جنگلی بلاؤ کو پکڑنے کے لئے [illegible] سے بھونکتا ہوا

اس کا خوفناک شور سنتے ہی ہرن کے بچے پرتبھا کی گود سے کود کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی ماں کی گود میں جا کر دم لیا۔ اُن کی یہ لیلا دیکھ کر پرتبھا اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکی۔ وہ ہنستے ہنستے اُٹھی۔ اور فوراً ہی اُن کے پاس جا کر حقارت آمیز لہجہ میں بولی:- "چاند، سورج! تم بڑے ہی لائق ہو۔ ذرا سا خوف معلوم ہوا۔ اور ماں کے پاس بھاگ آتے ہو۔ کیا میری گود میں بھی تمہیں خوف معلوم ہوتا ہے؟ کیا تمہاری ماں مجھ سے بھی زیادہ تمہاری حفاظت کر سکتی ہے؟ اچھا اب، تم اپنی ماں کے پاس رہو۔ اب میں تمہیں کبھی گود میں نہ لونگی۔ اور نہ پیار کرونگی" یہ کہکر پرتبھا مُسکراتی ہوئی لوٹ پڑی۔ اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے بازوؤں سے انہیں لپٹا کر پیار کرنے لگی۔ بچوں نے پیار سے پرتبھا کی چھاتی پر اپنا سر رکھدیا اور اس کی طرف محبت آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ پرتبھا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اُن کا مُنہ چُوم کر کہنے لگی "دیکھو اب تم کبھی میری گود سے نہ بھاگنا۔ کیوں؟ میری بات مانوگے؟ میں بھی تمہاری ماں ہوں۔ تمہاری ماں تو تمہیں دو دن بعد بھول جائے گی۔ مگر میں نہ بھولوں گی۔ یہ کہکر پرتبھا اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرنے لگی۔ سچ ہے۔ محبت روحانی نعمت ہے۔ یہ زندگی کی سب سے اوّل ترین برکت ہے۔

یکایک کسی نے پیچھے سے کہا۔"...ری ہرنوں کی ماں! کیا تمہیں اپنے ان پیارے ہرنوں کو پیار کرنے کا اور کوئی وقت نہ ملے گا؟ دیکھتی نہیں کہ کتنا وقت ہو گیا ہے! کھانا پینا سب بھول گئی۔ ذرا دیکھو تو سہی! جب سے تم یہاں آئی ہو۔ تب سے تمہاری صورت کیسی ہو گئی ہے۔ نہ کھانے کی فکر۔ نہ نہانے کی پروا۔ اگر یہی حال رہا۔ تمہارے جسم کی کیا حالت ہوگی؟"

پرتبھا نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو ...... کھڑی تھی۔ ... نے لجاجت آمیز لہجہ میں بولی:- دائی ماں! اس قدر ناراض کیوں ہوتی ہو؟ میں ابھی چلتی ہوں۔ آج مجھے کھانے کی خواہش نہیں تھی۔ اس لئے اب تک نہیں کھایا۔

"... خواہش کیوں نہیں ہے؟ کیا ہوا؟"

"آج میری طبیعت اچھی نہیں ہے!"

یہ سنتے ہی دائی گھبرا گئی "طبیعت اچھی نہیں! تمہیں کیا ہوا؟ بیٹی! بخار تو نہیں آ گیا" اس قسم کے سوالات کرتے کرتے اس کا مُنہ خشک ہو گیا۔

پرتبھا نے کہا "نہیں مجھے بخار نہیں۔ صرف ہاتھ پاؤں میں میٹھا میٹھا درد ہوتا ہے۔

اور کسی قدر سردی معلوم ہوتی ہے"

دائی کی آنکھوں میں آنسو آگئے روتے روتے بھرّائی ہوئی آواز سے بولی روز ہزاروں آدمی مرجاتے ہیں۔ نہ معلوم مجھ بدنصیب کو کیوں موت نہیں آتی میری تمام عمر تمہاری ہی فکر میں گذری۔ مگر تم دونوں میری نہیں سُنتے جو جی میں آتا ہے۔ وہی کرتے ہو۔ وُہ تو اس دُنیا سے چلے گئے۔ اور تمام جھگڑوں سے چھٹی پاگئے۔ مجھے رونے بلکنے کے لئے اس خرابہ میں چھوڑ گئے ہائے ایشور! کیا میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اتنا کہتے کہتے دائی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوؤں گرما گرم بوندیں نکلنے لگیں ◆

جیسے مینہ برسنے کے بعد گلاب کے پودوں سے پانی کی بوندیں ٹپکتی ہیں اسی طرح پرتبھا کے گلابی رخساروں سے آنسو بہتے ہوئے دامن پر آنے لگے۔ اس نے روتے روتے کہا۔ دائی امّاں! روتی کیوں ہو؟ پہاڑ پر چڑھنے کی وجہ سے ہی میرے ہاتھ پاؤں دُکھنے لگے ہیں تکان میں سب کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کھانا کھانے کو طبیعت نہیں چاہتی اسی وجہ سے نہیں کھایا اس کے لئے تم بے فائدہ ہی رنج کرتی ہو ◆

روؤں نہیں۔ تو کیا کروں؟ مُعزز شریف گھرانوں کی سیانی لڑکیوں کا کیا پہاڑ پر چڑھنا اچھا ہے؟ کیا تم نہیں جانتیں؟ کہ پہاڑ پر کتنے [illegible] ہیں؟ خبر نہیں کب کیا ہو؟ کسی بات کا کچھ ٹھکانا ہے؟ تم تو کچھ بھی نہیں مانتی ہو۔ جیسا ششیل ویسی ہی تم۔ اب اگر [illegible] نیچا ہوگیا۔ تو معلوم پڑے گا!!

پرتبھا نے ہنس کر کہا۔ دائی ماں! تم اس کی قطعی فکر نہ کرو۔ مجھے کچھ نہ ہوگا۔ جاؤ تم کھانا کھاؤ۔ میں اوپر جاکر سو جاتی ہوں۔ یہ کہہ کر پرتبھا اوپر کے کمرے میں چلی گئی۔ دائی آپ ہی آپ گھبراتی ہوئی کہیں اور چلی گئی ◆

پانچواں باب

پرتبھا کا کمرہ

پرتبھا اوپر کمرے میں گئی۔ اور پلنگ پر جاکر بیٹھ گئی۔ کمرے [illegible] کی طرف کی [illegible]

کھلی ہوئی تھی۔ کھڑکی کے راستہ سے باہر کی طرف دیکھتے دیکھتے اُس کی نظر کمل دَہ پر جا پڑی۔ پہاڑ کے سب سے نچلے حصّہ میں جو ایک لمبا چوڑا تالاب تھا۔ اسی کا نام کمل دَہ تھا۔ پہاڑ کے پچھلے حصّے سے جو بارش کا پانی بہہ کر آتا تھا۔ وُہ اسی تالاب میں اکٹھا ہوتا تھا جب یہ اچھی طرح بھر جاتا تھا۔ تو ایک نالی کے ذریعہ باہر ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ نالا بھی چھوٹی ندی کی طرح بڑھ گیا۔ اس ندی کا نام تالاب کی وجہ سے "کملا" پڑ گیا۔ "کملا" سال کے آٹھ مہینوں میں اب بھی خشک رہتی ہے۔ مگر موسم برسات میں اُس کی دھار بہت تیزی سے بہتی ہے۔ اس کے جوش شباب کو تیز ہوا کے فرّاٹے اور بھی اُبھار دیتے ہیں لہروں کے سنّاٹے کے سوا اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی۔

پربھا کی نظریں کمل دہ پر تھیں گو تالاب برسات کے پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ تاہم اس کے پانی میں اب بھی کہیں کہیں نیلے پن اور سفیدی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اُس صاف شفاف پانی پر کمل کے پتوں نے ایک سبز رنگ کی دلفریب چادر بچھا دی تھی بادل مست ہو ہو کر اس پر موتی نثار کر رہے تھے۔ ہوائے جان بخش مستانہ وار درختوں اور پتوں پر خوش خرام تھی۔ کمل کے سُرخ و سفید پھول ایک عجیب و غریب نظارہ کا سماں دکھا رہے تھے۔ درخت کے پتے فرطِ مسرّت سے تالیاں بجا رہے تھے۔ اور نسیم رُوح فزا مسرّت سے بتا رہی تھی کنول کے سُرخ خوشنما پھول آفتاب کی کرنوں سے منعکس اور منوّر ہو کر اس مسرّت سے جھونکے لیتے تھے۔ جیسے کسی پاک نفس کا دل سوزِ معرفت سے وجد میں جھوم رہا ہو۔ پربھا نے یہ منظر نظّارے دیکھ کر سوچا۔ واقعی یہ کملا دیوی کا مسکن ہے ٭

کمل دہ کی یہ خوبصورتی دیکھ کر وہ اُس پر مفتوں ہو کر یہ کہنے لگی۔ واہ! کیسی عجیب تو عجیب ہے مادرِ قدرت نے گویا اس کنج خلوت میں اپنی تمام خوبصورتی نہایت ہی فراخدلی سے آراستہ کر دی ہے۔ پہاڑ۔ جھرنا۔ جنگل۔ ہرے بھرے کھیت۔ کمل بن۔ تالاب غرض جہاں نظر جاتی ہے۔ وہاں ہی ایک دلفریبی کا پورا پورا سامان موجود ہے۔ اور کلکتہ میں کیا ہے؟ وہی شور و شر اور بے شمار آدمیوں کا مجمع۔ ٹھیک ہے۔ کہاں انسان کی صنعت۔ اور کہاں مادرِ قدرت کی کاریگری! انسان قدرت کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ بھائی نے سچ کہا تھا کہ مادرِ قدرت کی گود میں بیٹھ کر جو فرحت اور دلکش سبق انسان کو ملتے ہیں۔ وہ اور کہیں نہیں۔ قدرت ایک دلکش۔ پُر اثر اور سبق آموز کتاب ہے۔ جس کے صفحہ صفحہ میں دلبستگی کا سامان موجود ہے

اس کے مطالعہ سے ایک بار تو مُردہ دلوں میں بھی زندگی کی خوشگوار اور لطیف لہر دوڑ جاتی ہے
والد مرحُوم اسی رُوح افزا اور فرحت بخش مقام میں اپنی زندگی کا زیادہ تر حصّہ بسر کر گئے
ہیں۔ اور بھائی کو بھی زمینداری کی دیکھ بھال کے لئے یہاں رہنا ضروری ہے۔ مگر میں ہائے
میں! کہاں جاؤنگی؟ میں یہاں سے اُس جڑ کی طرح اکھاڑ کر پھینک دی جاؤنگی۔ جو اس کر
زمین کے ناقابل ہوتی ہے۔ وہاں کیا میں زندہ ہونگی؟ وہ جگہ کیا میری فطرت کے مطابق ہوگی
تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے کلکتہ میں رہتے رہتے تو میرا ناکوں میں دم آگیا ہے۔ جب میں
وہاں رہتی ہوں۔ تو بیسیوں مرتبہ کماری پہاڑ کو یاد کرتی ہُوں۔ ہرنوں کی فکر میں مجھے رات
رات نیند نہیں آتی۔ وہاں کیسی بے چینی اور شور و شر کی زندگی رہتی ہے بھیّا کی تعلیم جب تک
ختم نہ ہوگی۔ تب تک وُہ مجھے وہاں رہنے کے لئے اصرار کرینگے۔ مگر میں اب نہ رہوں گی۔ یہاں
ہی رہوں گی۔ مگر کیا میں ہمیشہ یہاں رہ سکوں گی؟ آہ! یہاں ہی میرے خیالات میں ایک
خوشگوار تبدیلی آئی ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں مجھے مادرِ قدرت نے بشارت دی ہے۔
اس کا ایک ایک پودا اس نعمت بیکراں کا یادگار ہے۔ شہروں کی تنگ و تار زندگی میں کیا
آزادانہ زندگی بسر کرنے والی اور درختوں کی بلندیوں پر چہکنے والی سُنیا ماں کبھی خوش رہ
سکتی ہے۔ یہ خیال آتے ہی پربھا کے چہرے کی وُہ مُسرّت پژمُردگی کے پردے میں چھُپ گئی۔
دل میں جذبات اور احساسات کا ایک نیا بے چین کرنے والا خیال پیدا ہُوا۔ حسرت ناک
آرزوؤں اور بے چینیوں نے دل میں حسرت و درد کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ دریائے فکر
میں آرزوؤں اور حسرتوں کی کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ اُس کے کھلے ہوئے کمل پھُول کی سی
خوبصُورت آنکھیں جو تھوڑی دیر پہلے سرور اور نشاط کا خزانہ تھیں۔ اب حسرت و درد کی
بعینہٖ تصویر معلوم ہوتی تھیں۔ جسم کے رگ رگ میں ان حسرت ناک خیالات کے ایک درد
پیدا کر دیا۔ اور ذرا دیر میں آنکھ لگ گئی +

چھٹا باب

خواب

تکان کی وجہ سے پریتھا کو بخار آگیا۔ سر میں شدت سے درد ہونے کے باعث زیادہ
دیر تک نیند بھی اُسے اپنے آغوش میں نہ رکھ سکی۔ مختلف قسم کے خواب دکھائی دینے لگے۔
سوتے سوتے اُسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ چاندنی چٹکی ہوئی ہے۔ خوش رنگ پھول دامن کہسار میں
متوالوں کی طرح جھوم رہے ہیں۔ پہاڑ چاندنی کی صاف شفاف سفید چادر اوڑھے ہوئے ہے
ندی نالوں میں دودھ کی دھاریں بہہ رہی ہیں چاند کی صاف شفاف طراوت بخش خوشگوار
شعاعیں مستانہ وار پانی میں تھرک رہی تھیں اور تارے مسکرا رہے ہیں۔ وہ میں کماری
پہاڑ پر چڑھ کر اس دلفریب نظارہ کی بہار دل کھول کر لوٹ رہی ہوں۔ مگر اس موقع پر سوشیل
اُس کے پاس نہیں ہیں۔ اُن کی بجائے ایک دوسرا نوجوان ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ پریتھا
اُسے پہچانتی ہے۔ وہ اس کا ہات پکڑے ہوئے آہستہ آہستہ پہاڑ پر چڑھ رہا ہے۔ مگر پریتھا
اُس نوجوان کے ہات میں اپنا ہاتھ نہیں دینا چاہتی۔ نوجوان تاڑ گیا۔ اور زور سے اُس نے اُس
کا ہات پکڑ لیا۔ پریتھا سوشیل کمار کے ساتھ پہاڑ پر چڑھنے میں جو حظ محسوس کرتی تھی۔ اس
نوجوان کے ساتھ اُسے وہ راحت و خوشی نہیں ملتی۔ اُسے تکلیف ہونے لگی۔ اُس نے یکایک
زور کرکے اپنا ہات چھڑا لیا۔ اور کہا راجکمار! میرا ہات مت پکڑو۔ تم آگے آگے چلو۔ میں پیچھے
پیچھے چلی آؤنگی راجکمار پریتھا کے اس سلوک سے دل ہی دل میں کسی قدر افسردہ خاطر ہوا حسرت
آمیز لہجے میں بولا۔ کیوں پریتھا! کیا میں تمہارا ہات پکڑنے کے قابل نہیں ہوں +

پریتھا نے اُس کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ شرم و حیا نے زبان بند کر دی۔ راجکمار
نے آرزو مندانہ نگاہیں پریتھا کے چہرے پر ڈال کر کہا۔ پریتھا! میں اپنے سوال کا جواب
چاہتا ہوں۔ راجکمار کی حسرت آمیز تقریر سُن کر پریتھا کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے
اُس نے رقت بھری نظروں سے راجکمار کی طرف دیکھا۔ مگر یہ دیکھ کر اُس کا خون خشک ہو گیا۔ کہ
راجکمار کا چہرہ غصّہ سے تمتما رہا ہے۔ خوف نے زبان بند کر دی اور مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا

بڑی مشکل ہے۔ پرتبھا حجت آمیز لہجے میں بولی۔ تم ڈراتے کیوں ہو؟ راجکمار نے ہنس کر کہا۔ مجھے اپنا ہاتھ نہیں پکڑنے دیتیں۔ یونہی راج رانی ہونا چاہتی ہوں۔ اس سادگی اور بھولے پن کا کچھ ٹھکانا ہے؟ پرتبھا نے منکسرانہ انداز سے کہا۔ راجکمار! میں مدعی نہیں ہوں۔ مگر تم میرا ہاتھ نہ پکڑو۔ میں اب پہاڑ پر چڑھنا نہیں چاہتی۔ مجھے گھر پہنچا دو۔ راجکمار نے پھر ہنس کر کہا۔ کیوں! یہ پہاڑ تو تمہیں بہت پیارا ہے؟ پھر اسے چھوڑ کر گھر کیوں جانا چاہتی ہو؟ یہیں رہو نا! یہ کہہ کر راجکمار نظروں سے غائب ہو گیا یکایک روشنی کی جگہ ہیبت ناک تاریکی نے لے لی کالے کالے بادل اس طرح منڈلانے لگے۔ گویا کاجل کے پہاڑ اڑے جا رہے تھے۔ پرتبھا کی حالت نہ پوچھو۔ وہ اس ملاح کی طرح ہو گئی۔ جو بغیر بادبان و کشتی کے دریا کی پرجوش روانی میں اپنے آپ کو ڈال دے۔ [illegible] گھٹا ٹوپ چادر پھیلا دی تھی۔ اور پہاڑ کی چوٹی کا نیچے کا پہاڑ سے جدا ہو کر مع پرتبھا کے آسمان میں اُس طائر کی طرح اُڑنے لگی۔ جس کے پر و بال شکاری کے تیر سے پہلے ہی زخمی ہو چکے ہیں۔ اتنے میں بڑے زور کی آندھی آئی۔ اور پہاڑ کی چوٹی مع پرتبھا کے گرنے لگی۔ جیسے آفتاب کی بجلی کی کرنوں سے یکایک بادل پھٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی روشنی کر تمام جہاں منور کر دیتا ہے۔ اسی طرح یکایک تاریکی دور ہو گئی پھر درختوں پر چاندنی بھرنے لگی۔ پرتبھا نے نیچے کی طرف نظر کی۔ تو اُس نے دیکھا کہ ایک سمندر موجزن ہے۔ پہاڑ کی چوٹی آسمان سے اتر کر اُس میں ڈوب رہی ہے۔ خوف سے پرتبھا سب سے اونچی چوٹی پر چڑھ گئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ بھی غوطے کھانے لگی۔ اور کوئی تدبیر نہ دیکھ کر پرتبھا ایشور کو پکارنے لگی۔ یکایک اُسے معلوم ہوا کہ یہ سمندر نہیں۔ بلکہ کنول وڈّہ ہے وہاں سے اُس نے سوشیل کمار کو اپنی حیثیت پر بیٹھے دیکھ کر چلانا شروع کیا۔ بھائی مجھے بچاؤ۔

اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ دیکھا۔ سوشیل۔ دائی اور رام چندر پاس بیٹھے ہوئے ہیں اُس کا چلانا سن کر سوشیل نے کہا۔ پرتبھا کیا ہوا؟ تم ابھی کیوں چلا رہی تھیں؟

پرتبھا کا چہرہ اور جسم پسینے سے تر بتر ہو رہا تھا۔ اور سینہ زور زور سے دھڑک رہا تھا اُس نے حیرت زدہ ہرنی کی طرح سب کی طرف دیکھ کر نظر پھیر لی اور آنچل سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

دوسرا حصّہ

پہلا باب

پرتبھا کی سگائی

تقریباً تیس سال پیشتر نو کمار بھٹاچاریہ اور دوجیندر ناتھ رائے نامی دو نوجوان کالج پڑھتے تھے۔ اور ہندوستان کی موجودہ حالت پر اکثر ایک دوسرے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ان دونوں نے عہد کیا تھا۔ کہ ہماری تمام خرابیوں کی جڑ کم سنی کی شادی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ سوسائٹی سے یہ خرابی دُور کریں۔ دھواں دار تقریر اور لکچر بازی کی نسبت عملی کارروائیاں لوگوں کے دلوں بہت جلد مسخّر کر لیتی ہیں۔ اس لئے ہمیں خود ہی پہلے کر کے دکھانا چاہئے۔ یہ سوچ کر دونوں نے عہد کیا۔ کہ اگر ہمارے لڑکیاں ہوں گی۔ تو ہم خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اُن کی شادیاں کمسنی میں ہرگز ہرگز نہ کریں گے۔ ان دونوں دوستوں میں سے نو کمار نہایت ہی حلیم الطبع۔ تیز عقل اور دھرم کا دلدادہ تھا۔ دُوجیندر ناتھ باوجود اہل دول ہونے کے بہت سیدھا سادہ اور باحوصلہ شخص تھا۔

پرتبھا اور سُوشیل انہیں نو کمار بابو کی اولاد میں سے تھے۔ نو کمار بابو ہمیشہ انہیں اعلےٰ تعلیم دینے کی کوشش میں سرگرم رہتے تھے۔ نو کمار بابو کی قابلیت اور نیک مزاجی دیکھ کر بنگال کے ایک رئیس نے جنہیں راجہ بہادر کا خطاب ملا ہوا تھا۔ انہیں اپنی ریاست کا مینیجر مقرر کیا اُن کی حسن انتظامی سے ریاست میں بڑی ترقی ہوئی۔ انہیں دنوں نو کمار بابو کے گھر پرتبھا پیدا ہوئی۔ پرتبھا بچپن سے ہی خوبصورت اور سُوشیلا تھی اُسے جو دیکھتا تھا۔ وہی پیار کرتا تھا۔ راجہ بہادر کی نظروں میں تو پرتبھا سے زیادہ حسین اور سُوشیلا لڑکی اور کوئی تھی ہی نہیں۔ اس لیئے انہوں نے اپنے راجکمار کے ساتھ پرتبھا کی شادی کر کے اُسے راج رانی بنانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ راجکمار بھوپیندر ناتھ بھی پرتبھا کو بہت پیار کرتا تھا۔ اور ہر وقت

اسی کے ساتھ کھیلتا تھا۔ نو کمار بابو اس تعلق سے بہت خوش ہوتے تھے۔ کہ میری لڑکی راج رانی بنے گی۔ مگر وہ اپنی لڑکی کی شادی صغیر سنی میں نہیں کرنا چاہتے تھے۔ راجہ بہادر صغیر سنی کی شادی کے حق میں تھے۔ اور نو کمار بابو اس کے سخت برخلاف تھے۔ ایک دن راج سبھا میں سبھا پنڈتوں کے ساتھ نو کمار بابو کی اس طرح بات ہوئی:۔ نو کمار بابو نے پنڈتوں سے کہا جب زمانۂ قدیم کے اصولوں کے مطابق آج کل کے نوجوان برہمچریہ کا پالن نہیں کر سکتے تب صغیر سنی کی شادی کا انسداد کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور خرابیاں کیونکر دور کی جا سکتی ہیں؟ ایسی حالت میں لڑکیوں کی برہمچریہ کی حفاظت سولہ برس تک کیونکر ہو سکتی ہے؟ پنڈت اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ انہوں نے نو کمار بابو سے پوچھا "لڑکی جوان ہو کر اگر کسی نوجوان پر فریفتہ ہو جائے اور بالآخر اس کے ساتھ اس کی شادی نہ ہو سکے تو بتایئے لڑکی کیا اپنی بدکاری کے عیب سے معیوب مانی جائے گی یا نہیں۔ اور ایسی ناقص لڑکی دراصل دھرم کے نقطۂ خیال سے عزت حاصل کر سکتی ہے یا نہیں"۔ نو کمار بابو نے اس سوال کا جواب نہ دیا کچھ دیر تک خاموش رہے انہیں یہ بات نہ سوجھی۔ کہ ایسی لڑکی تمام زندگی کنواری رہ کر اگر پاکی اور اصول کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے تو اسے کوئی دوش نہیں لگ سکتا۔ اس دوش سے بچنے کے لئے لڑکیوں کی سگائی بارہ برس سے پہلے کی جا سکتی ہے۔ اور سولہ برس کے بعد شادی بھی ہو سکتی ہے"۔ راجہ بہادر کو یہ جواب معقولیت لئے ہوئے معلوم ہوا اور انہوں نے نو کمار بابو سے اپنے خیال کے بموجب پرتبھا کی راج کمار کے ساتھ سگائی کرنے کا اصرار کیا نو کمار بابو راجہ بہادر کی بات نہ ٹال سکے۔ انہوں نے بخوشی پرتبھا کی سگائی کر دی اس سگائی کا جلسہ بہت دھوم دھام سے ہوا۔ اور اسی دن سے پرتبھا ہونہار راج بہو سمجھی جانے لگی۔

اس سگائی کے دو برس بعد راجہ بہادر اس جہان فانی سے چل بسے۔ راجکمار بھوپیندر ناتھ اس وقت نابالغ تھے۔ اس لئے ان کی تمام جائیداد کورٹ آف وارڈس کی نگرانی میں آ گئی۔ اور ایک اعلےٰ پیمانہ پر گورنمنٹ کی طرف سے اس کا انتظام کرنے کے لئے ایک نیا مینیجر مقرر کیا گیا۔ تب نو کمار بابو نے اس مقام کو چھوڑ کر کمردی پہاڑ کے قریب کچھ زمین خریدی اور وہاں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ پرتبھا کی عمر اس وقت تقریباً بارہ سال کی تھی۔ دو ڈھائی برس کے اندر ہی اندر اس کے ماں باپ نے [illegible] کو اتبیک کہا۔ پرتبھا اور سوشیل کلکتہ میں وہاں تعلیم حاصل کرنے لگے راجکمار بھی کلکتہ ہی میں پڑھتے تھے۔ جب وہ وہاں رہتے تھے۔ تو

اکثر سوشیل کے مکان پر آیا کرتے تھے۔ پر تبھا جانتی تھی۔ کہ راجکمار کے ساتھ میری سگائی ہوئی ہے۔ اس لئے وہ انہیں اپنا ہونے والا شوہر سمجھ کر دل ہی دل میں اُن کی بھگتی کرتی تھی راجکمار بھی اُس کی بہت عزت و محبت کرتا تھا +

دُوسرا باب

راجکمار کی غلط فہمی

جیسے ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ جو ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے رہتا ہے اس میں کوئی نوعیت نہیں رہتی۔ سورج۔ چاند۔ تارے وغیرہ کتنی تعجب خیز چیزیں ہیں۔ مگر ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں۔ تب سے انہیں برابر دیکھا کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اُن میں کوئی نوعیت یا تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔ ایک مرتبہ قدرت کے کاروبار کی طرف تو نظر ڈالو معمولی مٹی میں ایک چھوٹا سا بیج ڈال دیا جاتا ہے۔ وہ کیسی عجیب و غریب طاقت سے خوبصورت درخت بن جاتا ہے۔ اُس میں کیسے خوبصورت اور دلفریب پھول آتے ہیں۔ جو دل کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ پھول میں پھل۔ پھل میں بیج اور بیج سے پھر درخت پیدا ہوتا ہے۔ یہ باتیں کیا کچھ کم تعجب خیز اور حیرت انگیز ہیں؟ کیا کوئی اس سے بھی دلفریب چیز بنا سکتا ہے انسان ہمیشہ ان سب کو دیکھتا ہے۔ اسلئے وہ ان میں کوئی نوعیت یا خصوصیت نہیں دیکھتا انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کو لوگ اکثر دیکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب اُدھوری نقلیں ہوتی ہیں تمہاری نظروں کے سامنے ایک خوبصورت درخت ہے۔ مگر تمہیں اس میں کوئی خوبصورتی نظر نہیں آتی۔ مگر ایک مصوّر فطرت اس کی تصویر بناتا ہے۔ رنگ آمیزیاں کرتا ہے۔ تم اُسے بہت غور سے دیکھنے لگ جاتے ہو۔ پتوں پتوں پہ نظریں پڑتی ہیں مصوّر کی لطافت اور نفاست کی جی کھول کر داد دیتے ہیں۔ یہی حال دنیا میں اصلیت سے بےخبر شخصیتوں کا ہے۔ وہ اصل کو نہیں دیکھتے۔ اس پر اُن کی نگاہ ہی نہیں پڑتی نقل دیکھ کر وہ لٹو ہو جاتے ہیں پانی کے بجائے سراب کے نظاروں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ دنیا میں جتنی خرابیاں نظر آتی ہیں ان سب کا یہی سبب ہے +

حُسن اور پاکیزگی کا لطف حاصل کرنے کے لیئے فی الحقیقت اعلےٰ پایہ کا پاک تعلیم کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر تمہارا دل خوبصورت اور پاک نہیں ہے تو تمام دنیا تمہاری نظروں میں بدصُورت اور ناپاک نظر آئے گی۔ خوبصُورت چیزیں بھی بدصُورت دکھائی دینگی سب اپنی ہی بات ہے جیسی نظر ہوگی۔ ویسا ہی نظر آئے گا۔ اس لیئے سب سے پہلے دل کی تادیب اور تربیّت بہت ضروری ہے جس کے دل کی تربیّت نہیں ہوئی سمجھو۔ اُسے کوئی تعلیم نہیں ملی۔ اور وہ کورے کا کورا ہے ۰

راجکمار بھُو پیندر ناتھ نے لڑکپن میں اپنی زُود فہمی اور نیک خیالات کا اچھا ثبوت دیا تھا۔ راجہ بہادر نے نوکُمار بابُو کے مشورہ سے اس کی تعلیم و تکسیب کا نہایت معقول انتظام کر دیا تھا۔ اور اس وجہ سے اُنہیں یقین تھا کہ راجکُمار یہ تیجا کا مایہ ناز شوہر ہوگا۔ اگر راجہ بہادر زندہ رہتے۔ تو ان کی یہ آرزو پوری ہوتی۔ مگر اُن کی موت کے بعد ریاست کا انتظام دُوسروں کے ہات میں جانے کے ساتھ ساتھ راجکمار کی تعلیم کا بار بھی دُوسروں کے سر پر پڑا ایک شخص کی زیرِ نگرانی وہ تعلیم پانے لگے۔ حضرت معلّم اگرچہ تعلیم یافتہ تھے مگر وہ باتیں اُن میں نہ تھیں جن کا ہونا بہت ضروری ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے فائدہ پر نظر رکھتے تھے اُنہیں لازم تھا۔ کہ راجکمار کو اپنی مرضی کے مطابق نیک راستہ پر چلاتے۔ کیونکہ ان کا کام صرف یہی تھا۔ مگر اُنہوں نے اپنی جوابدہی اور فرائض پر قطعی توجہ نہ کی۔ وُہ چاہتے تھے کہ میں راجکمار کی نظروں میں ہمیشہ پیارا بنا رہوں اور انجام کار ریاست کا دیوان بنوں معلّم صاحب اس فکر میں راجکمار کا ستیا ناس لگا رہے تھے ۰

جیسے بغیر انکس کا ہاتھی راہِ راست پر نہیں چلتا۔ اور وہ بے قابو ہو جاتا ہے اسی طرح کلکتہ جیسے دلفریب شہر میں کوئی محافظ نہ رہنے پر راجکمار نے آوارگی اختیار کی وہ ہر وقت نالک گھر میں ہی دکھائی دیتے۔ اُدھر تھیئٹر میں ہر تی شمعوں سے تمام سٹیج جگمگا تا تھا۔ اور اودھر راجکمار کی سیماب کلفت طبیعت اپنی بوقلمونیوں کے تماشے دکھا تی تھی اشتیاق طبیعت کی بیقراری میں سونے پر سہاگہ کا کام کرتا تھا۔ مختلف ایکٹروں کا حُسنِ نوبہار۔ معشوقانہ شگفتگی۔ مستانہ چالیں۔ شوق۔ بھڑکیلی پوشاکیں یہ سب نظارے جب اُن کی نظر کے سامنے آتے تھے۔ تو دل میں حُسن اور ادا کا ایک جادُو بھرا اثر۔ زیت کر جاتا تھا۔ وُہ رات دن بازارِ حُسن کی سیر کرتے تھے۔ کبھی عالمِ خیال میں اور کبھی عالمِ شہود میں۔ دِن رات نہیں

خیالات کی محویت نے چراغ فراست گل کردیا۔ اور وہ اندھیرے میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے۔ طبیعت پست ہو گئی۔ دنیا میں جو نت نئے نئے واقعات قوانین قدرت کے مطابق ظہور میں آتے ہیں۔ ان سے اُن کو ذرا بھی لگاؤ نہ تھا۔ انہیں یہ باتیں بالکل معمولی دکھائی دیتی تھیں موجودہ شادی کی رسمیں۔ ہندوستانی معاشرت۔ اور اصول خانہ داری ایسی باتوں پر اُن کی توجہ بھی نہ جاتی تھی۔ ان کے وقت کا زیادہ تر حصہ تماشہ دیکھنے اور گندے ناول وغیرہ پڑھنے میں صرف ہوتا تھا۔ اُن کی بیقرار نظروں کو اگر کہیں قرار نصیب ہوتا تھا۔ تو وہ ایکٹرس کے حرکات و کنایات دیکھ کر!

راجکمار کو یہ معلوم تھا۔ کہ اس آوارہ حالت ہونے پر بھی پریتھا کے ساتھ میری شادی ضرور ہوگی۔ وہ کلکتہ آنے سے پیشتر اور یہاں آنے کے بعد بھی پریتھا سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بلاناغہ وہ شوشیل کمار کے گھر آتے تھے۔ اور پریتھا سے گھڑی دو گھڑی بغیر بات چیت کئے ہوئے نہ جاتے تھے۔ پریتھا سے جب راجکمار بات چیت کرتے۔ تو شرم و حیا سے اس کی نگاہیں راجکمار کے چہرے پر نا پختہ لگ جاتی تھیں۔ انہیں محبت اور التجا کا پیغام بھرا رہتا تھا۔ انہیں ہنسی کی دلفریب مگر متانت آمیز لہر شباب کی منزلیں جھلکتی تھی۔ شوکین پر جوانی کا ہلکا رنگ چڑھ چلا تھا۔ جوبن کے اُبھار نے شوخی و چنچل پن کو دبا دیا تھا۔ چال میں ایک دلآویز متانت پن پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اُن کی باتوں کا پھیکا جواب دیتی تھی۔ شرم سے گردن جھکائے ہوئے چپ چاپ سب کچھ سنتی رہتی تھی۔ جیسے پھلوں کے بوجھ سے شاخیں سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ اُسی طرح پریتھا میں محبت کی انکساری نے اُس کی گردن جھکا دی تھی۔ مگر پریتھا کی اس حیاداری نے راجکمار کے دل پر ایک ناخوشگوار اثر ڈالا۔ انکی محبت نفرت میں تبدیل ہو گئی اور رفتہ رفتہ وہ اس کی طرف سے لاپرواہ ہوتے گئے۔ راجکمار کو معلوم تھا۔ کہ پریتھا کے حُسن دلفریب میں صبر و حلم کی ایک نہایت لطیف رنگت جھلکی رہتی ہے۔ اُس کے پاک چہرے میں جو دلآویزی تھی وہ اور کہیں نظر نہ آتی تھی۔ گلاب کا پھول رات کی شبنم میں نکھر کر بہت خوبصورت و سہاونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر جو تازگی اور سہاونا پن پریتھا کے رخساروں پر تھا۔ اُسے دیکھ کر دوسرے پھول بھی شرما جاتے تھے۔ یہ سب باتیں راجکمار سمجھتے تھے۔ مگر وہ حیران تھے کہ جب پریتھا کی سگائی میرے ساتھ ہو چکی ہے۔ اور ایک دن وہ میری ہو گی۔ تو میرے سامنے شرم و حجاب کی کیا ضرورت ہے اس شرم و حجاب نے میری تمام آرزوؤں اور حسرتوں کو فنا کر دیا! اُنہوں نے سوچا کہ پریتھا کو اپنے حُسن

سلیقہ اور گن کا بہت گھمنڈ ہے۔ مگر محبت کے مقابلہ میں یہ تمام چیزیں بہت ارزاں ہیں۔ اور یا اُسے میرے ساتھ محبت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے وہ مجھ سے کشیدہ خاطر رہتی ہے گو میرے دل میں پرتبھا کی وہی جگہ ہے۔ مگر پرتبھا کے دل میں کسی اور کیلئے بھی تھوڑی سی جگہ نکل آئی ہے۔ ان خیالات نے راجکمار کو بے چین کر دیا۔ راجکمار کی طبیعت ان متضاد اور ہلچل آمیز خیالات کے باعث جن میں رشک و حسد کے جلوے نمایاں تھے۔ اُچاٹ سی ہو رہی تھی۔ دل میں آرزوؤں کا طوفان برپا تھا۔ مگر وہ حسرت ناک پہلو لئے ہوئے تھیں۔ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا۔ میں پرتبھا کو بھولی بھالی سمجھتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا۔ کہ شہد کے ساتھ مکھیوں کے ڈنس کا بھی خوف ہے لال مرچ دیکھنے میں بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ مگر زبان پر رکھتے ہی مُنہ میں ایک آگ سی لگ جاتی ہے۔ پرتبھا کا بھی بعینہ یہی حال ہے۔ وہ بھی لال مرچ کی طرح دلفریب ہے۔ کاش! مجھے اس سبز باغ کی ماہیت کا پیشتر سے علم ہوتا۔ تو کبھی بھول کر بھی ادھر رُخ نہ کرتا۔ اس قسم کے بیشمار خیالات نے راجکمار کے دل میں ایک دردناک ہلچل مچا دی مگر کچھ ہی ہو۔ پرتبھا کو دیکھ کر میری طبیعت خوش ہوتی ہے۔ اُسکے خاموش و پُر سکون کنایوں میں بھی میرے دلِ بیقرار کو تسکین دینے کی جادو صفت تاثیر مضمر ہے۔ اس کی یاد تنہائی کے لمحوں میں مجھے زار زار رُلاتی ہے۔ یہ سوچ کر اُس نے پرتبھا پر نظر ڈالی۔ اُس کی شرمائی ہوئی نگاہوں میں شکوۂ عذر اور تقصیر کی جھلک نمایاں تھی اس کے مُنہ سے معاً نکل گیا۔ پرتبھا! تمہارا یہ حُسن ہوشربا یہ چشم فسوں ساز۔ یہ ملاحت و دلکشی جوش کرے۔ تھوڑا ہے۔

پرتبھا نے ایک ٹھنڈا اور پُر حسرت سانس لیا۔ راجکمار طعن آمیز لہجے میں بولے۔ پرتبھا! میری آنکھوں کے سامنے سے اب وہ دلفریب پردہ ہٹ گیا ہے۔ جھوٹے موتی کی چمک دمک اور عارضی آب و تاب اُسے سچا نہیں بنا سکتی کیا تمہاری وہ تابعداریاں بیقراریاں اور عاشقانہ گرم جوشیاں سب پانی کا بلبلہ تھیں۔ تم بیوفا۔ سنگدل اور خود پرست ہو۔ تم مجھے اب کچھ عرصہ سے حقارت آمیز نظروں سے دیکھنے لگی ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ شراب حُسن نے تمہیں بدمست کر رکھا ہے۔ اسی لئے تم کسی اور کو کچھ خاطر میں نہیں لاتیں۔

حسرت زدہ پرتبھا نے اپنی مایوسانہ نظریں راجکمار کے چہرے پر ڈالیں۔ اُن میں آنسو جھلک رہے تھے۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور پیشانی پر عرق کے قطرے نمودار تھے۔ راجکمار کے دل پر اس سے اور بھی چوٹ لگی۔ زخم پھر ہرے ہو گئے۔ جلتی ہوئی آگ پر ان آنسوؤں نے

تیلی کا کام کیا۔ وہ یہ نہ جان سکے کہ شیشہ ٹھیس لگتے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ نرم چیزوں میں بے حد لچک ہوتی ہے۔ مُرجھایا ہُوا پتہ ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی نہیں برداشت کر سکتا۔ شرم اور خود داری میں راز و نیاز ہو رہے تھے۔ فرشتۂ الفت یہ تمام راز و نیاز کی باتیں چھُپ کر سُنتا تھا۔ اور راجکمار کی کم فہمی پر مُسکرا رہا تھا ؛

راجکمار دل ہی دل میں سوچتا "ہائے **پرتبھا**! تونے میرے خوشیوں کے باغ کو اپنی مستانہ چال سے روند ڈالا۔ محبت اور فرض نے جو نہ کرانا تھا۔ وُہ مجھ سے کرایا۔ چال کی نفری ہی اور اس کی خوشنما جھلک نے مجھے اپنے دام میں پھنسا لیا۔ کاش تو میرے ساتھ مناسب سلوک کرتی تو میں بہت سُکھی ہوتا۔ میں جانتا ہوں۔ تجھے اپنے بانکپن و حُسن کا غرور ہے۔ مگر وفا ایک ایسا جادُو ہے۔ جس سے سب کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔ میں نے تجھے عرصہ سے اپنے دل کی مالکہ تصوّر کر لیا ہے۔ مگر کیا تو میری ہو سکتی ہے؟ اگر میری ہوتی۔ تو پھر اُسی گرمجوشی سے میرا خیر مقدم کرتی۔ اگر ایک دن مراسمِ ظاہری کی کسر پُوری ہو جائے گی۔ اور تو میری بیوی ہو گی۔ تو اس شرم و حیا کی ضرورت ہے؟ میں نہیں سمجھتا۔ انہیں خیالات میں **راجکمار** پریشان رہا۔ بالآخر اس نے فیصلہ کر لیا۔ کہ **پرتبھا** بہت مُدمّغ ہے اُسکے ساتھ مجھے خوشی نہیں مل سکتی ؛

تیسرا باب

پرتبھا کی فکر

زُبانی بات چیت سے دلی بات چیت آسان نہیں۔ حقیقت میں اگر غور کیا جائے تو دل ہی بولتا ہے۔ زبان تو ایک ذریعہ ہے جس کے ذریعہ خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر انسان کبھی کبھی دل کی بات چیت چھُپا کر زُبانی بات چیت کی پناہ لیتا ہے۔ اُس وقت دل کے ساتھ زبان کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے وہ تقریر سامعین کے دلوں پر اپنا اثر نہیں ڈالتی۔ ایک شخص سے ہم دل ہی دل میں نفرت کرتے ہیں۔ مگر ہم اپنے

دلی خیالات کو چھپا کر اُوپر اُوپر سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ دل اُس سے محبت نہیں کرتا۔ اُس کی صُورت سے دلی طور پر نفرت ہوتی ہے۔ مگر ہم زبانی طور پر اُس سے تکلّف و ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہماری یہ باتیں دل سے تعلق نہیں رکھتیں۔ اسی لئے وُہ بے اثر ثابت ہوتی ہیں۔ اور انجام کار ہمیں شرمندگی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے جو دلی تعلقات اور سلوک ہیں اس کا اظہار باوجود ہزار پردہ پوشی کے ہو جاتا ہے۔ جیسے آگ کو کپڑے میں باندھنا بہت مشکل ہے اسی طرح سچ کا چھپانا بھی بہت دشوار گزار امر ہے۔

راجکمار نے گو پر تبھا کے ساتھ ملاقات ہونے پر ظاہری تکلفات پر بہت زور دیا۔ تاہم وہ اس یکایک تبدیلی کو سمجھ گئی۔ وہ دیکھتی تھی کہ راجکمار گو اُسی گرمجوشی اور تپاک سے بات چیت کرتے ہیں۔ مگر اُن کی یہ گرمجوشیاں کچھ اور ہی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ کیا خبر؟ کہ ان کا باغ محبت لاپرواہی کی دست درازیوں سے آلودہ نہیں ہو چکا۔ وُہ محسوس کرتی تھی۔ کہ ان کے دل میں کچھ میل آگیا ہے۔ اُس نے ہر چند سوچا۔ کہ یکایک کیا ہو گیا؟ مگر حافظہ نے مدد نہ کی۔ اور اس وجہ سے وُہ راجکمار کے رُوبرو اور بھی شرمندہ ہونے لگی غریب پر تبھا کا اس میں قصور ہی کیا تھا جس راجکمار نے اُسے مد نظر کہا تھا۔ اُسی دن سے وُہ گوشۂ تنہائی میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی آنسو بہایا کرتی تھی۔ وُہ راجکمار کو دل سے پیار کرتی تھی۔ اور ہندو عورتوں کی طرح اُس کی دُنیا صرف اُسی تک محدُود تھی۔ وُہ طبعی شرافت سے خالی نہ تھی۔ مگر اتفاقات کی اس کایا پلٹ نے اُسے بہت صدمہ پہنچایا۔ اُس کی زندگی کی بہار اُمنگوں پر تھی۔ مرادوں کے خوشنما پھول شبنمی تازگی میں کھل کر حسن اور شگفتگی کا تماشہ دکھانے والے تھے۔ مگر بدقسمتی آڑ میں بیٹھی ہوئی کچھ اور ہی سامان کر رہی تھی۔ اور خیالات سے اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ زندہ ضرور تھی۔ مگر وُہ شگفتگی جو اس زندگی کے لئے بہت ضروری تھی۔ رُخصت ہو گئی تھی۔ جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی کشتی پر بیٹھ کر پار اُترنا چاہتا ہو۔ وہی حال پر تبھا کا تھا۔ وُہ ایک ایسی کشتی پر سوار ہونا چاہتی تھی جس کے مرمت کی بڑی ضرورت تھی۔ افسوس! پر تبھا ہر بار راجکمار کی محبت کا دم بھرتی تھی۔ مگر قسمت کو کیا کہا جائے؟ راجکمار تو اس کے دل کی کھاد نہ تھی۔ اُس نے سطحی نظریں ڈالیں۔ اور اُسے مدّ نظر سمجھا تھا۔ واقعی اس نے راجکمار کے ساتھ بات چیت اور سلوک میں بخوبی کا اظہار کیا تھا۔ پر تبھا نے [illegible] کی اچھی طرح تھاہ لی۔ مگر اس کے عروس کی جھلک بھی نظر نہ آئی پھر راجکمار نے کیوں نہ ایسا خیال کیا؟ اُس نے

خوب غور [illegible] دھوکا ہوا۔ تو اِس خیال کو اُن کے دل سے نکالنا میرا ہی فرض [illegible] اُس نے عہد کیا [illegible] ہونے پر میں اُن کے دل سے یہ خیالات نکال دُوں گی ایک دن وُہ [illegible] معلوم شرم و حیا نے کہاں سے آکر پھر اُس کی زُبان پر قفلِ سکوت لگا دیا۔ وہ تصویرِ حیرت بنی ہوئی حسرت آمیز نگاہوں سے راجکمار کی طرف دیکھتی رہی۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ راجکمار کے شک نے اب یقینی صورت اختیار کر لی۔

اُسی وقت پرتبھا کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ اب راجکمار کیساتھ جتنی جلد میری شادی ہو جائے۔ بہتر ہے۔ کانٹا اگر جلد نکال دیا جاتا ہے۔ تو تھوڑی تکلیف ہوتی ہے ورنہ جتنی دیر ہوتی ہے۔ اسی قدر تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ مگر بیچاری پرتبھا اپنے ان خیالات کا اظہار کس سے کرتی؟ شرم مانع و سدِ راہ تھی۔ اور کوشش کرکے کون اس کی شادی کرتا؟ اُس نے دل کی بات دل ہی میں محفوظ رکھ لی۔ مگر مختلف قسم کے خوف اور رنجدہ فکروں سے اُس کا دل بے چین ہو گیا۔ قید و بند سے آزاد انسان بہت جلد گھبرا جاتے ہیں۔

پرتبھا کو جب موقع ملتا تھا۔ تو وُہ رامائن وغیرہ پُرانی مقدس کتابوں کے مطالعہ میں اپنی دلبستگی کرتی تھی مطالعہ سے اُسے خاص اُنس تھا۔ شاستروں کے پاٹھ سے یہ بات اُس کے ذہن نشین ہو گئی تھی۔ کہ پاک نفسی۔ روحانیت حاصل کرنے کا پہلا زینہ ہے زندگی کا بااصول ہونا بہت ضروری ہے۔ مہابھارت میں ساوتری کے حالات پڑھ کر اس کے دل میں یہ بات بخوبی گھر کر گئی تھی۔ کہ جس سرزمینِ ہند پر ساوتری نے دیورشی نارد اور اپنے باپ کے رُوبرو کھڑی ہو کر بحیثیت ستیہ وان کو ہی شوہر بنانے کے لئے ہٹ کیا تھا۔ میں بھی اسی ہندوستان میں پیدا ہوئی ہُوں ساوتری نے واقعی تمام ہندوستان کی لاج رکھ لی۔ اسمیں کوئی شک نہیں دنیا اس کے نام کے سمرن کرتی رہیگی۔

پرتبھا نے سوچا۔ اگر راجکمار نے مجھ سے شادی نہ کی۔ تو میری کیا حالت ہوگی؟ جب جب اُس کے دل میں یہ خیالات اُٹھتے تھے۔ تب اُس کی آنکھوں میں دنیا تاریک نظر آتی تھی۔ ماتم اندوہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہ تھی۔ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر وُہ آنسوؤں کا دریا بہا دیتی تھی۔ دیکھنے میں وُہ آنسو بہت چھوٹے چھوٹے قطرے نظر آتے تھے۔ مگر حقیقت میں وُہ بہت عمیق اور وسیع تھے۔ ان میں سُچے موتیوں کی آب تھی۔ اُس نے تو راجکمار کو اپنا دل و جسم سب کچھ اُس کے لیئے وقف کر دیا۔ اس وقت اگر اُنہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ تو اس کی کیا حالت

ہوگی؟ اس نے بہت سوچ و چار کر یہ فیصلہ کیا۔ کہ اگر ایسا جگر خراش دن قسمت میں آیا۔ اور بدقسمتی نے اپنا سکہ جمایا۔ تو کماری پربت کی گود میں ہی اپنے لیئے جگہ بناؤنگی۔ وہاں کے سرفلک درخت میرے گہوارۂ محبت کی دُنیا ہونگے۔ اسی پاک جگہ میں رہ کر میں دھرم سیوا کرتی رہونگی اور مالک کے گُن گاتی رہوں گی زندگی کا بقیہ حصّہ حسرتوں کا خواب دیکھتے ہی میں گزر جائیگا آہ! آج اُس کے باغ دل میں نئی کلی لگی تھی۔ جسے حسرت نے مایوسی کا رنگ چڑھا دیا تھا۔ ان خیالات نے دل میں رنج والم کی دُھوم مچا دی۔ سچ ہے۔ انسان کا دل آرزوؤں کا کاشانہ ہے۔ اور حسرتوں کی بستی!

چوتھا باب

دیوان

حضرت معلّم نے اپنی نسبت جو کوششیں جاری رکھی تھیں۔ وُہ بیسود و رائیگان نہیں گئیں۔ مگر راجکمار کو اُن کی نگرانی و تعلیم سے کوئی خاص فائدہ نہ پہنچا۔ بلکہ دن بدن اُن کی حالت بگڑتی ہی گئی جس وقت راجکمار بالغ ہوکر اپنی ریاست کے کاروبار کے قابل ہوئے۔ اُس وقت انہیں چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی دکھائی دی اگر حضرتِ معلّم چاہتے۔ اور کوشش کرتے تو راجکمار کو ان کاموں میں بخوبی ماہر کر سکتے تھے۔ مگر اُنہوں نے جان بُوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ بلکہ راجکمار کے دل میں یہ بات ذہن نشین کرادی کہ کاروباری لوگوں کی زندگی بہت ہی فکرمند اور تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ان کی تعلیم اور نصیحتوں سے راجکمار کو یقین ہوگیا تھا۔ کہ اہلِ دل کی زندگیاں صرف سُکھ بھوگنے کے لیئے ہیں اس لیئے جہاں تک ہوسکے۔ دُنیاوی سُکھ حاصل کرنا چاہیئے۔ زندگی میں اور کیا رکھا ہے جو دن عیش و آرام میں گذر جائیں وہی غنیمت ہیں ان باتوں کو سوچکر انہوں نے معلّم کے سر پر ہی ذمہ داری کا تمام کام کاج سونپ دیا۔ اور انہیں کو اپنی ریاست کا دیوان بنا دیا۔

دیوان جی کو تمام سیاہ و سفید کرنے کے اختیارات حاصل ہوگئے انہوں نے اپنی خوش مزاجی

اور موقعہ شناسی سے راجکمار کو اپنے ہات کا کھلونا بنا لیا۔ راجکمار اپنے یار باش اور رنگین مزاج دوستوں کے درمیان رنگ رلیاں منانے لگے۔ کاروبار سے بالکل بے پرواہ ہوگئے۔ کبھی بھول کر بھی ریاست کے کسی شعبہ پر نظر نہ ڈالتے تھے۔ مگر ان رنگ رلیوں میں بھی انہیں خوشی نہ محسوس ہوئی۔ وہ بشاشت و شگفتہ مزاجی جو اطمینان قلب کی برکت ہے ان کے چہرے پر کبھی نہ دیکھی گئی ہنستے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کسی کی ہنسی کی نقل کر رہے ہیں۔ لوگ انہیں ہمیشہ مغموم۔ ملول اور متفکر دیکھتے تھے۔ دیوان صاحب نے راجکمار کے دوستوں کے ذریعہ اور اپنی زود فہمی سے اس پریشانی و تفکرات کا راز معلوم کر لیا۔ اور وہ اپنے ایک خاص مقصد کی تکمیل میں سرگرم ہوئے +

دیوان جی اکثر راجکمار کی نشست گاہ میں آتے تھے۔ اور مختلف مضامین پر سلسلۂ گفتگو چھیڑتے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے کمسنی کی شادی پر بات چیت شروع کر دی تھی۔ دوران تقریر میں اُنہوں نے راجکمار کو سمجھایا۔ کہ عورتوں کے دل کی تھاہ لینا آسان کام نہیں ہے۔ تریاچرتر کو برہما جی بھی نہیں جان سکے۔ عام آدمیوں کی کیا ہستی ہے شاستروں نے اسی وجہ سے کمسنی کی شادی پر زور دیا ہے۔ اسلئے بھول کر بھی کبھی اسکے برخلاف عملدرآمد نہ ہونا چاہیئے۔ جو اس کی پرواہ نہیں کرتے وہ تمام عمر پریشان رہتے ہیں۔ زندگی دُکھ۔ درد اور عذاب میں کٹتی ہے۔ ایک مرتبہ پربھا کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا۔ "ابھی تک پربھا کے سُن اور گنوں کے متعلق جہاں تک سُنا گیا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ غیر معمولی اور عجیب و غریب لڑکی ہے۔ گرگٹ کی طرح ہر وقت رنگ بدلتی رہتی ہے۔ لڑکپن میں جیسے آپ اُس کی ہر ایک بات کا اندازہ خود بخود لگا لیا کرتے تھے۔ اب وہ بات غیر ممکن ہے۔ یہ یقینی سمجھئے وُہ آج کل کس اُدھیڑ بن میں رہتی ہے۔ اس کی رُوح کس عالم میں سیر کناں ہے بڑے ایشور کے سوا اُسے کوئی نہیں جان سکتا۔

راجکمار تریاچرتر کا یہ طلسم دیکھ کر دل ہی دل میں بہت بے چین ہوئے۔ اُن کے کانوں میں پربھا کے محبت آمیز کلمات اب بھی گونج رہے تھے۔ وُہ پربھا کو بہت پیار کرتے تھے۔ مگر دیوان جی کی یہ باتیں سُن کر یکایک چونک پڑے۔ اُنہوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ دیوان جی جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ان باتوں سے اُن کے دل میں کسی قدر انتشار ضرور پیدا ہوا۔ تاہم پربھا کے سیلاب محبت نے وُہ زور مارا۔ کہ پانی اوپر آگیا اور پھر اُس کے نیچے

دہک گیا۔ اُن پر کوئی خاص اثر نہ پڑا۔ راجکمار نے کئی بار آرزومندانہ لہجے میں کہا کہ جسقدر جلد ممکن ہو۔ پرتبھا سے میری شادی ہو جانی چاہیئے اس کے جواب میں دیوان جی نے راجکمار کو سمجھا دیا۔ کہ جیسا چاہیئے۔ اس کے لیئے بہت روپئے ضرورت ہے۔ ریاست کا انتظام گورنمنٹ کے ہات میں جانے سے راجہ بہادر کا تمام پیدا کیا ہوا روپیہ پیسہ تقریباً خاتمہ پر ہے اس وقت سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ کہ شادی کیلیئے قرض لیا جائے۔ مگر سال آئیندہ میں ریاست کی آمدنی سے ہی شادی بہ حُسن کمال کی جا سکے گی۔ اس لیئے آپ کو ایک سال اور صبر کرنا چاہیئے راجکمار کو دیوان جی کی باتوں میں سچائی کی جھلک نظر آئی اور اُنہوں نے سر تسلیم خم کر لیا +

ریاست کے جتنے پُرانے کا۔ پرواز مرحوم دیوان نوکمار بابو کی تعریف کرتے تھے نئے دیوان جی انہیں ہر طرح سے تنگ کرنے لگے۔ ستائے ہوئے اہلکار راجکمار کے پاس جا کر اپنا دُکھڑا سُنانے لگے۔ مگر راجکمار نے اُن کی ایک بھی نہ سُنی۔ صاف کہہ دیا۔ دیوان جی جو کرتے ہیں بہت ٹھیک کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ تمام پُرانے نوکر ایک ایک کرکے اپنے گھر چل دئے +

سبھا پنڈتوں میں جو قابل اور دُور اندیش تھے۔ اُنہوں نے سوچا راج محل میں کوئی لچھ لکشمی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے یہ تمام خرابیاں ظہور میں آتی ہیں۔ اس لیئے سب نے مِلکر ایک دن راجکمار سے کہا۔ کہ اب جس قدر جلد ممکن ہو۔ آپ اپنی شادی پرتبھا سے کر لیجیئے۔ راجکمار نے کہا۔ میں تو آج ہی تیار ہوں۔ مگر دیوان جی کہتے ہیں۔ کہ اس خزانہ میں روپیہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے اس سال شادی نہیں ہو سکتی +

راجکمار کے پاس آکر لوگ جو کچھ کہتے سنتے تھے۔ دیوان جی کو وُہ سب فوراً ہی معلوم ہو جاتا تھا۔ پنڈتوں کا شادی کے لیئے یہ اصرار بھی اُن سے پوشیدہ نہ رہا۔ اُن کی تہہ میں ان کا جو اصلی مُدعا پنہاں تھا۔ اُسے بھی وُہ سمجھ گئے اور اُسے نشپھل کرنے کے لیئے وُہ ترکیبیں سوچنے لگے

پانچواں باب

دیوان جی کی فطرت

صاحب فہم دیوان جی نے دیکھا۔ کہ راجکمار کے دل میں اگرچہ پوتبھا کی طرف سے کچھ بل چل مچ گئی ہے۔ تاہم وُہ اُسے بھُول نہیں سکتے۔ اور نہ اُس کے ساتھ شادی کرنے کا خیال ہی اُن کے دل سے کسی طرح نکل سکتا ہے۔ پوتبھا بہت حسین۔ عقلمند اور نوجوان لڑکی ہے۔ اُس کے شباب کا ماہتاب اپنی سُنہری اور متین شان کے ساتھ چمک رہا ہے۔ خط و خال نہایت ہی دلفریب۔ تازہ پھُول کی طرح شگفتہ چہرہ۔ آنکھوں میں متین سادگی کا جلوہ۔ اور چہرے پر حیا کی سُرخی نمودار ہے۔ یہ سب باتیں بہت جلد راجکمار کے دل پر اپنا اقتدار حاصل کر لینگی۔ اور جب وُہ راج رانی بن جائے گی۔ پھر میری دال نہ گلے گی۔ خدا نخواستہ اگر کہیں ایسا ہی ہؤا۔ تو پھر میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ دیوان جی کے دل میں اس قسم کے بیشمار خیالات نے حسرتوں کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ وُہ کچھ سوچ سمجھ کر اس بات پر تیار ہوئے کہ جس طرح ہو پوتبھا کا ستیاناس کیا جائے۔ سانپ کا مُنہ اگر اچھی طرح مٹھّی میں آجائے۔ تو پھر اُسکے کاٹنے کا خوف نہیں رہتا۔

راجکمار کے بالغ ہونے کے ایک سال بعد ایک دِن دیوان جی موقع پاکر راجکمار کو ریاست کی آمدنی اور خرچ کا حساب سمجھایا۔ اور بتایا۔ کہ تمام اخراجات چھوڑ کر تین لاکھ کی بچت ہوئی راجکمار اس زٹل حساب کو کچھ سمجھے یا نہیں۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ مگر ایک سال میں تمام اخراجات کو چھوڑ کر تین لاکھ کی خالص بچت دیکھ کر راجکمار بہت خوش ہوئے۔ وُہ دیوان جی کی لیاقت اور حُسن انتظام کی داد دینے لگے۔

دیوان جی راجکمار کے مُنہ سے اپنی تعریف سُن کر تفاخرانہ انداز سے بولے۔ راجکمار! میں اس قابل نہیں۔ کہ آپ میری تعریف کریں۔ میں صرف اپنے فرائض کو نہایت مستعدی و تندہی سے انجام دیتا ہوں۔ آپکے کام میں اگر میرا یہ جسم بھی کام آجائے۔ تو میں اپنے آپ کو نہایت ہی خوش نصیب سمجھونگا۔ آپ کا نمک کھاتا ہوں۔ میرا رویاں رویاں اس احسان سے گرانبار ہے۔ خیر! اب اس تذکرہ کو جانے دیجئے۔ اسوقت میں آپ سے یہ عرض کرنے کے لئے

حاضر ہُوا ہُوں۔ کہ خزانہ میں جو تین لاکھ روپے جمع کئے گئے ہیں۔ اُن میں سے ڈیڑھ لاکھ آپ اپنی شادی میں خرچ کر سکتے ہیں +

راجکمار نے مسترت آمیز لہجہ میں بولے۔ آپ کی مرضی کے مطابق مَیں اپنی ـــــ نے کے لئے تیار ہُوں۔ آپ پنڈتوں کو بُلا کر شادی کی ساعت دریافت کیجئے۔ اور انتظامات کی طرف توجّہ دیجئے۔ اتنا کہتے کہتے پرتھا کا شگفتہ چہرہ اُن کی نگاہوں کے سامنے اسی دلفریب انداز سے ناچنے لگا۔ فرطِ مسترت سے باچھیں کھِل گئیں۔ اور دل سینے میں دھک دھک کرنے لگا۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔ جیسے دُھوپ میں بھی کبھی کبھی ترشح ہوتا ہے۔ اِسی طرح انسان بھی کبھی کبھی خوشی میں روتا ہے +

دیوان جی لجاجت آمیز آمیز انداز سے بولے۔ انتظام کرنے میں کتنی دیر لگے گی؟ صرف آپ کے حکم کی دیر ہے۔ آپ نے جہاں زبان ہلائی بس دو دن میں ہی سب کچھ ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر دیوان جی نے ذرا ٹھہر کر پوچھا۔ "شادی تو پرتھا کے ساتھ ہی ہوگی نا؟"

راجکمار نے ہنس کر کہا۔ اس ارادہ میں مجھے کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں اسے تو والد مرحوم خود ہی طے کر گئے ہیں +

دیوان جی ایک رُوکھی پھیکی ہنسی کا نظارہ دکھا کر بولے ہاں! یہ تو میں بھی جانتا ہُوں۔ اور اِس میں بھی مجھے شک نہیں۔ کہ پرتھا ہر طرح سے آپ کے قابل ہے۔ مگر مَیں نے دوبارہ اِس وجہ سے پُوچھا۔ کہ کہیں اس کی شادی کے تعلّق میں ہمیں مشکلات اور آفات کا سامنا نہ کرنا پڑے +

راجکمار نے تحیّرانہ انداز سے پُوچھا۔ مُشکلات اَور آفات کیسے؟

"مُشکلات! مُشکل تو ایسی کچھ نہیں ہے۔ تاہم سوسائٹی یا ذات برادری میں کوئی ایسی بات نہ پیدا ہو۔ جس سے بعد میں نجات نصیب ہو مجھے صرف اِسی بات کا خوف ہے"!

"سوسائٹی یا ذات برادری میں کیا ایسی بات اُٹھے گی؟ پرتھا کی سگائی میرے ساتھ بہت دن ہُوئے ہو چکی ہے۔ دھارمک اصولوں کے مطابق اُس کے باپ مجھے اُسے سپرد کر گئے ہیں۔ بھاونریں باقی ہیں۔ یہ سب دُنیا کے ڈھکوسلے ہیں۔ دلوں کا میل ملاپ سچّی شادی ہے، اب صرف مراسم ظاہری کی کسر پُوری کرنی ہے۔ اب سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ سوسائٹی یا ذات برادری ایسے سُلجھے ہُوئے صاف معاملہ میں کیا بات پیدا کرے گی۔ اور کیوں مجھے مطعُون کریگی"؟

دیوان جی نے مصنوعی تحمّل کا اظہار کرتے ہوئے دبنگ آواز سے کہا۔ راجکمار! ان باتوں کی خبر آپ کو نہیں۔ کسی کی مجال ہے؟ کہ وُہ آپ کے مقابلہ میں اپنی زبان کھولے۔ میرے کانوں تک وقت بے وقت ہر قسم کی باتیں پہنچا کرتی ہیں۔ اس لئے آپ سے کہتا ہوں +

"راجکمار نے بیتابانہ انداز سے کہا" کہئے آپ نے کیا سُنا ہے؟"

دیوان جی بولے۔ راجکمار! آپ مجھے بڑی مُشکل میں ڈالتے ہیں۔ ان سب باتوں کو سُن کر آپ کیا کریں گے؟ ان کا نہ سننا ہی اچھا ہے۔ میں خود ان باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ لیکن اگر آپ اصرار ہی کرتے ہیں۔ تو لیجئے۔ میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں کہتا ہُوں (اور اس کا اظہار آپ کے رُوبرو میرا فرض ہے) ..... اگر آپ کی شادی پرتبھا کے ساتھ ہو گی۔ تو برہمن سماج آپ کو پتت کر دیگی۔ اور آپ کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دے گی +

"آپ کے پاس کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

"تو کیا مَیں یُوں ہی کہہ دیا؟" یہ کہہ کر دیوان جی نے ہنستے ہنستے اپنی جیب سے خطُوط کا ایک بنڈل نکال کر راجکمار کے سامنے رکھ دیا۔

راجکمار نے اُن خطُوط پر اپنی بیتابانہ نگاہیں ڈالیں۔ اور ہر خط بغور پڑھا نبٹ یتی۔ نودیپ کاشی وغیرہ مقامات کے پنڈتوں نے رائے دی ہے کہ ایسی لڑکی کے ساتھ جس کی بہنے سگائی ہو چکی ہو۔ اور وُہ سیانی ہو گئی ہو..... شادی کرنے سے ذات خیز عیب لگتا ہے راجکمار کچھ دیر تک خاموش رہ کر افسوس ناک لہجہ میں بولے۔ دیوان جی! آپ نے یہ تمام خطُوط کب اکٹھے کئے تھے؟

دیوان جی نے ہنس کر کہا" راجکمار! دیوانی کرنا آسان کام نہیں۔ اگر اس میں چاروں طرف نگاہ نہ رکھی جائے۔ تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے کا احتمال ہے۔ آپ کا یہ شاہی خاندان بہت قدیم ہے۔ اس کو اگر ہندو سماج کا سرتاج رکھا جائے۔ تو مبالغہ نہ ہو گا۔ جب میں یہاں آیا ہوں۔ اس وقت سے پرتبھا اور آپ کے تعلق میں طرح طرح کی باتیں سُن رہا ہُوں۔ لیکن میں نے سوچا۔ کہ یکایک کوئی کام کرنا مناسب نہیں ہے۔ ادھر بالغ ہوتے ہی آپ شادی کے لئے اصرار کرنے لگے۔ میں بڑی فکر میں پڑ گیا۔ اور کوئی تدبیر نہ دیکھ کر اس وقت ... یا سے خزانہ میں روپیہ نہ ہونے کا بہانہ کیا تھا۔ مگر دل کو تسلّی نہ ہوئی کسی سے بغیر ... ن نے ایک سوال لکھ کر بھیٹ یتی۔ نودیپ۔ کاشی وغیرہ کے مشہور معروف برگزیدہ

چھند توں دیکھ پا سن بھیجدیئے۔ اُن سب کے جو جواب آئے ہیں۔ وہ آپ کے سامنے موجود ہیں آپ سوال وجواب دونوں پڑھ کر جو مناسب سمجھیں۔ کریں۔

راجکمار بے چینی سے غور وخوص کرنے لگے۔ مگر جب قوّتِ خیالہ نے جواب دے دیا۔ تو تھوڑی دیر بعد دیوان جی بولے۔ آج اِن سب باتوں کو رہنے دیجئے۔ مَیں دو چار دِن بعد غور وخوض کر کے آپ سے کہوں گا۔

اپنی کوششوں میں کامیابی دیکھ کر دیوان جی دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے۔

چھٹا باب

ہَل چَل

بھوپیندر ناتھ کے دل میں ایک زبردست ہَلچَل مچ گئی۔ وُہ دل ہی دل میں سوچتے۔ پریتھا کو اپنے حسن پر بڑا ناز ہے۔ وُہ مُدمّغ ہے۔ اُس کی نسبت وُہ عموماً سوچا کرتے تھے۔ کبھی کبھی اُن کے دل میں خیال آتا۔ کہ پریتھا کے ساتھ شادی کرنے سے مجھے اپنے تمام عیش وآرام سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ زندگی تلخ ہو جائے گی۔ مگر سوائے اِس ایک خاص بات کے پریتھا کی زندگی میں اُنہوں نے اور کوئی عیب نہ دیکھا پریتھا کا حُسن دلکش تھا۔ گویا وُہ پاکی کی ایک مجسّم اور نورانی تصویر تھی۔ اُس کے ناز وانداز میں ایک دلفریب متانت اور بات چیت میں ایک رُوحانی لطافت۔ آنکھوں میں شرم وحیا کی جھلکتی ہوئی تصویر خیالات میں پاکیزگی تھی۔ مگر راجکمار کے یہ خوبیاں ذہن نشین نہ ہوئیں۔ اُنہوں نے صرف یہی سمجھا۔ کہ اس کی ایک ایک حرکت سے غرُور اور خود داری ٹپکتی تھی۔ بھوپیندر ناتھ کو یقین کلّی تھا۔ کہ پریتھا کے دل پر پاپ کا عکس بھی نہیں پڑ سکتا۔ اگر اُنہوں نے پریتھا کو کبھی اپنی آنکھوں نہ دیکھا ہوتا۔ تو شاید وُہ دیوان جی کے قابلِ نفرت اشاروں پر یقین بھی کر لیتے مگر وُہ تو اُن کی لڑکپن سے دیکھی ہوئی تھی۔ اس کے عادات واطوار سے وہ بخوبی واقف تھے۔ لڑکپن میں جو اُن دونوں کے درمیان پاک محبت تھی۔ وہی محبت اِسوقت دریائے آزمائش میں غوطے کھا کھا

کو وُہ پرشمع زندگانی جیتی تھی۔ بھوپیندر ناتھ نے پریتھا کو بھی کئی بار دیکھا تھا۔ اور جُوں جُوں اُسے دیکھتے تھے۔ توں توں ان پر پریم کا رنگ گاڑھا ہوتا جاتا تھا۔ اس کے چہرے کی کشش راجکمار کے دل کو بار بار اپنی طرف کھینچتی تھی۔ دیوان جی بھی اس بات کو سمجھ گئے تھے۔ اور اسی لئے وُہ اس بات کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کہ پریتھا کے ساتھ شادی کرنے سے سوسائٹی مطعُون کرے گی ؛۔

راجکمار دیوان جی کے اس بات کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔ وُہ سوچنے لگے پریتھا برہمن کی لڑکی ہے۔ عالی نسب خاندان ہے۔ اس کی زندگی بہت سادہ اور پاک ہے۔ میرے ساتھ اس کی سگائی ہو چکی ہے۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ وُہ ہونہار راج بہو ہے۔ دونوں خاندانوں میں نہ معلوم کتنی مرتبہ تحفہ تحائف بھیجے جا چکے ہیں اور اب بھی وُہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ پریتھا مجھے اپنا شوہر سمجھتی ہے۔ اور میں بھی اُسے ہونے والی بیوی خیال کرتا ہوُں۔ پھر نہیں معلوم سوسائٹی کیوں مطعُون کرے گی۔ یہاں تو کسی کا پاپ بھی نہیں کیا گیا۔ پھر کیوں یہ خیالات اُٹھ رہے ہیں؟ اِس شادی کے کرنے سے مجھے کون سا ماجک پاپ لگے گا +

بہت دیر تک غور و خوض کرنے پر بھی راجکمار کی سمجھ میں یہ اسرار نہفتہ نہ آیا پریتھا سے جو اُنہیں محبت تھی۔ اس کا سوتا اگر عادتاً اپنی روانی جاری رکھتا تو نہ معلوم وُہ اس بہاؤ میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے۔ مگر دیوان جی کی اِس چال سے وُہ یکایک سنبھل بیٹھے۔ اور تمام آنے والی آفات و مصائب کو دُور کرنے کے لئے وُہ چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارنے لگے راجکمار بھوپیندر ناتھ نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا۔ کہ سوسائٹی خواہ کچھ کرے۔ پریتھا میری ہے۔ اور اُس کے ساتھ میں ضرور ہی شادی کروُنگا۔ اگر مجھے پریتھا نہ ملی۔ تو میں اِس دھن دولت عزت و ثروت کو دُور ہی سے سلام کرُونگا +

یہ عہد کر کے راجکمار اندرُون خانہ میں داخل ہوئے۔ راجکمار کی ماں مر چکی تھی۔ تمام محل سُونا اور اُداس نظر آتا تھا۔ در و دیوار پر غمگینی چھائی ہوئی تھی۔ ایک ضعیف دادی کے سوا راجکمار کے گھر میں اور کوئی نہ تھا۔ دادی بھوُپیندر ناتھ کو بہت پیار کرتی تھی۔ اور بھوُپیندر ناتھ بھی بہت ادب و محبت سے پیش آتے تھے۔ راجکمار نے اس خاص مضمون پر دادی سے بات چیت کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اُسے پُوجا میں مشغول دیکھ کر اُلٹے پاؤں واپس آ گئے۔ اور اپنی ماں کی خواب گاہ میں چلے گئے +

راجکمار اس کمرے میں بہت دنوں سے نہیں گئے تھے۔ جب وہ یہاں آتے تھے۔ تو انہیں اپنی طفلانہ شوخیوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار جاری ہوجاتی تھی۔ آج بھوپیندر ناتھ کی طبیعت ٹھکانے نہ تھی۔ وہ کمرے میں جاکر پلنگ پر بیٹھ گئے۔ اور کچھ سوچنے لگے۔ سامنے کی دیوار پر اُن کے ماں باپ کی دو روغنی تصویریں آویزاں تھیں یکایک اُن کی نظریں اُن تصویروں پر جا پڑیں۔ انہیں ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ گویا اُن تصویروں میں سے جنک اور جنی دونوں ہی مجھ پر رحم آمیز نگاہیں ڈال رہے ہیں۔ راجکمار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنسوؤں کی آڑ میں فرزندانہ محبت پناہ گزین تھی۔ دل میں احساسات اور تخیلات کا ایک بیچین کرنے والا درد محسوس ہوا آنسوؤں نے شمعِ فکر کو روشن کر دیا۔ "آہ! ماں باپ کے سایہ اور شفقتِ بزرگانہ سے محروم بھوپیندر ناتھ آج دنیا میں اکیلا ہے۔ اس کا کوئی غمخوار و صلاح کار نہیں۔ کون ہے؟ جو اس سے سچی محبت کرتا ہے۔ کوئی اس کے سکھ میں سکھی نہیں۔ کوئی اس کے دُکھ میں دُکھی نہیں"۔ ایک تو دیوان جی کے ساتھ گفتگو کرنے کی وجہ سے اُن کی طبیعت مکدر ہو رہی تھی۔ اس پر مرحوم والدین کی یاد نے اور بھی بے چین کر دیا۔ وہ بڑی دیر تک خاموشی کے ساتھ آنسو بہاتے رہے۔

جیسے شبنم کے موتیوں سے پھولوں کی گرد دھل کر صاف شفاف ہوجاتی ہے۔ اور اُن پر ایک خاص قسم کی تازگی و دلفریبی آجاتی ہے۔ وہ نکھر کر بہت سہانے معلوم ہوتے ہیں اسی طرح راجکمار چشم پُر آب نے آنسوؤں کی لگاتار بارش سے اُن کے دل کی تمام سطحی گرد دھو دی وہ اُٹھے اور آہستہ آہستہ اسی کمرے میں ٹہلنے لگے۔ اتنے میں ایک دوسری دیوار پر لٹکی ہوئی دو تصویروں پر اُن کی نظریں جا پڑیں۔ راجکمار نے دیکھا کہ ان دونوں تصویروں میں سے ایک تو خود انہیں کی ہے۔ اور دوسری پربھا کی۔ راج ماتا نے اُن دونوں تصویروں کو اپنے ہاتھ سے وہاں لٹکایا تھا۔ اور اُن کے نیچے اپنے ہاتھ سے اُنہوں نے لکھا تھا: "راجکمار شریمان بھوپیندر ناتھ اور راج بھکو شریمتی پربھا"۔

تصویروں کو دیکھتے دیکھتے راجکمار کے دل میں ایک پُرانی یاد تازہ ہوگئی۔ ایک مرتبہ راجکمار کے ساتھ پربھا کی شادی کرنیکے لئے راج ماتا نے بہت ہی اصرار کیا تھا۔ مگر راجہ بہادر نے لڑکی کی عمر کم بتا کر کسی طرح انہیں اس موقع پر ٹال دیا تھا۔ رانی خاموش ہوگئی۔ مگر اُس کے دل [illegible] تو ایک حسرت سی لگی رہتی تھی۔ راجہ بہادر نے اس [illegible] تو اُنہوں نے کسی طرح

راجکمارکی پربھا کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے سگائی کرا دی۔

راجکمار کو اس کے علاوہ اور بھی ایک بات یاد آگئی۔ پربھا اس وقت گیارہ برس کی کمسن لڑکی تھی۔ اور کھلنے کی تیاری کرتی ہوئی پھول کی کلی کی طرح بہت ہی دلفریب معلوم ہوتی تھی۔ سگائی کے دن جب وہ زیوروں اور کپڑوں سے ملبوس ہو کر راج محل میں آئی تھی۔ تو اس کے نورِ حسن سے تمام کمرہ جگمگا اٹھا تھا۔ جیسے سورج کی کرنیں جب ایک جگہ متحد ہو جاتی ہیں۔ تو ان میں ایک شعلہ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ وہی نظارہ اس وقت بھی تھا۔ راج ماتا اُسے گود میں بٹھا کر مسرت کے آنسو بہا رہی تھی۔ پربھا کا چہرہ اس وقت ایک متین ملاحت سے منور تھا۔ اس کی بڑی بڑی نرگسی آنکھوں سے اخلاقی تہذیب اور شرم و حیا کی روشنی جھلک رہی تھی وہ ایسی سنگ گام نظر آتی تھی۔ گویا قدرت نے اُسے اس مادی دنیا کے لئے نہیں بلکہ کسی ہوائی کُرہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ شاعرِ نازک خیال اس سے بہتر تصویر اپنے ذہنِ رسا میں نہیں لا سکتا تھا۔ اُس نے میری طرف آرزومندانہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ مگر دیکھتے دیکھتے اُس کی گردن طفلانہ شرم سے جھک گئی تھی۔ اور رخساروں پر شرم کی ایک ہلکی سی پرچھائیں ناچتی ہوئی نظر آتی تھی آنکھوں نے رموزِ حقیقت کے موتیوں کی بارش کی تھی۔ اس کے بعد ماں نے چاہا تھا کہ مجھے اور پربھا کو ساتھ ساتھ کھڑا کر کے دونوں کی تصویریں لی جائیں۔ مگر پربھا نے شرم کے مارے اپنی گردن اور سر اس قدر جھکا دیا کہ باوجود متواتر کوششوں کے تصویر نہ لی جا سکی۔ تب ماں نے میری اور پربھا کی تصویریں علیحدہ علیحدہ لیں اور پھر دونوں کو ایک جگہ کر دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے دونوں کے نام لکھے۔ راجکمار ان دونوں تصویروں اور ماں کے ہاتھ سے لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر کہنے لگے۔ جب ہم دونوں کو ہمارے ماں باپ اکٹھا کر گئے ہیں۔ تب کس کی مجال ہے؟ کہ وہ ہمیں جدا کر سکے۔ پربھا خواہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو۔ اُس کی زندگی کیساتھ میری زندگی اس طرح وابستہ ہے۔ کہ کوئی دنیاوی طاقت اس پاک رشتہ کو نہیں توڑ سکتی +

راجکمار انہیں مسرت آمیز خیالات میں محو تھے۔ اتنے میں ایک نوکرانی نے آکر کہا۔ راجکمار آپ کو دادی جی بلا رہی ہیں۔ وہ فوراً ہی اس کمرے سے باہر نکل آئے +

ساتواں باب

دادی کی رائے

بھوپیندر ناتھ دادی کے پاس جا کر انہیں پرنام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ راجکمار کا اُترا ہوا چہرہ اور مایوسانہ نگاہیں دیکھ کر دادی جی نے بیتابانہ انداز سے پوچھا۔ بیٹا! آج تم پریشان خاطر اور مغموم کیوں ہو؟ آج کل تم کہاں رہتے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ محل میں تو تم کبھی دکھائی ہی نہیں دیتے۔ آج میں نے تمہیں کئی دنوں بعد دیکھا ہے۔

بھوپیندر ناتھ نے کہا۔ دادی جی! مجھے [illegible] تکلیف نہیں ہے۔ اس کے لئے آپ فکر نہ کریں۔ میں کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں۔ کہ آپ سے ایک خاص معاملہ میں رائے لوں۔ مگر سوچتے سوچتے آپ کے پاس آج آیا ہوں۔

"کہو بیٹا! وہ کونسی بات ہے؟"

"بات اور کچھ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ آپ کی بہو کو اب جلدی لے آؤں"!

"بیٹا! یہ کیا کہتے ہو۔ ایسی میری قسمت کہاں؟ جو ان آنکھوں سے اُسے دیکھوں۔ یہ کہتے کہتے ضعیفہ کا گلا بھر آیا۔ اور مرحوم لڑکے اور بہو کی یاد نے دل میں آرزوؤں اور حسرتوں کی دھوم مچا دی۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوؤں کی بوندیں گرنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ رقت وورد کے اُمڈتے ہوئے دریا کو بمشکل ضبط سے روک کر بولی۔ "ہائے! بہو کی یہ لالسا دل ہی میں رہ گئی۔ یہ دن دیکھنے کی اُس کے دل میں کتنی آرزو تھی۔ اس دن کیلئے اُس کیسی کیسی منتیں مانی تھیں۔ کیا ابھی اُس کے مرنے کے دن تھے؟ بدھاتا! تو نے یہ کیا سوچا؟ میں پاپن جیتی رہی۔ اور وہ سب چل بسے۔ میری قسمت میں ہی سب کا دکھ دیکھنا لکھا ہوا تھا۔ بھگوان! اب مجھے جلدی پار لگاؤ"!

دادی کی ان باتوں سے راجکمار کے دل پر بھی چوٹ لگی۔ مگر انہوں نے مردانہ ضبط سے دل کو روک کر کہا۔ دادی جی! جو ہونا تھا۔ ہو گیا۔ اب گئی گزری باتوں کی یاد اور اُن کے تذکرہ

سے کیا فائدہ ؟ ہم سب کی قسمت میں جو لکھا تھا۔ وہی ہوا۔ ماں کی قسمت میں نہیں لکھا تھا
کہ وہ بہو کا سکھ اٹھائیں۔ مگر اب ایسا کرو۔ کہ تم تو بہو کا منہ دیکھ لو"

"بیٹا! مجھے کیا بہو کے منہ دیکھنے کی لالسا نہیں ہے۔ میں نے تمہارے باپ سے کتنی مرتبہ کہا۔
کہ بیٹا! بھوپیندر کی شادی کر دو۔ کہ مرنے سے پہلے ایک بار تو بہو کا منہ دیکھ لوں۔ اور تمہاری ماں
کی تو میں کیا کہوں ؟ وہ تو پپیہا کی طرح رٹ لگائے رہتی تھی۔ پرتبھا کو بہو بنانے کے لئے وہ
باولی سی ہو گئیں تھیں۔ آہا! جیسی میری بہو تھی۔ ویسے ہی اُس نے اپنے لئے بھی تلاش کی
تھی۔ پرتبھا کیا تھی۔ سونے کی پرتما (مورتی) تھی۔ اُس وقت اُس کی عمر گیارہ برس کی تھی۔
شادی کا وقت بھی وہی تھا۔ مگر اُس کے باپ نے کمسنی کی شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ میں اُس
کی بات سن کر دھنگ رہ گئی۔ اُس وقت پنڈتوں نے نہ معلوم کیا سوچ کر کہہ دیا۔ کہ اگر شادی
نہ کرو۔ تو سگائی ہی کر دو۔ میں کیا جانوں ؟ کہ سگائی کسے کہتے ہیں۔ میں تو ایک شادی ہی
جانتی ہوں۔ جیسے آج کل کے لوگ اُلٹے ہیں۔ ویسے ہی شاستر بھی اُلٹے ہو گئے ہیں۔ میں نے
تمہارے باپ سے کہا۔ بیٹا! اگر شادی کرنی ہو تو کر ڈالو۔ میں یہ "سگائی وگائی" نہیں جانتی۔ تمہارے
باپ نے کہا: "اُسے بھی ایک طرح کی شادی سمجھو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ بہو ابھی گھر نہیں آئیگی۔
دو چار برس بعد آئے گی۔ میں نے کہا۔ بیٹا! میں ان سب باتوں کو کیا سمجھوں تمہیں جو اچھا معلوم
ہو وہی کرو۔ بھوپیندر! اس رسم کو ادا ہوئے آج کچھ برس ہو گئے۔ بہو تو اب تک گھر نہ آئی
سگائی کو شادی کیسے سمجھوں ؟ بغیر بھانوریں پڑے ہوئے کہیں شادی ہوتی ہے۔ پرتبھا
کو اس وقت گھر لے آتے تو کیا وہ اس وقت کلکتہ میں میموں کی طرح [illegible] ہوا
خوری کرتی یا لڑکوں کے ساتھ سکول میں پڑھنے جانے پاتی۔ پرتبھا کے بارہ میں میں نے
اور نہ معلوم کیا کیا باتیں سنی ہیں۔ بیٹا اُن کا تذکرہ تمہارے رُوبرو کیا کروں ؟ اگر اُس وقت
سات پھیرے پھیر لئے جاتے۔ تو آج اس خاندان میں کلنک لگانے کی کیسے جرأت ہوتی۔
جس وقت سگائی ہوئی تھی۔ میرا سینہ اُسی وقت دھڑکنے لگا تھا۔

دادی کو بیچ میں ہی روک کر بھوپیندر ناتھ نے کہا۔ دادی جی! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔
یہ آپ سے کس نے کہا۔ کہ پرتبھا کلکتہ میں میموں کی طرح ہوا خوری کرتی پھرتی ہے۔ اور لڑکوں
کے ساتھ سکول میں پڑھنے جاتی ہے۔ یہ سب بالکل جھوٹ ہے۔ میں جب کبھی کلکتہ جاتا ہوں
اُسے خود اپنی آنکھوں دیکھ کر آتا ہوں۔ وہ لڑکوں کے سکول میں کیوں پڑھنے لگی ؟ جس سکول

میں وُہ تعلیم پاتی تھی۔ وُہ تو لڑکیوں کا ہے۔ اور اس وقت تو وُہ اس وقت تو وُہ پڑھتی نہیں اپنے گھر پر ہی پڑھتی ہے۔

"تو تم جیسا کہتے ہو۔ ویسا ہی ہوگا۔ بیٹا! مجھے تو بہت باتیں آتی نہیں۔ مگر پریتھا کی عُمر اب تقریباً سترہ برس کی ہوگی۔ اتنی سیانی لڑکی اب بھی کنواری ہے رام رام! سُن کر بھی شرم آتی ہے۔ اُس کے ماں باپ نہیں ہیں۔ تو کیا ہوا؟ بھائی تو ہے۔ اس نے اپنی بہن کی شادی اب تک کیوں نہیں کی؟"

"وُہ تو پہلے ہی شادی کر دیتا صرف اپنی طرف سے منظوری نہیں دی گئی۔ اِسی وجہ سے اتنا تامّل ہُوا!"

جب تمام پنڈت منع کر رہے ہیں۔ تب ہم کیسے قبول کر لیں؟ اور وُہ منع نہ بھی کریں۔ تو کیا مَیں ایک سترہ برس کی عورت کو اپنی بہو بناؤں گی؟ تم نے پریتھا کے بھائی کو یہ بات کیوں نہ جتا دی؟"

"کیا بات"

"یہی پنڈتوں کی رائے! مَیں نے اُسی وقت تمہارے باپ سے کہا تھا۔ کہ دُنیا کی رائے کے خلاف کام مت کرو۔ ورنہ بعد میں کہیں کوئی جھگڑا اُٹھا تو تمام زمانہ میں اس کا چرچا ہوگا بدی ہوگی۔ ہمارے خاندان میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اوروں کے یہاں بھی نہیں ہوتا ہے اِس لئے شادی کرنی ہو تو کر ڈالو۔ ورنہ کچھ مت کرو۔ مگر لڑکے نے میری بات نہ مانی۔ اور اب یہ وقت آگیا۔ کہ ہر طرف سے لعنت ملامت کی صدائیں آ رہی ہیں۔"

بھوپیندر ناتھ نے پُوچھا۔ پنڈتوں کی رائے کیا ہے؟

"کیا تم نے نہیں سُنا؟ آج کئی دنوں سے جہاں دیکھو۔ وہاں یہی تذکرہ چھوٹے بڑے سب کی زبان پر رہتا ہے۔ پریتھا اور اُس کے بھائی کی شکایت سُنتے سُنتے میرے کان پک گئے ذات برادری کی قیود کو تو سُنتی ہُوں کہ وُہ توڑ ہی بیٹھے ہیں اور اتنی سیانی لڑکی کو گھر میں بٹھا رکھنے سے کیا کبھی برادری رہ سکتی ہے؟ ہمارے رشتہ دار اور اہل برادری سب اسی بات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بیٹا! تم تو کبھی گھڑی بھر کیلئے بھی محل میں نہیں آتے۔ باہر ہی باہر رہتے ہو۔ تمہاری شادی کر دینے کے لئے تو میں کئی دن سے فکر میں ہُوں۔ مجھ سے دیوان جی نے پُوچھا تھا۔۔ پریتھا کے بارے میں جو اتنی باتیں سُن پڑتی ہیں۔ اُنکے متعلق کیا خیال کرنا چاہئے جس نے

کہا۔ بھائی میں کیا جانوں؟ پنڈتوں سے پوچھو۔ دیوان جی نے کہا۔ پنڈت لوگ تو اپنی رائے پہلے ہی دے چکے ہیں۔ میں نے کہا تو تمہیں جو مناسب معلوم ہو۔ وہی کرو...... صرف ہماری بےعزتی نہ ہو۔ اور کوئی عیب نہ ہو۔ دیوان جی نے تو پنڈتوں کی رائے پہلے ہی لے لی تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا۔ نہیں اب پرتبھا کے ساتھ شادی نہ ہو سکے گی۔۔ اگر ہو گی بھی۔ تو سوسائٹی بغیر مطعون کئے ہوئے نہ رہے گی۔" یہ سنتے ہی میرا تو خون خشک ہو گیا۔ دیوان جی نے کہا ماتا جی میں بڑی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ اب آپ ہی بتائیے۔ میں کیا کروں؟ میں نے کہا۔ دیوان جی! اب آپ اس شادی کا خیال تو چھوڑ دیجئے۔ اور بھوپیندر کے لئے کوئی بہت عمدہ۔ عالی نسب عالی خاندان اور حسین لڑکی تلاش کرو۔ بس اسی دن سے لڑکی کی تلاش ہونے لگی۔ کل دیوان جی ایک لڑکی لائے تھے واہ لڑکی کیا ہے۔ کنول کا پھول ہے۔ میں نے وہی لڑکی تمہارے لئے پسند کی ہے تمہاری شادی اسی کے ساتھ ہو گی۔ وہی میری بہو ہو گی۔ میں جیسی بہو چاہتی تھی۔ وہ ویسی ہی ہے۔ اسے دیکھ کر تم پرتبھا کو بھی بھول جاؤ گے!"

بھوپیندر ناتھ نے تحیرانہ انداز سے پوچھا۔ وہ کہاں ہے؟ میں بھی تو اسے ذرا دیکھوں۔

"ضرور دیکھو۔ تمہارے دیکھنے کے لئے ہی تو اسے اتنی دور سے بلایا ہے۔ آج شام کو وہ یہاں آئے گی۔ اسی وقت تم یہاں آ جانا۔ اور دیکھ لینا

بھوپیندر ناتھ کے منہ سے صرف "اچھا" کو چھوڑ کر اور کوئی لفظ نہ نکلا وہ طرح طرح کے خیالات سوچتے ہوئے وہاں سے چل دئے +

آٹھواں باب

دوست کا مشورہ

بھوپیندر ناتھ اندرون خانہ سے اپنی نشست گاہ میں آئے۔ وہاں آ کر انہوں نے دیکھا کہ ان کے جگری دوست بابو نریش چندر پہلے ہی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ملاقات کیلئے بےچین ہو رہے ہیں۔ راجکمار کو دیکھ کر نریش چندر نے ہنستے ہوئے کہا "آج آپ کو بہت دیر

لگی۔ اِن دونوں میں جب کہ آپ کی شادی نہیں ہوئی تب آپ کو اندرُون خانہ میں اتنی دیر لگتی ہے۔ جب شادی ہو جائے گی۔ تو آپ کے درشن ملنے مُشکل ہو جائینگے۔ اور ہاں! یہ تو بتائیے کہ آپ کا چہرہ اُداس کیوں ہے؟ ایسی کیا بات ہوئی؟ راجکمار نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ بات تو ایسی ہوئی ہے۔ کہ آنکھوں سے ساون بھادوں کی طرح بارش ہونی چاہیئے مگر ابھی بادل ہی دکھائی دیتے ہیں۔ بھائی نریش! مَیں سچ کہتا ہُوں۔ آج مَیں نے جو باتیں سُنی ہَیں۔ اُن پر مجھے بہت رونا آتا ہے!

"رونا آتا ہے۔ یہ آپ کیا کہتے ہیں؟ بات کیا ہے؟ آپ کی رانی صاحبہ تو اچھی ہیں"؟

"رانی صاحبہ! رانی صاحبہ کی تو صفائی ہونی چاہتی ہے۔ معلُوم ہوتا ہے۔ چندر تیجھا کو مَیں ہات سے کھو دُونگا۔ اتنا کہتے کہتے کبھُو پیندر ناتھ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور بھرا ہوُا پیمانہ ذراسی جنبش سے چھلک پڑا +

نریش نے راجکمار کی باتوں کا کچھُ بھی مطلب نہ سمجھا۔ اِس لئے ہمدردانہ لہجہ میں پُوچھا۔ چندر تیجھا کو کیا کوئی تکلیف ہو گئی ہے؟ کیا کوئی خط آیا ہے؟ راجکمار کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ ذرا دیر ٹھہر کر بھرّائی ہوئی آواز سے بولے۔ ہاں! چندر تیجھا کا خط تو آیا ہے۔ مگر اُسے کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔ وُہ اچھی طرح ہے۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ دو چار دن میں کلکتہ جا کر اُسے دیکھ آؤنگا۔ اور شادی کا ذکر بھی کرُوں گا۔ مگر یہ [illegible] اُٹھ کھڑا ہوُا ہے کہ اس سے سب کچھُ مٹی میں ملا جا رہا ہے۔ میرے تمام ارمانوں و حوصلوں پر پانی پھرا جا رہا ہے۔ مجھ پر اور چندر تیجھا پر گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ کیا کرُوں کچھُ سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ مَیں تمہیں بُلانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا۔ اچھا ہوُا کہ تم خود ہی آگئے۔ تم میرے جگری دوست ہو۔ اسوقت اگر کوئی مجھے اس مُصیبت سے بچا سکتا ہے۔ تو وُہ بلا شُبہ تم ہو۔ مَیں نے بُری صُحبت قطعی ترک کر دی ہے۔ تم سے مجھے بہت فیض پہنچا ہے۔ چندر تیجھا کے متعلق میرے دل میں جو بُرے خیالات تھے اُنہیں تمہیں نے دُور کیا ہے۔ وُہ کتنی پاک نیک اور باہُنر لڑکی ہے۔ یہ بھی مجھُے تم سے معلُوم ہوُا مَیں نے اب سمجھا ہے۔ کہ مَیں چندر تیجھا کے قابل نہیں ہُوں۔ مگر [illegible] عجیب ہے کہ جب میری نظروں میں اس کی وقعت ہوئی اور اسکے لئے بیچین ہوُا۔ توں ہی وُہ اُسے اُٹھا کر کہیں اور پھینکنا چاہتا ہے۔ اتنا کہہ کر بھُوپیندر ناتھ نے نریش کو وُہ تمام حالات بلا کم و کاست سُنا دئیے جو دیوان جی اور [illegible] بات چیت ہوئی تھی۔

اُنہیں سُن کر نریش دریائے غور و فکر میں ڈوب گیا۔ ذرا دیر بعد اُس نے کہا: "دیکھو میں کسی کی بُرائی کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اگر تم ناراض نہ ہو۔ تو میں کہوں۔ مجھے یقین کُلّی ہے۔ کہ یہ تمام جال دیوان جی کا پھیلایا ہوا ہے"؛

بھوپیندر ناتھ نے کہا۔ بھائی! دیوان جی کو کیوں قصور وار ٹھہراتے ہو۔ اُن کا کوئی قصور نہیں میں نے دادی جی سے جو سُنا ہے۔ اور دیوان جی کے ساتھ بات چیت کر کے جو کچھ سمجھا ہے اُس سے تو دیوان جی کا کوئی قصور نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ان کی یہ دلی خواہش معلوم ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ شادی ہو جائے۔ مگر بیچارے کیا کریں؟ پنڈتوں نے جو رائے دی ہے اُس کے برخلاف کیونکر عملدرآمد کیا جائے۔ وُہ میرے سچّے بھی خواہ ہیں اسلئے آگے پیچھے سب باتیں سوچ سمجھ کر کام کرتے ہیں۔ انہیں قصور وار کہنا تمہاری غلطی ہے"؛

نریش چندر ہنس کر بولے۔ اگر تم دیوان جی پر اس قدر اعتبار نہ کرتے۔ تو تم ایسی مصیبت میں کبھی نہ پڑتے۔ اس وقت تم اپنا یہ اعتبار اپنے ہی پاس رکھو۔ میں اِس ضمن میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جب وقت آئے گا۔ تب کہونگا۔ اس وقت میں پنڈتوں کی رائے کے متعلق میں صرف اِسی قدر کہتا ہوں۔ کہ اس بارہ میں اس قدر فکر اور گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ جن پنڈتوں نے شادی کے برخلاف رائے دی ہے۔ ذرا سی کوشش کرنے سے وُہ شادی کے حق میں بھی بھتّے دینے پر تیار ہو جائینگے"؛

"وُہ کس طرح"؛

"کچھ روپے خرچ کرنے پڑینگے۔ کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ روپے میں ہر قسم کی طاقت ہے"؛

"نریش! میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پنڈت کیا ایسے ذلیل ہو گئے ہیں کہ روپے کی لالچ میں آ کر شاستروں کے احکام میں بھی اُلٹ پھیر کر دینگے"؟

"بھیا! معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم تریتا یگ کے جیو ہو۔ ہائے ملک کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ اس کی تمہیں کچھ بھی خبر نہیں۔ شاستروں کا قصہ بس ہیں۔ اُن سے تم جیسی رائے چاہو لے سکتے ہو۔ اور پنڈتوں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وُہ تو ایک دن میں ایک ہی بات کو دس طرح پر بتا دیتے ہیں۔ اگر وُہ اتنا بھی نہ کر سکیں تو وُہ پنڈتائی کس بات کی؟ دیوان جی نے پنڈتوں سے جو رائے لی ہے۔ اگر تم چاہو تو اُسی سے اُس کے برخلاف باتیں پیدا کر سکتے ہو۔ یہ تو بہت آسان بات ہے۔ تم دادی جی اور دیوان جی سے یہ کہہ دو۔ جس لڑکی سے سگائی ہو چکی ہے۔ صرف اُسی

لڑکی سے شادی کرنا مناسب ہے۔ نہ کرنے سے پاپ ہوگا۔ سمجھئے؟"

بھوپیندر ناتھ کے دماغ میں ایک زبردست ہلچل مچ گئی۔ وُہ نریش کی باتیں اچھی طرح نہ سمجھ سکے۔ دیوان جی پنڈتوں کو روپیہ کیوں دینے لگے؟ پربھا کے ساتھ شادی کرنے کے برخلاف جدوجہد کرنے کی اُنہیں ضرورت ہی کیا تھی؟ اِس میں اُن کا کیا فائدہ ہے؟ پربھا کے ساتھ ان کی ناراضگی کا کیا سبب ہے؟ راجکمار کا دل جب انہیں اِن سوالات کا جواب نہ دے سکا۔ تو انہوں نے سمجھا۔ کہ نریش دیوان جی پر جھوٹی تہمت تراشتا ہے۔ کچھ دیر بعد وُہ بولے۔ "اچھا! اگر پربھا کے ساتھ شادی کرنے کے متعلق رائے مل سکتی ہے۔ تو کیا اُسے اکٹھا کرنے میں کوئی فائدہ ہے"؟

"فائدہ کیوں نہیں ہوگا؟ اگر پربھا کے ساتھ شادی کرنا بہتر سمجھتے ہو۔ تو اُسے ضرور ہی جمع کرنا چاہئے"؟

"مگر ایسا کرنے سے تو دیوان جی کی ایک طرح سے بے عزتی ہوگی۔ اور وُہ مجھ سے چڑھ جائیں گے"۔

"اگر دیوان جی کو چڑھانا نہ منظور ہو۔ تو پھر پربھا کے ساتھ شادی کا خیال چھوڑ دو۔ میں تو جو کچھ سمجھتا ہوں صاف صاف کہہ دیتا ہوں۔ مگر اس سے کہیں مجھ سے نہ ناراض ہو جانا"۔

"نہیں۔ نہیں۔ تم ایسا خیال بھی نہ کرو۔ اس میں ناراضگی کی بات کیا ہے؟ اس وقت مجھ پر بڑی بھاری مُصیبت آپڑی ہے۔ اس لئے میں تمہاری نصیحت کی دل سے قدر کروں گا ناراض کیوں ہونے لگا"؟

"میں تو خیال کرتا ہُوں۔ کہ تم پر کوئی مُصیبت نہیں ہے۔ اور نہ اُس کے لئے تمہیں کسی کے پند و نصائح کی ضرورت ہی ہے۔ جو کچھ تھوڑی بہت گڑبڑ ہے۔ وُہ کسی قدر روپیہ خرچ کرنے اور پنڈتوں کو اُلٹی سیدھی پٹی پڑھانے سے جاتی رہے گی"۔

"تو یہ دونوں کام پوشیدہ طور پر حکمت عملی سے کرنے چاہئیں"۔

"اگر آپ یہ پوشیدہ طور پر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا ہی کیجئے۔ لیکن اتنا میں کہے دیتا ہوں کہ یہ پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اسلئے بہتر ہوگا۔ کہ آپ بخوبی سے - - - یہ کا انجام دیں"۔

"علانیہ طور پر کرنے سے تو دیوان جی چڑھ جائینگے"۔

"چڑھ جائینگے۔ تو چڑھ جانے دیجئے۔ اس کی آپ کو فکر ہی کیا ہے؟ کل اگر دیوان جی نہ رہیں گے۔ تو کیا آپ کا کام نہ چلے گا؟"

"چلیگا۔ کیوں نہیں؟ مگر بات یہ ہے۔ کہ دیوان جی نہایت قابل اور قابلِ اعتبار شخص ہیں میں بذاتِ خود تو ریاست کے کاروبار سے ناواقف اور بے تعلق ہوں۔ وہی سب کچھ کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے بڑی بیفکری و آزادی رہتی ہے۔ اگر وہ نہ رہینگے۔ تو سچ مچ ہی میں بڑی مشکلات میں گرفتار ہو جاؤں گا"؟

نریش چندر بھشو پینڈر ناتھ کی یہ طفلانہ گفتگو سُن کر اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے۔ اُنہوں نے کہا بھائی بھشو پینڈر! تم نے عیش و آرام میں پڑ کر اپنے آپ کو بالکل خراب کر دیا جو کچھ کسر رہ گئی ہے۔ وُہ اب پوری ہو جائیگی۔ تم میرے بچپن کے دوست ہو۔ مجھ سے تمہاری خرابیاں نہیں دیکھی نہیں جاتیں۔ اِس لئے یہ کہتا ہوں۔ نار اض نہ ہو۔ اس وقت تم شادی کا خیال چھوڑ دو اور کاروبار کی طرف توجہ دو۔ اگر کاروبار کی طرف توجہ نہ دی تو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ پر تبھا کے ساتھ تمہاری شادی نہ ہو سکے گی"؟

"یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کاروبار سیکھنے اور شادی سے کیا تعلق ہے"؟

"اور وں کے لئے نہیں۔ مگر تمہارے لئے ان دونوں باتوں کا بڑا بھاری تعلق ہے۔ کیونکہ جب تم کام کرنا سیکھ جاؤ گے۔ تب تمہارے دل سے دیوان جی کا خوف جاتا رہیگا۔ اور تم جو کچھ کرنا چاہو گے۔ بآسانی کر سکو گے۔ میں نے بخوبی یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ صرف دیوان جی ہی تمہارے اور پرتبھا کی شادی میں مخل اندا ز ہو رہے ہیں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ ایک دن تم بھی ان باتوں کو سمجھ جاؤ گے"؟

بھشو پینڈر ناتھ نے مسکرا کر کہا۔ نریش! تمہارے دل میں یہ بات نہ جانے کیسے گھر کر گئی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ دیوان جی کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ ان کو میرے ساتھ کوئی عداوت نہیں پرتبھا کے ساتھ میری شادی ہونے سے وُہ خوش ہونگے۔ انہوں نے بارہا پرتبھا کی تعریف کی ہے بھلا وُہ اِس شادی میں رخنہ اندازی کیوں کرنے لگے؟

"تو تمہارے لئے جو ایک دوسری لڑکی تجویز کی گئی ہے۔ کیا وُہ دیوان جی کے کسی رشتہ دار کی لڑکی ہے"؟

"معلوم نہیں"

"ضرورت معلوم ہو جائیگا۔ اگر اس کا دیوان جی سے کوئی تعلق ہوا۔ تو تم اُن کی سب چالیں فوراً سمجھ جاؤ گے۔ مگر غالباً وہ دیوان جی کی کوئی نہیں ہے۔"

"تم نے کیسے جانا؟"

"اگر میں اتنا بھی نہیں جانتا تو سمجھ لیجئے۔ کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت تم ایسے بُرے مکر و فریب جال میں پھنس گئے ہو جس سے نکلنا آسان کام نہیں مگر مجھے تمہارے لئے اس قدر رنج نہیں۔ جتنا کہ پریتما کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا خیال کر کے میرے دل میں ایک درد سا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تمہیں چھوڑ کر اور کسی کو بھی نہیں جانتی۔ بیچاری معصوم لڑکی کا ستیاناس کیا جا رہا ہے۔"

یہ سُن کر یوگیندر ناتھ کے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا۔ ذرا دیر بعد وہ حسرت آمیز لہجہ میں بولے۔ پیارے نریش! کوئی ایسی تدبیر کرو۔ کہ پریتما پر آنچ نہ آئے۔"

"تدبیر تو کیا کروں۔ اس کے سوا اور کوئی سبیل نہیں۔ کہ تم اس وقت شادی کا خیال چھوڑ کر صرف کاروبار کی طرف توجہ دو۔ جب تم میں خود ریاست کے کاروبار انجام دینے کی قابلیت آجائے۔ تب پریتما سے شادی کرنا۔ اس سے پہلے اگر شادی کی خواہش کرو گے۔ تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔"

"اچھا۔ اگر میں تمہاری نصیحتوں پر عمل کروں۔ تو یہ بتاؤ۔ کہ آج دادی جی نے جو ایک دوسری لڑکی دکھانے کے لئے کہا ہے۔ اس کے متعلق کیا کیا جائے؟"

"لڑکی مت دیکھو۔"

"کیوں دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ اس کے ساتھ تو کرنا نہیں ہے۔"

"اگر شادی نہیں کرنی۔ تو دیکھنا فضول ہے۔ یوگیندر! تمہارا صاف نہ ہونا تمہارے لئے ٹھیک مجھے پسند نہیں۔ اگر تم نے پریتما کے ساتھ ہی شادی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو پھر بتاؤ کہ تم دوسری لڑکی کا منہ کیوں دیکھنا چاہتے ہو؟ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو اپنے۔ پریتما اور اس سب کی نگاہوں میں ذلیل سمجھے جاؤ گے۔ جس کا دامن پکڑو مضبوطی سے پکڑو۔ خبردار بدنیتی نہ کرنا۔ میں یہ بات جتنی جلدی کے لئے کہتا ہوں۔ جو سچ ہی ہے۔ اُسے کبھی نہ چھوڑو۔ اور اگر نہ پکڑو تو پکڑتے ہی چھوڑ دو۔"

یوگیندر ناتھ نریش کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ وہ خاموش ہو گئے۔ نریش نے کہا۔ اچھا! اب میں جاتا ہوں۔ ان دنوں میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ بی۔ اے۔ ایل۔ کے

امتحان کے دن بہت قریب آگئے ہیں۔ کہ مجھے آج کل فرصت نہیں ملتی۔ تاہم اگر میری ضرورت ہو تو کسی کو بھیج دیجئے گا۔ میں ضرور آؤنگا۔ نریش اُٹھنا ہی چاہتے تھے۔ کہ اتنے میں راجکمار کا ایک پُرانا دوست آگیا۔ نریش اس کی طرف حقارت آمیز نظروں سے دیکھ کر چُپ چاپ اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

نواں باب

صُحبت کا اثر

راجکمار کے اس دوست کا نام **منموہن** تھا۔ منموہن کے باپ کے پاس خاصی زمینداری تھی۔ اور اُس کی آمدنی بھی معقول تھی۔ مگر باپ کی وفات کے بعد ان حضرات نے سب تھوڑے دنوں میں صاف کر دیا۔ دریائے عیش میں خوب غوطہ زنی کی۔ جو کچھ تھا سب ابھی اتفاقہ سا گر میں کھو بیٹھے اُن دنوں راجکمار کی مصاحبی میں رہتے تھے۔ دیوان جی کے ساتھ بھی ان کی خُوب گھُٹتی تھی۔ راجکمار کی تباہی و بربادی کیلئے ہمیشہ نئے نئے ڈھنگ سوچتے رہتے تھے۔ اِس میں بہت کچھ کامیاب بھی ہو چکے تھے۔

نریش بابو کے چلے جانے پر منموہن نے مُسکراتے ہوئے پُوچھا۔ آج کل میں نریش بابُو کو اکثر آپ کے پاس آتے ہوئے دیکھتا ہُوں۔ کیا حضرت کسی ملازمت کے اُمیدوار ہیں؟

راجکمار نے ندامت آمیز لہجہ میں کہا۔ نہیں جی! وہ نوکری کی اُمیدواری کیوں کریگا؟ وُہ تو ابھی پڑھتا ہے۔ کالج میں میں اور وُہ دونوں ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ وُہ بڑا نیک اور اچھا لڑکا ہے۔ وُہ جتنا زود فہم ہے۔ اُسی قدر نہایت ہی صاحب اخلاق شخص ہے۔ اِس سال بی۔ ایل کا امتحان پاس کرتے ہی ہائیکورٹ میں وکالت کرے گا۔ بہت دنوں سے اِس سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اس مرتبہ جب میں نے سُنا کہ وُہ تعطیلوں میں گھر آیا ہُوا ہے تب ایک دن آدمی بھیجکر بُلوایا تھا۔ اُس دن سے وُہ کبھی کبھی آکر مل جایا کرتا ہے۔

"تو آپ کو سادھو بننے کے لئے اُپدیش دے جایا کرتا ہے"؟

"کیسا اُپدیش؟"

منوہن نے تفاخرانہ انداز سے کہا - میرے ساتھ چال مت چلئے - آپ سمجھتے ہونگے کہ میں نے کچھ نہیں سُنا - مگر جناب! میں نے آپ کی اور اُس کی ایک ایک بات سُن لی ہے۔ افسوس! آپ اب تک بھی نہ پہچان سکے - کہ وہ کیسا آدمی ہے؟

"پہچانوں گا - کیوں نہیں؟ میں نریش کو خوب جانتا ہوں - اِس جیسے نیک اور پاک نفس لوگ دنیا میں بہت کم ہونگے"

"اِس میں تو کوئی شک نہیں - کہ وہ نہایت عقلمند شخص ہے - اگر ایسا نہ ہوتا - تو ایک چھوٹے سے ڈھیلے سے دو پرند کیسے مار سکتا؟"

"اِس کا مطلب؟"

"مطلب آپ بعد میں سمجھینگے - میں اِس وقت کچھ نہیں کہنا یا بتانا چاہتا - ابھی میں صرف یہ جاننے کے لئے آیا ہوں - کہ دادی جی نے جو آپ کے واسطے شوبھا کی لڑکی پسند کی ہے - اس کے دیکھنے کا کیا ارادہ ہے؟"

"تمہیں اِس بات کا کہاں سے پتہ لگا؟"

"مجھے نہ پتہ ہوگا - تو اور کسے ہوگا - یہاں آنے سے پیشتر ہی میں اسے کئی بار دیکھ چکا ہوں مگر اس وقت وہ کمسن لڑکی تھی - اور اب بیاہ لینے کی تیاریاں کر رہی ہے - اب اُس کی شگفتگی میں بہت دیر نہیں ہے - سچ کہتا ہوں - میں تو اسے دیکھ کر حیرت میں آ گیا ہوں - اُس کے حُسن جانفشاں کو دیکھ کر آنکھوں میں چکا چوند سی آ جاتی ہے - تمہاری جو تصویر ابھی میں نے دیکھی ہے - مگر رام رام! اُس کے ساتھ اُس کی مشابہت کہاں - وہ رنگ شگفتہ کلی - اور کہاں گلشن کا پھول! اسے دیکھتے ہی ہوش و حواس جاتے رہینگے - سچ کہتا ہوں بھائی صاحب!"

راجکمار نے تیوری چڑھا کر کہا - سچ سچ کہو کیا کہہ رہے ہو؟

"دکھلاؤں گا اور کیا؟ ایک بار خود ہی چل کر دیکھ لو - کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں - وہ سچ ہے - یا نہیں؟ بغیر خود دیکھے کیسے کچھ رائے لگائی جا سکتی ہے"

راجکمار ذرا دیر خاموش رہ کر بولے - دیکھو منوہن! میں نے ارادہ کر لیا ہے - کہ اِس لڑکی کو نہیں دیکھونگا - تم نے ابھی جو کچھ کہا - وہ صحیح ہو سکتا ہے - میں یہ وعدہ نہیں کر سکتا کہ میری بیوی سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی - دُنیا میں خوبصورت ہوں مگر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ

ہوا ہے۔ اِس چمنستانِ گیتی میں ہزاروں پھول ہیں۔ اور سب اپنی اپنی خوشبو کے لحاظ سے جُداگانہ نوعیت رکھتے ہیں۔ ایک کو دیکھ کر انسان دُوسرے کو بھول جاتا ہے۔ اور اُسی میں مست ہو جاتا ہے۔ مگر یہ طے شدہ امر ہے۔ کہ میری شادی پربھا کے ساتھ ہی ہوگی گو ابھی تک دنیاوی رسمیں ادا نہیں ہوئیں۔ تاہم پربھا مجھے اپنا شوہر اور میں پربھا کو اپنی بیوی سمجھتا ہوں۔ جب میرے خیالات ایسے ہیں۔ تب دُوسری لڑکی کو دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے

منموہن نے ہنس کر کہا۔ ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ تو بعد میں دیکھا جاویگا۔ اِس وقت اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے؟

مضائقہ ہی نہیں! بلکہ ایک بڑا پاپ ہے"

راجکمار کی بات سُن کر منموہن زور سے ہنس پڑا۔ اور دیر تک ہنستا رہا۔ ذرا دیر بعد شانت ہو کر بولا۔ بھائی صاحب! تمہیں یہ گیان کب سے ہو گیا۔ اس وقت تو تم پُورے پادری صاحب بن گئے۔ دیکھتا ہوں۔ کہ برہم گیانی بکلا تمہیں بالکل ہی دیوانگی بنا گیا ہے۔ ہاں! آج تو تمہارے مُنہ سے بڑے مزے کی بات سُنی دُوسری لڑکی دیکھنے میں پاپ ہوگا۔ کیسے مزے کی بات ہے! یہ مزے کی بات اِس وقت کسے سناؤں؟ ہنستے ہنستے منموہن کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔

راجکمار بھی ہنسنے لگے۔ اُن سے نہ رہا گیا۔ ذرا دیر بعد ہنسی ضبط کر کے بولے۔ بھائی ذرا ٹھہرو۔ کوئی سُنے گا۔ تو کیا کہے گا۔ اب ہنسنا موقوف کرو۔ اور یہ بتاؤ۔ کہ جس لڑکی کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔ وُہ کس کی لڑکی ہے۔ کتنی بڑی ہے۔ اور اس کا نام کیا ہے؟

منموہن ہنسی کو ضبط کر کے بولے۔ ہاں! اب آئے راستہ پر! اس طرح مطلب کی کہو۔ صرف پادری بننے میں کیا رکھا ہے؟ بھئی دنیا کا بھی مزہ تو لو۔ جب تک جینا۔ تب تک آرام سے جینا۔ سکھ بھوگنا ہی تو سنسار کا سار ہے۔ ابھی جو تم نے پاپ کی بات کہی تھی۔ بھلا اِس میں کیا پاپ ہے؟ پاپ پُنیہ تو سب پنڈتوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ کس نے دیکھا ہے۔ کہ مرنے کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟ پربھا کو تو تم بہت دنوں سے دیکھ رہے ہو۔ اُس کے ساتھ تو تمہارے ہر وقت راز و نیاز ہوا کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا۔ وُہ بڑے آدمی کی لڑکی ہے۔ لکھنا پڑھنا جانتی ہے۔ اور اسے غرور بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اُسے گھر لا کر راضی رکھنا امر آسان نہیں بوڑھی مینا کہیں پالتو ہو سکتی۔ ایک چھوٹی سی بُلبل پال لو۔ جو نام رٹا دو۔ وہی گانا گائے۔ فوراً اُڑ جائے۔ اور بلاتے ہی ہاتھ پر آ کر بیٹھ جائے۔ یہ تو غریب کی لڑکی ہے۔ نہ اُس کے باپ ہے۔ اور نہ ماں

راجکمار بغیر کچھ جواب دئے ہی بملا کے ساتھ اندر چلے گئے۔ وہاں دادی جی کے علاوہ اور بھی
بہت سی لڑکیاں و عورتیں اڑوس پڑوس کی بیٹھی ہوئیں تھیں راجکمار کو دیکھتے ہی وہ سب
کی سب مسرت سے جھومتی ہوئیں جہاں لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اس کے دروازے اور کھڑکی کے
آس پاس جا کر کھڑی ہو گئیں۔ راجکمار نے بملا کے ساتھ کمرے میں داخل ہو کر دیکھا ایک
خوبصورت دری کے قالین پر اپنی چند ہمجولیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی اُما سُندری بات چیت کر
رہی تھی۔ دادی جی بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں ۔

کنور چیندر ناتھ دادی جی کے کہنے سے جب پلنگ پر بیٹھ گئے۔ اور ایک مرتبہ دل کو تھام
کر لڑکی کے جسم پر اوپر سے نیچے تک پُر شوق نظریں ڈال گئے۔ انہوں نے سوچا بملا نے
جو کچھ کہا تھا۔ وہ بالکل جھوٹ نہیں تھا۔ اُما سُندری نے کیا دلفریب صورت پائی ہے۔ اُسکے
حسن میں غضب کی تاثیر ہے۔ چہرہ پر ایک دلاویز روحانیت کا نور نمایاں ہے۔ آنکھیں ہیں کہ
شرم کی متانت اور پاکیزگی کا پُر سرور سرچشمہ۔ ایک ایک نگاہ دل میں تموج کا عالم پیدا
کئے دیتی ہے۔ جذبۂ الفت میں ڈوبی ہوئی باتیں روح پر ایک جان نواز طراوت اور پاکیزگی کا
اثر کرتی ہیں۔ ہونٹوں کی اندرونی مسکراہٹ جذبات صادق کی ایک مکمل تصویر ہے۔ راجکمار
کنور چیندر ناتھ کے کمرے میں قدم رکھتے ہی لڑکی نے شرم کے مارے سر نیچا کر لیا۔ گالوں پر شباب
کی ایک دلفریب سرخی ابھی جھلک رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سرخی راجکمار کی کشمکش
پسند نگر شرمائی ہوئی آنکھوں کا عکس پیش کر رہی ہے۔ اُما سُندری کا دل تیزی سے دھڑکنے
لگا۔ گویا راجکمار سے وہاں ٹھہرنے کی التجا کرنے لگا۔ اُس کی شرمائی ہوئی حرکات و سکنات میں
دلِ بے قرار کو تسکین دینے کی جادو وسعت تاثیر تھی۔ ایسی دلربا شکل جس پر شباب کی مستانہ
اور فتنہ خیز شوخیاں سر چڑھ کے نظارہ کر رہی تھیں۔ راجکمار کی نظروں سے کبھی نہیں گذری
تھی۔ اُما کے خد و خال میں غضب کی دلکشی نظر آتی۔ رفعت حسن نے آنکھوں پر عشق کا پردہ ڈال
دیا۔ وہ تصویرِ حیرت بنے ہوئے بہت دیر تک اُما کو دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد جب انہیں ہوش
آیا تو دل ہی دل میں شرمندہ ہو کر وہ دوسری طرف دیکھنے لگے اور لجاجت آمیز لہجہ میں دادی
جی سے بولے۔ اس کا نام کیا ہے؟

"نام بیٹا تم ہی پوچھ لو نہ"؟

راجکمار کے دل میں مسرت خیز گدگدی ہونے لگی۔ لڑکی شرم کے مارے اور بھی دب گئی۔

جو عورتیں وہاں بیٹھی تھیں وُہ سب لڑکی کا حوصلہ و ہمّت بڑھانے کی کوشش میں گرمجوشی دکھانے لگیں۔ کہ وُہ اپنا نام بتا دے۔ برابر کی عورتیں اُس کے جسم کے نازک حصّوں میں اپنی نازک انگلیاں چبھا چبھا کر بار بار اصرار کرنے لگیں، کہ تم اپنا نام کیوں نہیں بتا دیتیں؟ اِس طرح چاروں طرف سے حوصلہ بخش اصرار ہونے لگا۔ لڑکی نے نیچی نگاہیں کئے ہوئے شیریں اور باریک آواز سے کانپتے ہوئے ہونٹوں کو جنبش دی۔ اُما سُندری!

واہ! کیسی دلکش و شیریں آواز ہے۔ لڑکی کے بے مثل حسن نے راجکمار کے دل پر اپنا اقتدار جما لیا۔ اُن کا سر چکرانے لگا۔ یکایک وُہ بغیر کچھ کہے سُنے ہی وہاں سے چل دئے۔

گیارھواں باب

ایک حسرتناک خواب

راجکمار اندرون خانہ سے نکل کر محل کے باہری حصّے کی نشست گاہ میں چلے گئے اُن کے چہرہ کا بھاؤ دیکھ کر کسی کو حوصلہ نہ ہؤا۔ کہ اُن سے کچھ دریافت کرے۔ نشست گاہ میں پہنچکر وُہ یکایک پلنگ پر لیٹ گئے اور نوکر کو حکم دیا کہ تم دروازہ بند کرکے باہر بیٹھو۔ نوکر نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

پلنگ پر وُہ بہت دیر تک نہ بیٹھ سکے۔ جسم کے رگ رگ میں درد ہونے لگا۔ وُہ سوچنے لگے کیا تقدیر کوئی اور شگوفہ کھلائے گی۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ دل مجھے کسی طرح چین نہ لینے دے گا۔ اُما سُندری! تو یہاں ناحق آئی۔ ناحق ایک محبت کی دیوی کا خون تیرے سر پر ہوگا۔ میں تو تجھے دیکھ کر ایسا متوالا ہو گیا۔ کہ میرا دل اب میرے قابو میں نہیں رہا۔ لیکن کیا تو بھی میری ہو سکیگی مگر نہیں! یہ میں کیا سوچ رہا ہُوں۔ دل صرف ایک ہے۔ اسے کس کس کو دُونگا۔ اُما کی دلفریب صُورت اُس کی نظروں کے سامنے موجود نہ ہو کر راجکمار کا کلیجہ جیسے مسوس رہی تھی۔ لیکن آج اُس کا خیال خود بخود اُما کی طرف جا پہنچتا تھا۔ گو اُس کے دل میں پرتبھا کیلئے وہی جگہ تھی مگر کسی طرح آج اُسکے دل میں اُما سُندری کیلئے بھی ایک گوشہ نکل آیا تھا۔ وُہ سوچنے لگا۔

اگر چہ تمہارے مزاج میں غرور ہے۔ تکلیف ہے۔ شان ہے۔ تو یہ اُس کا قصور نہیں۔ رئیس زادیوں میں یہ باتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ وُہ دن بھی دُور نہیں ہے جب مجھے آزمایش کی منزل میں گام زن ہونا پڑے گا۔ اُنہیں خیالات میں اُسے نیند آ گئی۔

انہوں نے خواب میں دیکھا۔ میں فقیر ہو گیا ہوں اور ایک خوبصورت پہاڑ کی چوٹی پر جھونپڑی بنا کر وہاں ہی گوشۂ قناعت میں مسکن گزین ہُوں۔ جنگلی پھل پھول کھا کر اور کل کل ندی کا پانی پی کر میں اپنی زندگی کے دن مالک کی بھجن بندگی میں بسر کر رہا ہُوں میرے ساتھ میری پرتھما ہے۔ اور وُہ بھی میری طرح فقیرانہ زندگی بڑی مسرت سے گزار رہی ہے۔

ایک دن وہاں غیر معمولی حُسن سے مزین ہو کر اُما سُندری آ پہنچی۔ اس کا حُسن جانسوز دیکھ کر فقیر کا دل ڈگمگا گیا۔ اُما سُندری بھی فقیر کا نورِ حقیقت سے سرشار چہرہ دیکھ کر پریم کی بھیک مانگنے لگی۔ اُما کا چہرہ اِس وقت بالکل اُداس تھا۔ آنکھوں میں لجاجت اور آرزوؤں کا پیغام بھرا ہوا تھا۔ اُس نے کہا۔ تمہیں کیا خبر ہے کہ میرے دل پر کیا گذر رہی ہے۔ تم یہاں چلے آئے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں۔ کہ تمہاری یاد نے مجھے کتنا رُلایا ہے کیا خبر تھی۔ کہ قسمت یہ دن بھی دکھائے گی۔ ایک سنیاسی ہو جائیگی۔ دُوسری بروگن۔ فقیر عجیب مخمصے میں مبتلا ہو گیا۔ اُما اُس کی محبت کا راگ حسرت آمیز لہجے میں گا رہی تھی۔ محبت کا یہ پُر اثر راگ سُن کر کون ایسا شخص ہے۔ جو مدہوش نہ ہو جاتا۔ وُہ دم بھر کیلئے بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔ فقیر نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ تمہارے اس اتھاہ پریم کی میں کس طرح داد دُوں۔ کیونکر تمہیں یقین دلاؤں کہ میں ان قربانیوں کا کسی طرح مستحق نہیں۔ اُما سُندری نے روتے ہوئے کہا۔ پیارے مجھ پر ظلم نہ کرو۔ میں مر جاؤں گی۔ میرا دل بہت نازک ہے۔ مجھے مایوس نہ کرو۔ فقیر کے دل میں آیا کہ اس کو پکڑ کر اپنے سینہ سے لگا لے۔ مگر اُس کی روحانی عظمت نے اس کے ارادوں کو پست کر دیا ہے فوراً کسی سادھو کا یہ قول یاد آ گیا۔ کہ ہر نیک اور اعلےٰ کام کے راستہ میں بڑے بڑے سخت اور دشوار گزار امتحانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سچا سادھو وُہ ہے جو ان امتحانات سے بے داغ نکل جائے۔ عموماً یہ امتحانات عجیب و غریب رنگ بدل کر آتے ہیں۔ یقیناً میں اِس وقت آزمایش کی منزل میں ہُوں۔ یہ خیال آتے ہی وہ سنبھل پڑا۔ اور ندامت آمیز لہجے میں بولا۔ دیوی مجھے معاف کرو۔ مجھ جیسا خاکی پُتلا تمہارے قابل نہیں۔ فقیر کے یہ الفاظ سُن کر اُما کے دل کو چوٹ لگی۔ وُہ بے عزّتی کی تاب نہ لا کر فوراً اُسی ندی میں کُود پڑی۔ فقیر اس جاں خراش واقعہ

کو دیکھ کر رونے لگا۔

اتنے میں بھوپیندر ناتھ کی آنکھ کھُل گئی۔ سچ مچ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اُنہوں نے خیال کیا۔ مَیں خواب دیکھ کر روتا تھا۔ خواب کے تمام واقعات اُن کے صفحۂ دل پر منقش تھے۔ گو خواب نہایت ہی درد آمیز اور حسرت خیز تھا۔ تاہم بھوپیندر ناتھ کا چہرہ شگفتہ تھا۔ اور اُس کی یاد سے اُنہیں ایک رُوحانی خط ملتا تھا۔

واہ کیسی اچھی جگہ تھی۔ ندی کے بہاؤ سے نغمۂ پُر شور کی صدائیں آ رہی تھیں۔ تمام پہاڑ پر چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ وہ دلفریب منظر چاندنی جس میں جذبات لطیف کا ایک دفتر بھرا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر اندر سے میں ہل چل مچ گئی تھی۔ جنگلی پہاڑی پھول کھلے ہوئے چاند کی صاف شفاف روشنی میں کیسے خوبصورت معشوق خاموش نظر آتے تھے۔ آسمان کی نیلگوں سطح پر بساط بچھی ہوئی تھی۔ اور ستارے اُن پر چوپڑ کھیل رہے تھے۔ دل نشہ مسرت سے لبریز ہو رہا تھا۔ فرحت بخش نسیم صبح شبنم ندی کی موجوں کو آہستہ آہستہ کس لطف سے تھپکیاں دیتی تھی۔ پھولوں کی خوشبو میں ایک نشہ تھا۔ کہ دل و دماغ متوالے ہوئے جاتے تھے۔ پہاڑ۔ جھونپڑی۔ ندی۔ مرتھا اور فقیرانہ زندگی! اُماسُندری بھی تو سمجھتا نہیں تھی۔ اُس کا پریم کی بھیک مانگنا اور پھر مایوس ہو کر پانی میں ڈوب مرنا یہ تمام باتیں کیا سچ ہیں؟

بھوپیندر ناتھ کے دل سے وہ کانٹا نکل گیا۔ اُماسُندری کے لئے اُن کا دل بیتاب ہو گیا۔ اور فوراً ہی کسی ناگہانی خوف نے آ کر اُن کا من چنچل کر دیا ہے! اُماسُندری نے جنم ہی کیوں لیا؟ اگر اس کا جنم نہ ہوتا۔ تو یقیناً میری وہ فقیرانہ زندگی اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہتی۔ اسوقت بھوپیندر ناتھ کے دل پر خواب کا اتنا اثر تھا۔ کہ انہیں یہ دولت و ثروت ایک بوجھ معلوم ہونے لگی۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔ اگر ان سب کی قربانیوں پر مجھے وہ فقیرانہ زندگی اور مرتھا مل جائے۔ تو مَیں بڑی خوشی سے ان سب لوازمات کو قربان کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن اُماسُندری میرے سکھ کے راستے میں خار دار زرین کو کیوں آ گئی؟

سوچتے سوچتے بھوپیندر ناتھ کا دل اُماسُندری کے بے مثال حسن کے سودے میں پھر اُلجھ گیا۔ اور طبیعت بے چین ہو گئی۔ ذرا دیر بعد پھر انہیں نیند آ گئی۔

وہ پھر خواب دیکھنے لگے۔ اس مرتبہ انہوں نے دیکھا۔ کہ مَیں راجہ ہو گیا ہوں۔ اور رتھ پر

رانی ہو گئی ہے۔ راج محل میں شاہانہ جلسے ہو رہے ہیں مفلسوں اور مصیبت زدوں کے درمیان زر و جواہر لٹائے جا رہے ہیں۔ انہیں مصیبت زدوں میں ایک طرف اُما سُندری بھی کھڑی ہے۔ اور اپنی حسرت ناک و پریشان نظروں سے راجکمار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے ٹھنڈی سانس بھر رہی ہے۔ آنکھیں تھیں۔ یا جذبات و درد کی مکمل شرحیں۔ آنسوؤں کی آڑ میں حسرت و مایوسی چھپی ہوئی تھی۔ مگر ان کا رنگ اِس قدر غالب تھا۔ کہ اُس کے حسن عالم فریب کو دبا دیا تھا۔ باوجود ہزار ضبط و کوشش کے وہ حسرت آمیز نگاہیں راز فاش کئے دیتی تھیں۔ بھوپیندر ناتھ اسے دیکھ کر کانپ اُٹھے۔ اور گھبراہٹ کے ساتھ بولے۔ اُما سُندری تم یہاں کہاں؟ کہو۔ تم کیا چاہتی ہو؟ اُما کے پُر درد دل میں ہلچل مچ گئی۔ اُسے یقین تھا کہ جب میں آنکھوں میں آنسو بھر کر عاجزی سے منت کروں گی۔ تو وہ ضرور مجھ سے ملتفت ہوں گے اظہار درد و رحم و نوازش خاطر داریاں پیار رنگ لائے بغیر نہ رہیں گی۔ اُما حسرت ناک و آرزومند نگاہیں راجکمار کے چہرہ پر ڈال کر لجاجت آمیز لہجہ میں بولی "کیا تم نہیں جانتے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میں تم سے دولت نہیں مانگتی۔ ثروت نہیں مانگتی۔ عزت نہیں مانگتی۔ ان سب پر لات مار کر صرف میں تمہیں چاہتی ہوں" یہ سنکر بھوپیندر ناتھ کا منہ خشک ہو گیا۔ اور سینہ دھڑکنے لگا تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہا "مجھے چاہتی ہو۔ کیا تم مجھے اب تک نہیں بھولیں؟ اُما! تم ایک بار میری ریاضت مٹی میں ملا چکی ہو۔ اب پھر میرے راہ نیک میں کانٹا بن کر آئی ہو؟ مگر خواہش آواز سے مجھے پریشان کرنا چاہتی ہو۔ اب تم مجھے زیادہ تکلیف نہ پہنچاؤ۔ میں یہ تمام دولت و ثروت تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ اسے لو۔ اور مجھے بھول جاؤ۔ میں اپنی پرجا کے ساتھ جنگل میں میوے پھل کھا کر تپسیا کر لوں گا۔ تم یہاں رہ کر سُکھ بھوگو" بھوپیندر ناتھ کی تقریر ختم بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ اُما سُندری کھِلکھلا کر ہنس پڑی۔ جیسے چاند کی [illegible]۔ روشنی میں امرت کی پھواریں پڑتی ہیں۔ اُسی طرح اُما کی یہ ہنسی اور آبدیدہ آنکھیں برق و باراں کا نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ بھرائی ہوئی آواز سے بولی "تم اپنی یہ تمام دولت پرجا کو دے دو۔ میں تو صرف تمہیں چاہتی ہوں۔ اگر میں تمہیں نہ پاؤں گی۔ تو اپنی تمام حسرتوں اور آرزوؤں کا خون کر کے خود بھی جل مروں گی۔ تم اس جنم میں نہ ملو گے تو اُس جنم میں تمہارا دامن پکڑوں گی۔ وہاں بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں گی۔ تمہاری محبت کا یہ لافانی نقش میرے دل سے کسی طرح بھی نہیں مٹ سکتا۔ میں نے ہر چند چاہا۔ کہ دل پر ضبط کروں اپنی کمزوری کا اظہار

تم سے بچھڑوں۔ اگر محبّت میں کوئی زبردست رُوحانی طاقت ہے۔ تو ایک دِن میں تمہاری ہونگی۔ مگر دِل نے ضبط اور صبر کے لنگر پاش پاش کر دئیے۔ آج شرم و حیا چھوڑ کر تمہارے رُو برُو کھڑی ہُوں۔ تمہیں اختیار ہے۔ خواہ مجھے اپنے پہلو میں جگہ دو یا خاطر میں بھی نہ لاؤ۔

یہ حسرت آمیز تقریر ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ اُما سُندری کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اور رقت و درد سے گلا رُوندھ گیا۔ اُما کی یہ عقیدت مندانہ محبّت کے رس میں ڈوبی ہوئی تقریر سُن کر راجکمار کے بحرِ دل میں ایک رِقّت خیز تلاطم برپا ہو گیا وُہ ذرا دیر کے لئے بے حس و حرکت ہو گئے اتنے میں اُما نے راجکمار کا ہات پکڑنا چاہا۔ مگر راجکمار ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اُما نے ایک طرف اُنگلی کا اشارہ کر کے بتایا۔ بھُوپیندر نے نظر ڈالی۔ دیکھا کہ وہی پہاڑی ندی برسات کے پانی اُمڈی ہوئی کل کل کرتی ہوئی بہی جا رہی ہے۔ بھُوپیندر ناتھ تحیّر انہ انداز سے اُسی طرف دیکھتے رہے۔ عین اسی وقت اُن کی آنکھ کھُل گئی ❁

بارھواں باب

قِسمت کے کھیل

بھُوپیندر ناتھ کی جب وقت آنکھ کھُلی اس وقت شام ہو چلی تھی۔ سُورج کی زرد زرد کرنیں مُرجھائے ہوئے پھُولوں سے گلے مل مل کر رخصت ہو رہی تھیں اور درختوں کے سر پر روشنی کی سنہری چادریں بچھی ہوئی تھیں خوشنوا پرند آشیانہ میں بسیرا لینے کیلئے بے قرار نظر آتے تھے۔ باغبان ہزارہ لئے ہوئے درختوں کو پانی دے رہا تھا۔ راجکمار سے ملنے کیلئے اُن کے کئی دوست آئے ہوئے تھے۔ مگر اُنہیں محوِ خواب سمجھ کر سب کے سب واپس گئے۔ دادی جی اور دیگر عورتیں یہ نہ جان سکی تھیں کہ لڑکی کے متعلق راجکمار کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ وُہ اندرُون خانہ سے اُٹھ کر سیدھے باہر چلے آئے تھے۔ اُنہوں نے بعد میں دو تین داسیاں راجکمار کے پاس بھیجیں۔ مگر وُہ بھی انہیں سوتا ہؤا دیکھ کر واپس لوٹ گئیں۔ اِدھر راجکمار کے یکا یک چلے جانے اور بے وقت سو جانے سے عورتوں میں مختلف قسم

کی بات چیت ہونے لگی۔

راجکمار بیدار ہوتے ہی فوراً پلنگ پر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ خواب کے خیالات نے اب تک بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ وہی پہاڑی مُلک۔ وہی چھوٹی سی خوبصورت جھونپڑی وہی کل کل کرنے والی ندی۔ وہی فقیرانہ زندگی اور وہی نئی نویلی تپسوینی پربھا......

یہ سب باتیں اُنہیں صحیح معلوم ہوتی تھیں۔ پربھا کی تپسوینی مورتی کتنی خوبصورت اور پاک تھی۔ آنکھوں میں رُوحانی نورانیت تھی۔ چہرہ کا جلال مشعلِ طریقت کا کام دے رہا تھا پربھا کا ایسا حسن اُنہوں نے کبھی پہلے نہ دیکھا تھا۔ اور پربھا کی اِس رانی جیسی مُورتی میں گویا ساکشات راج راجیشوری لکشمی پربھا کا بھیس دھارن کر کے اُن کی نظروں کے روبرو آکر کھڑی ہوگئی۔ پربھا کی اِن دو تصویروں کے سامنے اُما سُندری بہت ہی مایوس پژمردہ ملول اور مغموم نظر آتی تھی۔ گویا وُہ پربھا کی داسی ہونے کے بھی قابل نہ تھی۔ مگر اُما سُندری کے حسن میں ایک نہایت ہی غیر معمولی نشہ اور طاقت تھی جو رُوح کو رگوں سے کھینچے لیتی تھی یہ خیال آتے ہی راجکمار کا سینہ دھڑکنے لگا۔

خواب کو عموماً ہم فضول سمجھتے ہیں۔ مگر جس وقت ہم خواب دیکھتے ہیں۔ اس وقت خواب میں دکھائی دینے والے تمام واقعات اصلی واقعے کی طرح نظر آتے ہیں۔ جن مُلکوں کو جن قدرتی مناظر کو۔ جن اشخاص کو اور جن واقعات کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ جن کے دیکھنے کی تمنا خواب بھی یاد نہیں۔ اُن سب کو بھی ہم کبھی کبھی خواب میں حرکت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک۔ مناظر۔ انسان وغیرہ ہمارے عرصے کے نظر شناس ہیں۔ گویا کسی اگلے جنم میں کبھی ہم نے انہیں دیکھا ہے۔ خواب میں دیکھے ہوئے نظاروں سے بہت لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ تواریخی نوشتوں سے اس قسم کی ایک دو نہیں۔ بلکہ مختلف مثالیں ملتی ہیں۔

راجکمار نے بیدار ہوکر سوچا۔ اُما سُندری نے سچ مچ ہی کسی جنم میں مجھ سے واقفیت پیدا کر کے میری ریاضت میں خلل انداز ہوئی ہے۔ اور اب اس جنم میں بھی میرا پیچھا کر رہی ہے کیسے تعجب کی بات ہے۔ کیا ایک جنم کی غیر آسودہ محبت دُوسرے جنم میں بھی غیر آسودہ رہ جاتی ہے؟ اُما سندری محبت کی بھکارن بن کر دوسرے جنموں میں بھی اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور وُہ اُسے بار بار ناامید کرتے لوٹاتے ہیں۔ یہ خیالات آتے ہی راجکمار کا سینہ پھر زور زور

سے دھڑکنے لگا۔ یکایک اُن کے دل میں نہ معلوم کیا۔ خیال آیا۔ کہ وُہ فوراً بستر سے اندرُون خانہ کی طرف چل دئے +

اِس وقت شام ہو چکی تھی۔ اِس سنّاٹے میں ہر چیز خاموش نظر آتی تھی۔ فانوس اَور قندیل کی روشنی سے تمام محل تختۂ نور بنا ہؤا تھا۔ اُوپر آسمان نے بے شمار تاروں کے چراغ جلا رکھے تھے۔ چاند اُن کے بیچ میں فانوس کی طرح جگمگا رہا تھا۔ اَور تارے اُن سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ دادی جی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئیں مالا پھیر رہی تھیں۔ راجکمار براہ راست اپنی ماں کے کمرے میں چلے گئے۔ مگر وہاں بملا اَور اُما سُندری کو بیٹھا ہؤا دیکھ کر اُنہیں بڑا تعجب ہؤا۔ اُما سُندری راجکمار اور پربھا کی تصویروں کے سامنے ایک کوچ پر آرام سے بیٹھی تھی۔ اَور بملا اس کے پاس کھڑی ہوئی اِن تصویروں کے متعلق کچھ کہہ رہی تھی۔ اُسی وقت کِسی کے آنے کی آہٹ پاکر اُس نے نیچے کی طرف دیکھا۔ راجکمار کو دیکھتے ہی وُہ گھبرا سی اُٹھی۔ اَور فوراً کمرے سے نِکل کر باہر چلی گئی۔ اُما سُندری بھی کوچ سے اُٹھ کر جلدی سے بھاگ جانے کی فکر میں سرگرم تھی۔ مگر راجکمار نے اُس کے پاس جاکر کہا۔ اُما سُندری بیٹھو کہاں جاتی ہو؟

اُما سُندری شرم وحیا سے زمین میں گڑ گئی۔ جیسے چھوئی موئی کا درخت ذرا سے اشارہ سے اپنی پتیاں سکوڑ کر جھُک جاتا ہے۔ وہی حال اُما کا بھی ہؤا۔ وُہ اپنی شرمیلی نگاہیں نیچی کرکے کوچ پر بیٹھ گئی۔ اَور تیزی سے اپنے کپڑوں کو سنبھالنے لگی :

راجکمار اُن فانوسوں کی روشنی میں جگمگاتے ہوئے۔ کمرے میں اِس بے مثل حسین نوجوان لڑکی کے رُوبرُو کچھ دیر تک تصویر حیرت بنے ہوئے کھڑے رہے۔ وُہ سوچنے لگے۔ کیسی دلفریب شکل ہے۔ سُرمگین آنکھوں میں سُرخ ڈورے کیا بہار دے رہے ہیں۔ کیسی شوخ نگاہیں اور بیباک چِتونیں ہیں۔ کیسی دلفریب متوالی چال ہے۔ ایسی دلرُبا شکل تو مَیں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اِس بھولی بھالی شکل میں کیسی قوتِ کشش ہے۔ جو خواہ مخواہ دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اسی وقت راجکمار کے دل میں یکایک نہ معلوم کہاں سے ایک سیلاب جوش اُمنڈ آیا اَور اِس جوار میں اُن کا وُہ تمام ضبط گیان۔ عقل اَور تمیز سب کنور تنکے کی طرح بات کی بات میں بہہ گئے۔ جوش نے متوالا بنا دیا وُہ بغیر سوچے سمجھے نشۂ محبت سے بیخود مست اَور سرشار ہوکر کوچ پر اُما سُندری کے پاس جا بیٹھے۔ اَور اُس کے نازک جسم کو

مس کرنے کے لئے بے تاب ہوگئے!

اتنے میں کوئی چیز ایک خوفناک جھنجھناہٹ کرتی ہوئی سامنے کی دیوار سے یکدم گر پڑی دونوں نے ہی حیرت و خوف سے چونک کر دیکھا۔ کہ راجکمار اور پربھا کی تصاویر دیوار سے ٹوٹ کر گر پڑی ہیں۔ اُن کے اُوپر کا شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر چاروں طرف بکھر گیا۔ اُن ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا اُما سُندری کے سر میں زور سے چُبھ گیا۔ خون کا فوارہ جاری ہوگیا اُما اور راجکمار دونوں حیرت و خوف سے اور اس ناگہانی آفت سے کچھ دیر تک متحیر اور بدحواس ہوگئے! اس وقت اُن تصاویر کے گرنے کی آواز سُن کر پربھا گھبرائی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی راجکمار گھبراہٹ کے لہجے میں بولے۔ پربھا! اُما کے سر میں چوٹ لگ گئی ہے اس پر جلد کپڑا باندھ دو۔ یہ کہکر راجکمار خوفزدہ چور کی طرح دم کے دم میں اندرون خانہ سے باہر ہوگئے۔

دوسرا حصہ ختم ہوا

تیسرا حصّہ

پہلا باب

کلکتہ میں پرتبھا

کلکتہ کے ایک بارونق اور خوبصورت محلّے میں ایک عالیشان دو منزلہ مکان تھا۔ اُسی مکان میں سوشیل کمار اور **پرتبھا** دونوں رہتے تھے۔ یہ تو کمار بابو نے بنوایا تھا۔ جب وہ کلکتہ آتے تھے۔ تو اسی مکان میں فروکش ہوتے تھے۔ مکان بہت لیاقت سے سجا ہوا تھا۔ ہر چیز نفاست اور قرینے سے اپنی اپنی جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ سامنے دیوار پر کئی فوٹو آویزاں تھے۔ ان میں سے ایک سوشیل کا تھا۔ اور دوسرا راجکمار رابندرناتھ کا رابندرناتھ ٹھاکر کی تصویر کے دونوں طرف پرتبھا کے ہاتھ کے بنائے ہوئے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ جن کے حاشیوں پر نہایت ہی نفیس اور اچھے کام کیا ہوا تھا۔ ایک پردے پر بنگالی حروف میں ایک نہایت ہی پُر اثر و دلکش نظم لکھی ہوئی تھی۔ اور دوسرے پردے پر پریوں کے بچوں کی تصویریں تھیں۔ تصویروں کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ چاند سورج۔ سوشیل کمار کی تصویر کے نیچے دونوں طرف خوبصورت اور دلفریب بیل بوٹے اور گلدستے بنے ہوئے تھے۔

اس کمرے کا ایک دروازہ دکھن کی طرف اور دوسرا پورب کی جانب تھا۔ دکھن اور پورب ہر دو جانب دو برآمدے تھے۔ دکھن کے کمرے سے ملا ہوا تھا۔ اور چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں پرتبھا کی خواب گاہ تھی۔ ان دونوں کمروں کے بیچ میں بھی ایک دروازہ تھا۔ اسی طرح دوسری جانب بھی دو کمرے تھے۔ جن میں سوشیل کمار رہتے تھے۔

برآمدے میں بہت سے خوشنما پھولوں کے گملے سجے ہوئے تھے۔ پرتبھا خود ہی اپنے ہات سے
اُن بُوٹوں کو پانی دیتی تھی۔

گرہستی کا تمام کاروبار پرتبھا عموماً خود ہی کرتی تھی۔ کھانا بھی وُہ خود اپنے ہات سے بناتی
تھی۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر وُہ کچھ دیر پُستک پڑھتی تھی۔ زاں بعد موزہ گلوبند بُنتی تھی۔
اور کوپیچ پر مختلف اقسام کے دلفریب پھول اور خوشنوا چڑیوں کی شکل بناتی تھی۔ اِس کا
دل و دماغ نہایت ہی شاعرانہ اور لطیف واقعہ ہوُا تھا۔ اس کے ہر کام میں نفاست اور
لطافت موجود رہتی تھی۔ یہی اس کی رُوح رواں تھی۔ بات چیت میں بھی وُہ دلکشی تھی۔
کہ بےساختہ پیار کرنے کو جی چاہتا تھا۔

دوپہر کے وقت جب سوشیل گھر پر نہیں ہوتے تھے۔ تو پاس پڑوس کی عورتیں اکثر پرتبھا
کے پاس آیا کرتی تھیں۔ اس کی ہم عمر لڑکیاں اِس سے سینا پرونا سیکھا کرتی تھیں بعض بعض
لڑکیوں کو **پرتبھا** کی بات چیت میں اِس قدر حظ آتا تھا۔ کہ وُہ اس سے بات چیت کرنے کے
لئے ہی گھڑی دو گھڑی کو آجاتی تھیں۔ **پرتبھا** سب سے اچھا سلوک اور محبت آمیز برتاؤ کرتی تھی
انہیں لڑکیوں میں ایک لڑکی **نروپما** تھی **پرتبھا** سے بہت پیار کرتی تھی دونوں گھنٹوں
آپس میں بات چیت کرتی رہتی تھیں۔ پرتبھا جب تک اسے نہ دیکھتی تھی۔ اُسے چین ہی نہ آتا
تھا۔ **نروپما** کا بھی یہی حال تھا۔ وُہ بھی پرتبھا کی محبت میں متوالی ہو کر دن بھر اُس کے پیچھے پیچھے
گھوما کرتی تھی۔ گویا پرتبھا نے اُسے شراب محبت ایسے انداز سے خوشنما گلاس میں پلا دی تھی۔ کہ
وُہ ہر وقت ایک دلخوش کن سرور محسوس کرتی تھی۔ اور متوالی بنی رہتی تھی۔ جب پرتبھا ہارمونیم
اور پیانو بجاتی تھی۔ تب بھی نروپما اُس کے پاس چُپ چاپ بیٹھی ہوئی اُس کی انگلیوں کی
حرکتیں غور سے دیکھا کرتی تھی۔

اسی طرح [illegible] میں دن گزرتے تھے۔ درمیان میں وُہ سوشیل کمار کے ساتھ علی پُور کے
دیکھنے کیلئے جاتی تھی۔ اور کبھی کبھی شیو پور کے جو خوشنما باغیچہ کی سیر کرتی تھی۔ جس
دن آسمان پر ابر ہوتا تھا۔ اور سیر کرنے کے واسطے سوشیل نہ جاتے تھے۔ پرتبھا نروپما کے ساتھ
لوڈو کھیلتی رہتی تھی۔ نروپما کی گوٹ جب مرتی تھی۔ تو وُہ بہت شرمندہ ہوتی تھی۔ بسا
اوقات فرط رنج سے وُہ نہایت غمگین اور اُداس نظر آتی تھی۔ [illegible] انداز سے کہتی تھی
سکھی پرتبھا! میں تمہاری گوٹ کبھی نہیں مارتی۔ تم کیسی بے درد ہو؟ کہ میری بچی پکائی گوٹیں

ماریتی ہو۔ تمہیں مجھ پر رحم بھی نہیں آتا۔ مرد تو بیدرد ہوتے ہی ہیں۔ مگر عورتیں تو مجسم رحم کی تصویر ہیں۔ نروپما کو غمگین دیکھ کر پریما کا دل بھی بھر آتا تھا۔ وہ اپنی دونوں باہیں نروپما کے گلے میں ڈال کر کہتی۔ پیاری سکھی! تم کھیل میں ہمیشہ رو دیا کرتی ہو۔ [illegible] گوٹیاں چننے میں ایک خاص لطف آتا ہے۔ مگر جب تم بہت اداس ہوتی ہو۔ تو مجھ سے نہیں رہا جاتا۔ لو نیرو! تم میری تمام گوٹیں مار لو۔ میں صرف تمہیں چڑھانے کیلئے مارتی تھی۔ اب نہ ماروں گی۔ اور نروپما حسرت آمیز نظروں سے پریما کیطرف دیکھتی ان نگاہوں میں رنجوں اور التجاؤں کا [illegible]۔

نروپما کے سوا **منورما** نامی ایک لڑکی تھی۔ وہ بھی پریما سے بہت پیار کرتی تھی۔ منورما کا مکان پریما کے مکان سے بالکل ملا ہوا تھا۔ اور دونوں مکانوں میں آنے جانے کے لئے ایک مختصر دروازہ بھی تھا۔ **منورما اور پریما** دونوں موقعہ ملتے ہی ایک دوسرے کے گھر آیا جایا کرتی تھیں۔ منورما کی شادی ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی تھی۔ مگر اس کا شوہر کالج میں تعلیم پا رہا تھا۔ اسی وجہ سے وہ زیادہ تر اپنے ماں باپ کے گھر میں ہی رہتی تھی۔ شوہر کالج کے بورڈنگ ہوس میں رہتا تھا۔ اور کبھی کبھی اپنے سسرال کے گھر بھی آیا جایا کرتا تھا۔ منورما کا شوہر وہی بھوپندر ناتھ کا دوست نریش چندر تھا۔ جس کا ذکر پچھلے کسی باب میں آچکا ہے **منورما** سے ہی نریش نے پریما کی پاک زندگی کا راگ سنا تھا۔ نروپما منورما کی چھوٹی بہن تھی۔ ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔

دوسرا باب

منورما

منورما اور پریما دونوں کی طبیعت فطرتاً یکساں واقعہ ہوئی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو شرابِ محبت پلا کر متوالا کر دیا۔ جب دل مل گیا۔ پھر کیا پردہ! اپنے آپ سے کس نے شرم کی ہے۔ **پریما** اور منورما دونوں کے دل مل کر ایک ہو گئے تھے۔ ایک جان اور دو قالب کی مثل ان پر صادق آتی تھی۔ دونوں جب کبھی مل کر آپس میں بات چیت

کرتی تھیں۔ اور مختلف مضامین پر بات چیت کیا کرتی تھیں۔ آپس کی اس بات چیت سے
دونوں کی طبیعت بیحد محظوظ ہوتی تھی۔ پربھا کی سادہ لوحی پاک طینتی۔ حق پسندی شگفتہ
مزاجی امور خانہ داری کی خواہش لیاقتی۔ صنعت گری۔ کمال موسیقی پر منورما دل وجان سے
فریفتہ تھی۔ منورما کو یہ معلوم تھا۔ کہ راجکمار ببھو چندر ناتھ کے ساتھ پربھا کی شادی قرار پائی ہے۔
کیونکہ جس گاؤں میں راجکمار رہتے تھے۔ اسی گاؤں میں اس کی سسرال تھی۔ راجکمار سے
اس کے شوہر نریش چند۔ کی دوستی تھی۔ اس وجہ سے منورما ان کے عادات سے بھی ناواقف
نہ تھی۔ اپنے شوہر سے راجکمار کے حالات سن کر منورما دل ہی دل میں بہت کڑھتی تھی۔ اسے
ایک روحانی تکلیف پہنچتی تھی۔ بعض اوقات وہ جھلا کر صاف صاف کہہ دیتی تھی۔ کہ حقیقت
تو یہ ہے۔ کہ تمہارے راجکمار ہماری پربھا کے چرنوں کے چھونے کے بھی قابل نہیں ہیں۔

منورما ایشور سے ہمیشہ یہی پرارتھنا کرتی تھی۔ کہ میری پیاری سکھی پربھا کی آئندہ
زندگی خوشگوار ہو۔ مگر اس نے راجکمار کے قابل اعتراض طرز معاشرت کا ذکر ایک مرتبہ بھول کر
بھی نہیں کیا۔ اسے خوف تھا کہ یہ حالات سن کر سکھی کا کلیجہ پھٹ جائیگا۔ بھولی بھالی لڑکی
راجکمار کو ہی اپنا شوہر سمجھتی تھی۔ اور اگر کبھی کسی وجہ سے اس کا دل اداس ہوتا تھا۔ تو وہ اپنی
میٹھی میٹھی تسلی آمیز باتوں سے اس کا غم غلط کرنے کی کوشش کرتی تھی +

مگر منورما کی فکر کبھی کم نہ ہوتی تھی۔ وہ اپنے شوہر سے جب وقت ملتا تھا۔ تب ہی کہا
کرتی تھی۔ کہ جب آپ کی راجکمار سے دوستی ہے۔ تو کیا آپ ان سے اصرار نہیں کر سکتے۔ کہ اب پربھا
کے ساتھ جلد ہی شادی کر لیجئے مجھے یقین ہے۔ کہ اگر پربھا کے ساتھ جلد ہی شادی ہو گئی تو وہ
خود ہی راجکمار کو ٹھیک راستہ پر لگا لے گی۔ اور اس سے دونوں کی آئندہ زندگی سدھر جائے گی۔
لیکن اگر شادی میں دیر ہوئی۔ تو راجکمار ہاتھ سے بے ہاتھ ہو جائیں گے۔ اور بعد میں نہ معلوم کیا
کیا خرابیاں ظہور پذیر ہوں۔ نریش اپنی بیوی کی یہ سب باتیں بغور سن لیا کرتا تھا۔ مگر جواب کچھ
بھی نہ دیتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا۔ دیکھو! میں نے تمہاری باتوں پر بہت غور کیا۔ میری
دانست میں اگر میں خود ہی ببھو چندر ناتھ کو اس بارہ میں خط لکھوں گا۔ تو اس کا کوئی فائدہ
نہ ہوگا۔ شادی جلد کرنے کیلئے سوشیل کمار کو ہی خط لکھنا چاہئے۔ میں کل ہی اس کیلئے
سوشیل سے تذکرہ کرونگا۔ اس کے بعد میں بھی گھر جانے کے حیلہ سے وہاں جاؤں گا۔ اور جو
مناسب دیکھوں گا۔ وہ کرونگا۔ بیچارہ ببھو چندر کئی بدمعاشوں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن

رہا ہے۔ اور اپنا ستیاناس کر رہا ہے۔ وہاں جاکر مجھے ہر ایک بات کا پتہ لے کر نہایت ہی عقلمندی اور ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ تم نے سُنا ہوگا۔ کہ راجکمار کا دیوان نہایت ہی خود غرض اور کمینہ ہے۔ اس لئے وہاں کے حالات سے بغیر واقفیت حاصل کئے ہوئے کوئی کام کرنا خالی از خطرہ نہیں۔ جو ہو۔ مَیں نے عہد کر لیا ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی طرح یہ کام جلد کرا دُوں بہت دِنوں سے گھر بھی نہیں گیا ہُوں۔ اور بی۔ ایل کے امتحان میں بھی اِس سال شامل ہونا ہے۔ اِس لئے کچھ دِنوں کیلئے تم سے علیٰحدہ رہنا بھی نامناسب نہ ہوگا۔ کیوں! ٹھیک ہے نا؟

آخری بات سُن کر منورما کی آنکھوں میں تمکنت کی جھلک دکھائی دے گئی۔ وُہ کچھ دیر تک خاموش رہی۔ اس کے بعد خشم آلود لہجہ میں بولی "یہ کون کہتا ہے۔ کہ آپ میرے پاس رہیں؟ جہاں آپ کی خواہش ہو۔ وہاں جائیے۔ آپ کو روکتا کون ہے؟

نریش نے ظریفانہ انداز سے کہا۔ تم ناراض کیوں ہوتی ہو؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مَیں تمہاری سکھی کی بھلائی کے لئے ہی کچھ دنوں کے لئے تم سے دُور رہنا چاہتا ہُوں دیکھنا ہے کہ پروہتائی کا کام اچھی طرح سے کر سکتا ہُوں یا نہیں"؟

منورما کا وُہ غرُور شراب کے خمار کی طرح اُتر گیا۔ اور دو چار دِن بعد ہی نریش وہاں سے گاؤں چلا گیا۔

گاؤں میں پہنچ کر راجکمار کی حالت سُنکر نریش دریائے فکر میں ڈوب گیا۔ اُس نے راجکمار کا تمام حال۔ اُماکی بات۔ دیوان جی کی چال بازیاں یہ سب سوشیل اور منورما کو لکھ بھیجیں۔ مگر منورما کو اُنہوں نے قسم دلائی۔ کہ اِن حالات سے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ سوشیل کمار کے سر پر تو جیسے بجلی گر پڑی۔ مگر اپنے دل کی بات اُنہوں نے کسی سے نہ کہی۔ شوہر کا خط پڑھ کر منورما کی چھاتی پھٹنے لگی۔ مگر بیچاری اسے بڑی مصیبت سے برداشت کرتی اور پریم بتھا کے پاس جس طرح پہلے آتی جاتی اور بات چیت کرتی تھی۔ اِسی طرح اب بھی آتی جاتی اور بات چیت کرتی تھی۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر اپنے گھر آتی تب اپنی سکھی کی بُری حالت سوچ کر آنچل میں مُنہ چھپا کر رو لیا کرتی تھی۔

غریب پریم بتھا اِن باتوں سے ناواقف تھی۔ وُہ جس تندہی سے گھر کا کام کاج پہلے کرتی تھی اب بھی کرتی تھی۔ ہمیشہ پڑوس کی عورتوں سے جیسے ہنسی مذاق اور چہل و دل لگی کرتی تھی

اسی طرح اَب بھی کرتی تھی۔ اس کے صاف شفاف آسمانِ دِل پر بادل کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ آندھی چلنے اَور بجلی گرنے کا شان و گمان بھی نہیں تھا۔ رنگین مزاج۔ پرتبھا اپنے ہی رنگ میں ڈوبی ہوئی اپنے ہی اعتقاد سے آپ عقیدت مند بنی ہوئی اَور اپنے ہی شیریں مزاجی میں شاد کام رہتی ہے۔ ہائے ایشور! تونے اس سادہ لوح لڑکی کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔

تیسرا باب

نروپما

پرتبھا نروپما کو اپنی سگی بہن کی طرح بہت پیار کرتی تھی۔ نروپما سچ مچ **نروپما** ہی تھی۔ جسم کا ایک ایک عضو نہایت ہی سڈول۔ خوش وضع اَور سانچے میں ڈھلا ہوُا تھا۔ چہرے میں ملاحت اَور نمکینی قدرتی طور پر موجود تھی۔ چمپا کی کلیوں کی طرح نازک اُنگلیاں بہت اچھی معلوم ہوتی تھیں زندہ دلی اَور شگفتہ مزاجی مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

نروپما پرتبھا کی بچپن کی ساتھ کھیلی ہوئی تھی۔ اب چونکہ سیانی ہوگئی تھی۔ اس لئے وِدیالیہ میں پڑھنے نہیں جاتی تھی۔ دِن بھر پرتبھا کے ساتھ رہتی تھی۔ پرتبھا کے ساتھ رہنے سے ماں باپ بہت خوش رہتے تھے۔ منورما بھی بہت خوش رہتی تھی۔ نروپما علی الصباح اُٹھ کر نہا دھوکر پرتبھا کے پاس چلی جاتی تھی۔ اَور جہاں تک ہوسکتا تھا۔ پرتبھا کے ہر کام میں ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتی تھی۔ صُبح اُٹھتے ہی پرتبھا سوشیل کمار کے لئے چائے بناتی تھی۔ اتنے میں نروپما آجاتی تھی۔ اَور وہ پیالہ لے کر سوشیل کمار کے کمرے میں جا کر انہیں پلا آتی تھی۔ مگر اِدھر چند دِنوں سے وہ نہ معلوم کیوں سوشیل کے سامنے نہیں جاتی تھی۔ پرتبھا نے ایک دن ہنستے ہنستے سوشیل سے کہا۔ " بھیا! نروپما اب آپ کے سامنے کیوں نہیں آتی؟" سوشیل نے ہنستے ہوئے نروپما کو پکارا۔ " نیرو! یہاں تو آؤ۔ تم میرے سامنے کیوں نہیں آنا چاہتیں؟" نروپما برانڈے میں کھڑی تھی۔ سوشیل کی آواز سُنتے ہی پرتبھا کے کمرے میں بھاگ گئی۔ پرتبھا نے کبھی کبھی نروپما سے بھی پوچھا "نیرو!

سچ سچ بتاؤ۔ تم اب بھیا کے سامنے کیوں نہیں جاتیں؟ یہ سوال کرتے ہی نرو پما اپنا سر نیچا کر لیتی تھی۔ شرم و حیا سے اس کے رخساروں پر سرخی جھلک آتی تھی۔ سوشیل کا جب کبھی ذکر آتا تھا۔ تو اپنا سر نیچا کر لیتی تھی۔ اور کوئی بات زبان سے نہ نکالتی تھی:۔

پرتبھا بہت عاقل تھی۔ ایک دن اُس کے جی میں یکا یک ایک عجیب خیال آیا۔ اس خیال کو اُس نے کبھی پر ظاہر نہ کیا۔ مگر اُس کو سوچتے ہی اس کے دل میں مسرت کا ایک سیلاب اُمنڈ آتا تھا۔ اور دل اُس میں ڈوبتا اور تیرتا تھا۔ ایک دن اُس نے منورما سے تنہائی میں پوچھا سکھی اب تم نروپما کی شادی کیوں نہیں کر دیتیں؟ منورما نے کہا۔ پتا جی نیرد کے لئے کوئی لڑکا تلاش کر رہے ہیں۔ مگر ابھی تک اُنہیں کوئی قابل لڑکا نہیں ملا۔

پرتبھا نے نرم لہجہ میں کہا۔ سکھی! بھیا سوشیل کو کیا تم لوگ پسند نہیں کرتے؟

منورما تھوڑی دیر تک متحیرانہ نگاہوں سے پرتبھا کو دیکھتی رہی۔ پھر بولی سکھی! تم کیا کہتی ہو؟ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

پرتبھا نے ہنس کر کہا۔ سمجھ میں نہیں آیا سکھی! میں یہ پوچھتی ہوں۔ کہ تم بھائی کے ساتھ **نیرو** کی شادی کر دینا چاہتی ہو یا نہیں؟

منورما نے اور بھی متحیر ہو کر کہا۔ تمہارے بھائی کے ساتھ؟ سکھی! کیا نیرو ایسی خوش نصیب ہے؟

پرتبھا نے کہا خوش نصیب ہے یا نہیں؟ یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس وقت یہ بتاؤ کہ اس میں تم سب راضی ہو۔

منورما نے کہا۔ میں تو راضی ہوں جہاں تک مجھے یقین ہے۔ ماں باپ کو بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ وہ بھی اس شادی کو بہت پسند کریں گے۔ مگر کیا سوشیل بابو اس وقت شادی کریں گے؟ میرا خیال ہے وہ بغیر تمہاری شادی کئے ہوئے اپنی شادی نہ کریں گے۔

یہ سنتے ہی پرتبھا کچھ چونک سی اُٹھی۔ پھر ہنس کر بولی کیا میری شادی کی بات کہتی ہو۔ وہ تو بہت دن پہلے ہو چکی ہے۔ میری شادی میں اب باقی ہی کیا ہے؟ جس وقت راجکمار مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔ اسی وقت میں چلی جاؤں گی +

یہ سنتے ہی **منورما** کا کلیجہ کانپ اُٹھا۔ اور اُس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ مگر اُس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن پھر بھی تو تمہیں ایک دن راجکمار کے چار دن

طرف سات بار گھومنا پڑے گا"۔

پرتھا نے ہنس کر کہا۔ سکھی! سات ہی بار کیوں؟ میں تو اُن کے چاروں طرف لاکھوں
بار گھوم چکی ہوں۔ یہ پھیرا تو گننے میں کسی شمار میں نہیں آئے گا۔ مگر اب اس تذکرہ کو جانے دو۔
کچھ مطلب کی بات کرو۔ دیکھو آج کئی دن سے میرا دل نہ معلوم کیوں کچھ چھن گیا ہے۔ میرے
دل میں بار بار یہی خیال آتا ہے۔ کہ میں اب اس گھر میں بہت دن نہ رہوں گی۔ بھیّا کو
اکیلا چھوڑ کر مجھے کہیں جانا پڑے گا۔ اس سے مجھے رونا آتا ہے (یہ کہتے کہتے پرتھا کی آنکھوں
میں آنسو جھلک آئے) میں ہمیشہ یہی سوچا کرتی ہوں۔ کہ میں اپنے بھائی کو کس کے ہاتھ میں
سونپ جاؤں گی۔ مجھے رات دن اسی بات کی فکر رہتی ہے۔ کہ بھائی کی کون خدمت کریگا۔
اور کون یہ گرہستی سنبھالے گا۔ اُس دن شری پُھیا کو دیکھ کر میرے دل میں یکایک خیال
آیا۔ کہ نیرو کی شادی اگر بھائی کے ساتھ ہو جائے۔ تو بہت خوب ہو۔ اور میں بھی مطمئن ہو جاؤں
نیرو کو میں نے سب کچھ سکھا لیا ہے۔ بھائی کس وقت کیا کھاتے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں۔
یہ سب نیرو جانتی ہے۔ اور نیرو جیسی بیوی ملنا! اسے تو بھائی کی خوش نصیبی ہے۔ ایسی لڑکی
ملنا کیا آسان ہے؟ ہزاروں میں بھی ایسی لڑکی نہیں مل سکتی۔ میں تو اُسے اپنی چھوٹی بہن
سمجھتی ہوں۔ میں کم سے کم جتنی محبت کرتی ہوں۔ نیرو کو اس سے بھی زیادہ پیار کرنے کو جی چاہتا
ہے۔ میں نے اُسے موزہ بُننا سلائی کرنا۔ اور اچھی طرح لکھنا پڑھنا سکھا دیا ہے۔ وہ اب پیانو بجا
سکتی ہے۔ خانہ داری کے تمام امور میں ماہر ہو گئی ہے۔ بھلا سکھی تمہیں بتاؤ بھائی کو ایسی
بہو کہاں ملے گی؟ اور اس کے حسن کے متعلق تو کہنا ہی کیا ہے؟ میں تو سمجھتی ہوں۔
نیرو سا شاہکار کشمیری ہے۔ ایسی حسین۔ سلیقہ شعار اور پاک طینت لڑکی کہاں ملے گی؟ یہ کہتے
کہتے پرتھا کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔

سشیلا بھی پرتھا کے منہ سے اپنی بہن کی تعریف سن کر خوشی کے آنسو بہانے لگی۔ کچھ
دیر بعد اُس نے کہا۔ تم نے اب تک بھیا سے نیرو کے متعلق کیا کچھ کہا تھا؟

پرتھا نے کہا۔ نہیں۔ کچھ تو [illegible] میں نے اب تک کچھ بھی نہیں کہا۔ سب سے پہلے
میں نے تم سے ذکر کیا ہے۔ اگر تمہاری [illegible] ہوگی۔ تو کچھ [illegible] سے [illegible] ہوں گی"۔

[illegible]
[illegible]

مناسب نہ سمجھا۔ اُس نے پر تبھا سے کہا۔ سکھی! اس وقت تم اپنے بھائی سے نیرو کے بارہ میں کچھ نہ کہنا۔ ذرا میں پہلے اپنی ماں سے پوچھ لوں۔ جب میں تم سے کہوں۔ تب اس کا ذکر کرنا ابھی اُن کے کان میں یہ بات ڈالنی مناسب نہیں۔

پر تبھا نے سکھی کا مطلب سمجھ کر کہہ دیا۔ اچھا ایسا ہی کروں گی +

چوتھا باب

سوشیل کمار

سوشیل کمار پر جیسے آسمان پھٹ پڑا۔ کھانے پینے میں وُہ اگلی سی رغبت نہ رہی تھی۔ بات چیت کی دلچسپی جاتی رہی۔ وُہ شگفتہ مزاجی یک قلم دُور ہو گئی۔ وُہ ہمیشہ غمگین اور متفکر نظر آنے لگے۔ چونکہ فطرتاً سنجیدہ مزاج اور معقول پسند شخص تھے۔ اس وجہ سے دائی اور پر تبھا دونوں میں سے کسی کو اُن کی تکلیف کا اندازہ نہ ہوا۔ اس وجہ سے کِسی نے بھی اُن سے نہ پُوچھا۔ پر تبھا کو دیکھ کر اُن کے دل میں ایک چھُری سی چل جاتی ہے جب شگفتہ چہرے پر ہمیشہ مسرت جھلکا کرتی۔ آج وُہ چہرہ غمناک اور زرد دکھائی دیتا تھا۔ پر تبھا سمجھ گئی۔ اُس نے بھائی کی طرف پُر آب نگاہوں سے دیکھا۔ آنچل آنسوؤں سے تر تھا بھرائی ہوئی آواز سے بولی بھائی! تم ہر وقت اُداس کیوں رہتے ہو۔

سوشیل نے مردانہ ضبط سے کام لیا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو نہ آئے۔ آواز بھاری نہ ہوئی متانت آمیز لہجہ میں بولا۔ کچھ نہیں پر تبھا! ......

پر تبھا کی گردن جھک گئی۔ آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ ایک دبی ہوئی سسکی نے حسرت و درد کا وُہ دفتر بیان کر دیا۔ جو زبان سے ناممکن تھا۔

رات کی تاریکی اور مہیب سناٹے میں جب سوشیل کمار کی آنکھوں سے نیند ہرن ہو جاتی تھی وُہ یہی سوچتا تھا۔ پر تبھا کی ناؤ کیسے پار لگے گی۔ پر تبھا کتنی سادہ لوح ہے! اس کو جیسی تعلیم ملی ہے۔ اسے مدّ نظر رکھ کر یہ تو بالکل غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ ہندو پنڈت ناتھ کا خیال چھوڑ

کہ کسی اَور کے ساتھ شادی کرے ایسی حالت میں اگر بھُو پیندر ناتھ نے کسی دوسری لڑکی سے شادی کی۔ تو پریتھا کی کیا حالت ہوگی؟ اِس سے زیادہ سوچنے کو حافظہ یاری نہ دیتا آنکھیں آنسوؤں ہو جاتی ہیں۔ اَور کلیجہ کانپنے لگ جاتا تھا۔ جیسے کوئی کشتی منجدھار میں پڑی ہوئی طوفان کے جھکولے میں بے قرار نظر آتی ہے۔ اِسی طرح سوشیل کے دِل کی حالت تھی۔

سوشیل کے پاس روزانہ دو تین خط نریش کے آتے تھے۔ اُن کو دیکھ کر سوشیل کی فکر دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ بھُو پیندر کی دادی۔ دیوان جی۔ ذات برادری کے لوگ۔ تمام اہلکار و نوکر وغیرہ سب کے سب پریتھا کی شادی کے برخلاف ہیں۔ بھُو پیندر ناتھ اگر خود مستقل مزاج ہوتے تو کچھ اُمید بھی کی جا سکتی۔ مگر یہ اُمید بھی نااُمیدی کے اتھاہ ساگر میں غوطے کھا رہی ہے۔ اُنہوں نے ایک اَور لڑکی دیکھی ہے۔ وُہ بہت ہی حسین ہے۔ اس کی خوبصورتی نے اُن کا دِل اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ بیچارہ اکیلا نریش چندر کیا کرے؟ اِدھر وُہ ہزاروں طریقے سے سمجھا کر بھُو پیندر ناتھ کو ہمت و حوصلہ دیتا تھا۔ اُدھر اُن کے منحوس جیسے بداندیش دوست سب پر پانی پھیر دیتے تھے۔ نریش نے لکھا تھا۔ جب سے بھُو پیندر ناتھ نے اس لڑکی کو دیکھا ہے اس وقت سے اُن کے خیالات میں تبدیلی آ گئی ہے۔ وُہ ہمیشہ بحرِ تفکر میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ اَور کسی سے بھی کچھ بات چیت نہیں کرتے اُن کے دِل میں طوفانی آندھی کی طرح ہلچل مچ گئی ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔ کہ اِس وقت بھُو پیندر ناتھ اپنی زندگی کی ایک خوفناک منزل میں قدم بڑھانے کیلئے تیار ہیں۔ یہ نہیں کہا سکتا۔ کہ اُن کا رُخ کدھر ہوگا۔ اَور پیار و محبت کے جوش میں کدھر پھنس پڑینگے؟ مگر پھسلینگے ضرور! دیوان جی بھی اس بات کو سمجھ گئے ہیں۔ اور اس لئے وُہ اندر ہی اندر اُماسندری کے ساتھ بہت جلد شادی کرا دینے کی فکر میں سرگرم ہیں۔

یہ خط پڑھ کر سوشیل کمار کا وُہ تمام ضبط چُور چُور ہو گیا۔ سیلابِ غم و درد نے ضبط کا وُہ زبردست باندھ توڑ دیا۔ وُہ سوچنے لگے۔ کہ اب دیوان جی کے پنجے سے بھُو پیندر ناتھ کی نجات مشکل ہے کیا پریتھا کی قسمت میں سُکھ لکھا ہی نہیں؟ ہائے بھگوان! یہ کہکر سوشیل پلنگ پر گر پڑے۔ اَور تکیہ میں مُنہ چھُپا کر چھوٹے ہوئے بچّہ کی طرح پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگے +

(٭)

کمار محو ہو کر اس صدائے غیب کو گوش دل سے سنتے تھے۔ عین اُسی وقت پیانو کی آواز مدھم
پڑ گئی۔ اور رفتہ رفتہ بند ہو گئی۔ اُس نے چونک کر دیکھا کہ سامنے رام چند کھڑا ہے۔

سوشیل نے متعجب ہو کر کہا .... تم کیوں آئے؟

رام چندر نے کہا۔ ایک مہاتما آئے ہیں۔ میں اُنہیں نیچے بٹھا آیا ہوں۔

"کون؟ کیا گورو مہاراج تشریف لائے ہیں؟ اُنہیں آئے کتنی دیر ہوئی؟ تم اُنہیں اوپر کیوں
نہیں لائے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ جلد جاؤ۔ اور اُنہیں اوپر لاؤ"۔ اتنا کہہ کر سوشیل کمار گھبرا اُٹھے۔ اُنہوں
نے اپنے ہاتھ سے ایک آرام کرسی مناسب جگہ پر رکھی۔ اتنے میں مہاتما جی رام چند کے ساتھ اندر
داخل ہو گئے +

گورو مہاراج کو دیکھتے ہی سوشیل کمار نے ساشٹانگ نمسکار کیا۔ اُنہوں نے سر پر دستِ
شفقت پھیرا دعا دی۔

گورو مہاراج کے تمام جسم کے بال سفید تھے۔ وہ صرف ایک گیروا کپڑا پہنے تھے۔ بائیں ہاتھ
میں کمنڈل اور دائیں ہاتھ میں تلسی کی مالا تھی۔ سفید ابرو کے نیچے اُن کی آنکھیں اس طرح
چمکتی تھیں۔ جیسے سفید بادل کے ٹکڑوں کے نیچے دو سفید تارے۔ آنکھوں میں روحانیت
کا دریا لہریں مار رہا تھا۔ اور اُن کی طرف دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ دل کے
اندر تک دیکھتی ہیں۔

کچھ دیر تک خاموش بیٹھنے کے بعد گورو مہاراج نے کہا۔ سوشیل بیٹا مجھے معلوم ہے کہ تم اسوقت
ایک زبردست مصیبت میں گرفتار ہو۔ مگر فکر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دکھ سکھ فائدہ نقصان
کا خیال نہ کر کے اپنے فرض کی تکمیل میں سرگرمی سے کام کرتے رہو۔ دنیا میں سکھ دکھ کی کوئی
حیثیت نہیں ہے۔ سب جھوٹے وہم اور خیال ہیں۔ اصل میں سکھ دکھ کوئی چیز نہیں۔ بس سکھ
دکھ سے جو پرے ہے وہی دائم اور قائم رہتا ہے۔ تم اُسی دائم اور قائم آتما کا دھیان کرو
تعلقات کے بھرم میں پڑ کر بے چین کیوں ہوتے ہو۔ کرم کے میدان میں ہمت کی کمر باندھ
کر کھڑے رہو۔ خود غرضی چھوڑ دو۔ اور بے غرضانہ روش اختیار کرو۔ اس سے تم کو انتہا درجہ کی
خوشی حاصل ہوگی۔ ذات کا ظہور اور آتما کا پورا ہونا ہی زندگی کی اصلی معراج ہے۔

ہر قسم کی قید و بند سے آتما کا بالکل رہائی پا جانا ہی موکش ہے۔ خواہشات نے آتما کو
بیشمار پھندوں میں پھانس رکھا ہے۔ جوں جوں یہ پھندے ٹوٹتے جاتے ہیں۔ توں توں خواہشات کی

خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔ یعنی ایک ایک خواہش کے انجام پر ایک ایک پھندا ٹوٹتا جاتا ہے۔ خواہشات کا اِس طرح سے خاتمہ کرنے پر اگرچہ کچھ دلی رنج اور دنیاوی مشکلات لاحق ہوتی ہیں۔ مگر اس کے بدلے ہم پر ماتما کے مستحق ہو کر موکھش کے راستہ میں گام زن ہوتے جاتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا دھن دینے سے دُربھ رتن حاصل ہوتا ہے۔ تو اس تھوڑے سے دھن دینے میں دُکھ محسوس کرنا عقلمندی نہیں۔ تیاگ ہی اِنسانیت کا سب سے بلند درجہ ہے۔ آتم تیاگ کے معنی اپنی خود غرضی کا چھوڑنا تنگ خیالی دُور کرنا۔ اور اپنی خواہشات کا دور کرنا موجودہ زمانہ میں یہ تیاگ بالکل مفقود ہو گیا ہے۔ اِس تیاگ کا ہی نام آزادی اور اسی کا نام موکھش ہے۔

معمولی طور پر ایک زندگی میں یہ موکھش حاصل نہیں ہو سکتی۔ بہت سی زندگیوں کے بعد یا بہت سے جنموں کے بعد یہ حاصل ہوتی ہے۔ میں پہلے خواہشات کے پھندوں کا ذکر کر چکا ہوں۔ اکثر یہ خواہشات کے پھندے ہی کرم کے پھندے ثابت ہوتے ہیں۔ اعمال کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ خواہشات کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اعمال ایک تو خود ہی ختم ہو جاتے ہیں اور دُوسرے کوشش کے ساتھ ختم کئے جاتے ہیں۔ میں کرم کے خاتمہ کیلئے کوشش کرنے کے طریق کا حامی ہوں۔ جس کے جتنے اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ خواہ وُہ قدرتی قانون کے مطابق خود بخود ختم ہوئے ہوں یا کوشش سے ختم کئے گئے ہوں۔ اُسے اِن خاص ختم شدہ اعمال سے پھر آئندہ جنم کا کام شروع کرنا پڑتا ہے۔ اگر قدرتی طریق پر اعمال کا خاتمہ ہو۔ تو اُس وقت اِنسان کو طرح طرح کے دِلی رنج و الم اور مشکلات میں پھنسنا پڑتا ہے۔ لیکن اُس سے اسے جوگیان حاصل ہوتا ہے۔ اُس کی مدد سے وُہ موکھش کے راستہ پر نہایت آسانی سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے +

اِس کے بعد مہاتما تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولے۔ بیٹا! میرے تمہارے اور پریہ تبھا کے کرم کچھ تو قدرتی طور پر اور کچھ کوشش سے ختم ہو رہے ہیں۔ اگر ہم کسی نئی خود غرضی سے بھری ہوئی خواہش کے ذریعہ نئے اعمال پیدا کر کے نئے پھندوں میں نہ پھنسیں تو یہ سمجھو کہ ہم اپنی بہت کچھ بہتری کر رہے ہیں۔ پچھلے جنم کے کرموں کا جہاں خاتمہ ہوا ہے۔ وہیں سے اِس جنم کے کرموں کا آغاز ہوتا ہے۔ کرموں کے پھل سے ڈر کر بیقرار ہونا مناسب نہیں بہادروں کی مانند کھڑے ہو کر اپنے اعمال گذشتہ کے نتائج کا مقابلہ کرو +

پریہ تبھا اور تم دونوں موکھش کی منزل میں آگے بڑھنے کیلئے بے قرار ہو رہے ہو۔ یہ بیقراری

اِسی جنم میں پیدا نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ اس سے پیشتر بہت سے جنموں سے چلی آ رہی ہے۔ مَیں آشیرباد دیتا ہُوں۔ کہ تمہاری بیقراری دن بدن بڑھتی چلی جائے۔ موکھش کے خواہش کرنیوالے انسان اِس دُنیا کی زندگی ہیں۔ اُس کی عدم موجودگی سے ہی آج بھارت کو یہ زوال نصیب ہو رہا ہے۔ اس مضمون کو مَیں تمہیں پھر کبھی سمجھاؤں گا۔ اس وقت پر تبھا کی شادی کا جھگڑا درپیش ہے۔ وُہ مجھے معلوم ہے۔ لیکن تم اِس بارہ میں تردد نہ کرو۔ پرتبھا کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔ اُس نیک عمال نہایت تیز اثر ہیں۔ اِس کے متعلق تمہیں جو کچھ مناسب معلوم ہو۔ کر ڈالو۔ تمہیں کماری پربت پر ملنے کے بعد میں یہاں کلکتہ آ کر بھی ایک دو مرتبہ پرتبھا کو دیکھ گیا ہُوں۔ مَیں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ پرتبھا ایک غیر معمولی لیاقت و قابلیت کی لڑکی ہے موجودہ زمانہ میں اِس بھارت میں پرتبھا جیسی عورتوں کی ہی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ بھگوان تمہارا اور اُس کا کلیان کریں۔

اِتنا کہہ کر گُورو مہاراج اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سوشیل کے سر پر ہات پھیر کر چلنے لگے سوشیل نے فوراً ہی کھڑے ہو کر عاجزانہ لہجے میں کہا۔ پربھو! آپ کہاں جاتے ہیں آج تو یہاں ہی آرام کرنے کی کرپا کریں:

گُورو مہاراج نے ہنس کر کہا۔ بیٹا اِس وقت مجھے یہاں ٹھہرنے کیلئے زور نہ دو مَیں جاتا ہُوں۔ اَب تُم سے کماری پہاڑ پر ہی آ کر ملوں گا یہ کہہ کر وُہ جانے لگے۔ سُوشیل کمار نے بھگتی بھاؤ سے اُنہیں پرنام کیا۔ اور اُن کے پاک قدموں کی خاک پیشانی پر لگائی۔

کلیان ہو۔ کہکر گُورو مہاراج کمرے سے باہر ہو کر نیچے اُتر گئے۔ سُوشیل کے مُنہ سے اور کوئی لفظ نہ نکلا۔ وُہ کھڑا ہوُا سوچتا رہا۔ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے +

چھٹا باب

نریش کا خط

گورو مہاراج کا اُپدیش سُن کر سوشیل کی طبیعت کو بہت کچھ تسکین اور طمانیت

ہوئی لالچ کے جس غلاف نے اُس کا دل ڈھک گیا تھا۔ گویا وہ یکایک اُٹھ ہو گیا اُسے بہت کچھ ڈھارس ہوئی۔ اور دل میں ننھی اُمید کی خوش آیند تانیں آنے لگیں۔ عین اُسی وقت منور ما کے مکان سے پہ تجھا کی ایک نہایت ہی لطیف شیریں راگنی بہت دل دوز اور میٹھے سُروں میں لہراتی ہوئی دل و جگر کو چیرتی ہوئی رگ رگ میں سرایت کر گئی۔ کوئل کی کوک پپیہے کی ہوک اور شیاما کی چہک کو یہ راگنی اپنی لطافت سے شرما رہی تھی۔ [illegible] گویا احساسات لطیف کی ایک مجسم تصویر سوشیل کمار کے دل میں ایک مسرت خیز گدگدی ہونے لگی۔ اس شیریں آواز میں بوچ بھی تھا۔ اور حسرت بھی اتانیں تھیں۔ یا جگر میں چبھنے والی درد آمیز سوئیاں آواز کی ملاحیت نے دل پر حسرت و اشتیاق کا جادو پھونک [illegible] کا دل جیسے ایک سُر سے تان لینے لگا۔

کہو! تم شوک مگن کیوں بھائی

دھامو کے تک میں بھولے + بھٹکت پھرت ہو تھا ہی

کیوں نہ یاد کرتے تھے ست پتھ + جہاں نہ دُکھ کتھا ہی

کہو! تم شوک مگن کیوں بھائی؟

جاکے پریم پیوش سندھو میں + اُٹھتی سکھ کلوتیں

تاتے پریت لگائے کروکن؟ + پریمی کوٹ کلوتیں

سوشیل کمار پر ایک عالم بیخودی طاری ہو گیا۔ دل دریائے مسرت و روحانیت میں جلد جلد غوطے کھانے لگا۔ وہ پریم کے اتھاہ ساگر میں خوب جی کھول کر ہچکولے کھانے لگے۔ اس مصیبت کے وقت یکایک گُرو مہاراج کہاں سے آ گئے؟ اور اس مصیبت و فکر کا پتہ اُنہیں کیونکر مل گیا۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو؟ مگر اُسے اس معاملہ میں ذرا بھی شک نہ رہا۔ کہ یہ سب میرے نیک افعال کا ہی ثمرہ ہے۔

سوشیل سوچنے لگا۔ گورو مہاراج کے سامنے میں جیسے جادو کے بس میں ہو گیا تھا۔ مجھے اُن سے نہ معلوم کتنی باتیں دریافت کرنی تھیں؟ مگر اُس وقت تو میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا مسرت نے زبان پر مہر لگا دی تھی۔ سوشیل ان سب باتوں پر بڑے تعجب سے غور کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں رامچندر آیا۔ اور ایک خط دے کر چلا گیا۔ خط کو دیکھتے ہی سوشیل نے سمجھ لیا کہ یہ نریش کا خط ہے۔ متوالوں کی طرح فوراً اُسے کھول کر پڑھنے لگا۔

بھائی سُوشیل،

آج ایک مبارک خبر تمہیں سُناتا ہُوں۔ دیوان جی نے جس دانائی و حکمت عملی سے یہ جال پھیلایا ہے۔ اس سے اس معاملہ میں تو قطعی شک نہیں کہ اُماسُندری کے ساتھ بھگو پنیہ ناتھ کی شادی [illegible] ہو جائے گی۔ مگر بھگو پنیہ ناتھ نے جس دن سے اُس لڑکی کو دیکھا ہے اُسی دن سے اُن کے دل کی حالت کچھ عجیب و غریب ہو گئی ہے۔ ہزار کوشش کرنے پر بھی کوئی اُن کے دل کی بات نہیں معلوم کر سکتا۔ اُن کی [illegible] دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حیص بیص اور بیم و خوف کے شکار ہو رہے ہیں۔ اندرُون خانہ میں بھی کچھ گول مال ہو گیا ہے۔ ایک شیشہ کے ٹکڑے سے معلوم اُماسُندری کے سر میں زخم کاری لگ گیا ہے۔ نہ تو بھگو پنیہ ناتھ ہی نے مجھ سے یہ بات کہی۔ کہ میں نے اُماسُندری کو دیکھا ہے۔ اور نہ میں نے اس معاملہ میں کچھ اُن سے دریافت کرنا مصلحت سمجھا۔ تم خواہ کچھ ہی سمجھو۔ مگر میں نے تو اس معاملہ میں کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ہی مناسب سمجھا ہے۔

بھگو پنیہ ناتھ نے جس دن مجھ سے کہا تھا۔ کہ دیوان جی نے یہ [illegible] شادی ہونے کے برخلاف بہت سے پنڈتوں کی رائے اکٹھا کی ہے۔ اُسی دن سرتی رتن مہیش چندر سمرتی رتن سے مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ تمہیں شاید معلوم ہو گا۔ کہ یہ پنڈت جی نہایت دانا اور قابل شخص ہیں۔ شاستروں پر خوب عبور حاصل ہے۔ تمہارے پتا جی سے اُن سے بہت ربط ضبط تھا اُن کا نام لینے پر اب بھی ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ دیوان جی کے برتاؤ سے دُکھی ہو کر انہوں نے کچھ دنوں سے راج کا کاروبار چھوڑ دیا ہے۔ اور اب یہ ایک آزادی سے پاٹھ شالا کھول کر لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ دیوان جی نے جو پنڈتوں کی رائے حاصل کی ہے۔ اُن کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ پتا کی رائے کے موجب ہی یہ تجویز کی سگائی راجکمار کے ساتھ کی گئی تھی۔ مگر اب دیوان جی اس بات کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اس راج کی سگائی شاستروں کے برخلاف ہے۔ اور اس طرح کی شادی کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اس لئے میں تو یہ سمجھتا ہُوں کہ مہاراجہ کی تمام زندگی کا ستیاناس صرف آپ کی وجہ سے ہوا چاہتا ہے۔ میری بات سُن کر پنڈت جی غصّہ کے مارے آگ بگولا ہو گئے۔ اور غضب ناک لہجہ میں بولے کیا دیوان جی اب اپنی لیاقت سے تو پنڈت ہیں اُن کے پاجی پن کا کیا ٹھکانا ہے۔ اچھا میں [illegible] دیکھوں گا۔ کہ کن کن پنڈتوں نے اس طرح کی رائے دی ہے۔ میں نے اب [illegible] ! اس وقت صرف غصّہ میں آپ

چپکے ہونے سے کام نہ چلے گا۔ آپ لوگ اگر دھرم مریادا کی حفاظت کرنا چاہیں۔ تو اب بھی دھرم
بچ سکتا ہے۔ ورنہ سب ڈوب جائے گا۔ اس کے بعد سمرتی رتن مہاشے نے قبول کیا۔ کہ میں کاشی
نودیپ وغیرہ مقامات کے پنڈتوں کے ساتھ بات چیت کر کے پرتبھا کی شادی کے حق میں
معزز پنڈتوں کی رائے حاصل کروں گا۔ جب اُنہوں نے یہ منظور کر لیا۔ اور تیار ہو گئے
تو میں نے اُنہیں سفر خرچ وغیرہ دیکر پوشیدہ طور پر بھیج دیا۔ مجھے یقین نہیں تھا۔ کہ سمرتی
رتن مہاشے کچھ کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ اس لئے تمہیں اس واقعہ کی اطلاع نہیں دی
تھی۔ اگر میں تمہیں اس واقعہ کی اطلاع دیتا۔ تو تمہارے دل میں صرف ایک موہوم اُمید ہوتی
اور اگر وہ اُمید نا اُمیدی میں تبدیل ہو جاتی۔ تو تمہیں اور بھی صدمہ پہنچتا۔ آخر آج جو میں تمہیں
اس واقعہ کی اطلاع دیتا ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ سمرتی رتن مہاشے کاشی۔ نودیپ
بھٹ پلی اور وکرم پور وغیرہ مقامات میں جا کر آج واپس آ گئے ہیں۔ اور شادی کے حق میں
تحریری رائیں بھی اکٹھا کر لائے ہیں۔ اُن قلمی رایوں کا مجموعہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے
اُن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب دُولہا اور دُلہن کے والدین ایک رائے ہو کر دونوں کی شاستر
کے احکام کے بموجب سگائی کر چکے ہوں۔ تو اسے شادی کے برابر ہی سمجھنا چاہئے لڑکی اگر نوجوان
ہو گئی ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ شاستروں کے بموجب اُس کی شادی کی جا سکتی ہے۔ اور
اس قسم کی شادی میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ اس میں کاشی و نودیپ وغیرہ کے قابل
قابل پنڈتوں کی رائے ہے۔ اور اُن کے قلمی لکھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پہلے
ہم نے اس قسم کی شادی کے برخلاف کبھی کوئی رائے نہیں دی۔ اس سے مجھے یقین ہوتا ہے
کہ دیوان جی کی اکٹھا کی ہوئیں رائیں سب کی سب مصنوعی اور فرضی ہونگی۔ اور اگر سچ بھی ہو
تو وہ ایسے پنڈتوں سے اکٹھا کی گئی ہیں۔ جنہیں کوئی جانتا بھی نہیں یا جن کی رائے قابلِ تسلیم
نہیں اور کوئی وقعت نہیں رکھتی یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے۔ کہ آج کل ملک میں بڑے نامور
ناقابل پنڈتوں کی کمی نہیں ہے۔ اور پھر اگر اُن کے نام کے پیچھے نودیپ وغیرہ کا نام لکھا ہو۔
تو کہنا ہی کیا ہے۔ عام لوگ تو سطحی نظر ہی ڈال کر یقین کر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ تو یہی سمجھتے
ہیں کہ بڑے بڑے مقامات کے پنڈتوں نے یہ رائے دی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کیا قابل میں
گدھے نہیں ہوتے۔ سمرتی رتن مہاشے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں اُن کے
گورو سوامی آتمانند جی نے بڑی مدد دی ہے گو وہ کاشی میں رہتے ہیں تا ہم اُن کا نودیپ

"نہیں بہن! میں تو آج تمام دن گھر ہی پر رہا ہوں۔ ابھی ذرا دیر پہلے ہی باہر گیا تھا۔ آج اپنے یہاں گورو مہاراج پدھارے تھے!"

"گورو مہاراج آئے تھے۔ تو پھر تم نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔ ہائے مہاراج جی آگئے! اور میں بدنصیب اُن کے درشن بھی نہ کر سکی!"

"تمہیں کیونکر بلواتا۔ وہ تو آئے۔ اور تھوڑی ہی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ ٹھہرنے کیلئے میں نے بہت اصرار کیا۔ مگر وہ نہ ٹھہرے۔ یہ کہکر چلے گئے کہ میں تم سے اب کماری پہاڑ پر ملونگا۔"

پرتبھا چنتا ساگر میں ڈوب کر خود بخود کہنے لگی "بڑے تعجب کی بات ہے کہ کل تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ اور آج وہ یہاں خود آگئے۔ مگر افسوس میں انہیں دیکھ نہ سکی۔ ہائے! میں آج منورما کے گھر کیوں گئی؟"

سوشیل نے کچھ متحیر ہو کر کہا "پرتبھا! کیا تم نے کل انہیں خواب میں دیکھا تھا؟ بڑے تعجب کی بات ہے۔ بھلا خواب میں تم نے کیا دیکھا تھا؟"

"بھیا! میں تم سے کیا کہوں؟ کل خواب میں میں نے گورو مہاراج کے ساتھ رشیوں کے بہت سے آشرم دیکھے تھے!"

"رشیوں کے آشرم دیکھے تھے۔ بھلا بتاؤ تو کس طرح دیکھے تھے؟"

"سنو بھیا! آپ کو اپنے خواب کا تمام واقعہ بالتفصیل سناتی ہوں۔" یہ کہکر پرتبھا سوشیل کے سامنے بیٹھ گئی۔ اور کہنے لگی "میں نے سوچا تھا کہ صبح اٹھتے ہی آپ کو خواب کا تمام واقعہ سناؤنگی۔ مگر دوسرے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے بھول گئی۔ اب تک مجھے اس بات کا خیال ہی نہ تھا۔ ابھی جب آپ نے مہاراج کے آنے کا ذکر کیا۔ تب مجھے یاد آگئی۔"

سوشیل نے کہا "اچھا! کہو۔ تم نے خواب میں کیا دیکھا تھا؟"

پرتبھا نے کہا "بھیا! سونے سے پیشتر کل رات کو میں نے ساوتری کی کتھا پڑھی تھی۔ ساوتری ایک راجہ کی لڑکی تھی۔ اور ستیہ وان ایک غریب بن باسی تپسوی تھا۔ ساوتری جانتی تھی کہ قدرت نے ستیہ وان کو زیادہ دولت اور عمر نہیں دی ہے۔ تو بھی اس نے اس کے ساتھ شادی کی اور راج کنیا کے عیش چھوڑ کر وہ اسکے آشرم میں تپسوی بن کر رہنے لگی۔ ساوتری کی کتھا ختم کر کے میں بستر پر پڑے پڑے اس کی اعلیٰ زندگی پر غور کرنے لگی۔ غور کرتے کرتے یکایک میرے دل میں کئی سوالات اٹھے۔ ہمارے ملک میں اب رشیوں کے آشرم کیوں نہیں ہوتے؟ رشیوں کے

آشرموں کا نام و نشان کیوں نہیں رہا؟ اور **ساوتری** جیسی پاک نفس دیویاں کیوں
نہیں پیدا ہوتیں؟ اس کے بعد مجھے کماری پہاڑ کا خیال آ گیا۔ اور ساتھ ہی **مہاراج** جی
کی بھی یاد آ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ رشی اب بھی ہیں۔ ہمارے مہاراج جی ہی تو رشی
ہیں مگر اس وقت رشی کنیائیں نہیں ہیں۔ اب لوگ پہاڑوں۔ جنگلوں میں رہنا نہیں چاہتے
شہروں میں ہی رہنا چاہتے ہیں۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنے سے جو خوشی اور فرحت ملتی
ہے۔ اس خوشی اور فرحت سے لوگ ناواقف ہیں اسی وجہ سے وہ وہاں نہیں رہنا چاہتے۔
اس قسم کی بہت سی باتیں سوچتے سوچتے میں سو گئی۔ اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا
کہ مہاراج جی کماری پہاڑ کے جھرنے کے قریب کھڑے ہیں۔ میں نے انہیں جا کر پرنام کیا مہاراج
جی نے مجھے آشیرباد دے کر کہا۔ بیٹی! کیا تو رشیوں کے آشرم۔ رشی کنیائیں اور رشی پتر دیکھنا
چاہتی ہے؟ میں نے نہایت مسرت آمیز لہجے میں کہا۔ ہاں مہاراج جی! انہوں نے کہا! اچھا تو
آنکھیں بند کر کے میرے پیچھے پیچھے چلی آ۔ میں آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے پیچھے چلی گئی اس
کے بعد انہوں نے کہا۔ بیٹی! اب آنکھیں کھول کر دیکھ! کیا دکھائی دیتا ہے۔ [illegible] شاید تم یقین
کرو گے کہ میں سچ کہتی ہوں کہ آنکھیں کھولتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ میں سچ مچ ہی رشیوں کے
آشرم میں پہنچ گئی ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے اونچے پہاڑ کھڑے ہیں ان کے نیچے
مختلف خوبصورت ندیاں بہتی ہوئی ہیں اور ان کے پاس ہی بڑے بڑے ہرن مسرت سے کلیلیں کر
رہے ہیں۔ کہیں سبز سبز پتوں سے چھائی ہوئی جھونپڑیاں ہیں کہیں پیپل کی بڑی بڑی چٹانوں
پر بیٹھے ہوئے عالم رشی تپسیا کر رہے ہیں بعض بعض رشی دھیان میں محو ہیں۔ اور کہیں تو ہم
ساتھ پڑھ رہے تھے۔ رشیوں کی لڑکیاں جنگل سے پھل پھول اکٹھا کر کے کٹیوں میں لا رہی
تھیں۔ واہ! وہ کیسی خوبصورت تھیں۔ ان کا چہرہ اور ان کی نگاہ ہی کیسی پاک تھیں۔ ان میں
پاکیزگی کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔ میری خواہش ہوئی کہ دوڑ کر ان کے قدموں میں گر
پڑوں۔ مگر ایسا کرنے کا مجھے حوصلہ نہ ہوا۔ مہاراج جی کو دیکھ کر بھی ان [illegible]
[illegible] ان کے ساتھ [illegible] دیکھ کر وہ مجھے پہچان نہ سکی ہیں ڈر لگنے لگے۔ مہاراج جی نے ہنس کر کہا کیا تم
سب سے نہیں جانتیں؟ اس کا نام [illegible]
ہوں۔ اب مجھے [illegible] رہ گیا۔ میں نے فوراً ہی انہیں پرنام کیا۔ [illegible] جسم میں کبھی نہ
[illegible] جیسے کوئی کانٹا چبھو رہے۔ میں ان کے [illegible] کر سکی [illegible]

یہ خیال آنے لگا۔ کہ میں بہت ہی میلی اور ناپاک ہوں۔ اِن مقدس رِشیوں کو چھونے کی بھی مجھ میں قابلیت نہیں۔ اس کے بعد مہاراج جی مجھے اور بھی کئی رشیوں اور رِشی پتنیوں کے پاس لے گئے۔ مہاراج جی کے ساتھ مجھے دیکھ کر سب میری نسبت دریافت کرنے لگے۔ مہاراج نے سب کو میرا نام بتایا۔ آپ لوگوں کے آشرم دیکھنے کی اسے بڑی خواہش تھی! اسلئے میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ یہ سُن کر سب کے سب بہت خوش ہوئے۔ مگر مجھے بہت خوف معلوم ہوا۔ میں سوچنے لگی کہ میں ان کے آشرم میں آنے کے قابل بھی نہیں۔ میں یہاں کیوں آئی؟ ایک رِشی پتنی جو بہت ہی بوڑھی تھی۔ اُس نے بہت پیار و محبت کے ساتھ مجھے اپنے پاس بُلا کر کہا۔ بیٹی! میں تمہیں آشیرباد دیتی ہوں۔ کہ تمہارا کلیان ہو۔ تم ڈرتی کیوں ہو؟ میں بھی لڑکپن میں تمہاری ہی طرح تھی۔ رشیوں کے پاس آنے میں مجھے بھی خوف اور لجا جیسی معلوم ہوتی تھی۔ اگر تم مہاراج جی کا اُپدیش سُنکر اس پر عمل کرو گی۔ اور اُن کے پاس رہو گی۔ تو تمہارا یہ خوف دور ہو جائیگا۔ تمہیں جب موقع ملے تب کبھی کبھی مہاراج جی کے ساتھ یہاں آیا کرو۔ میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہونگی۔ ضعیفہ کا یہ بچن سُن کر میرے دل میں حوصلہ اور خوشی کی لہریں اُٹھنے لگیں۔ میں نے اُنکے پاک قدموں کو بوسہ دیا۔ اور بولی ماتا! مجھے آشیرباد دو۔ کہ میں تمہارے چرنوں میں رہنے کے قابل ہو سکوں۔ اُس نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیر کر دعا دی۔ وہاں سے مہاراج جی کے ساتھ آشرم کے باہر آ کر میں نے کہا۔ میں نے رِشی پتنی اور رِشی کنیاؤں کا آشرم تو دیکھا۔ مگر ساوتری اور ستیہ وان کے درشن نہیں ہوئے۔ گورو

مہاراج نے کہا۔ وہ بھی اِسی آشرم میں تھے۔ مگر ستیہ وان اب راجہ ہو گئے ہیں اور ساوتری رانی ہو گئی ہے۔ یہ کہکر وہ ہنسنے لگے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مجھ سے کہا۔ بیٹی اب تم پہلے کی طرح آنکھیں بند کر کے میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔ میں پھر آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ تھوڑی دور جانے پر اُنہوں نے آنکھیں کھولنے کی اجازت دی۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میں اپنے اسی کلکتہ والے مکان میں بستر پر پڑی ہوئی ہوں۔

اتنا کہکر سُبھدرا خاموش ہو گئی۔ سوشیل کا دل لگا کر اپنی بہن کے خواب کا واقعہ سُن رہا تھا وہ کچھ دیر تک بہن کے چہرہ کو خوف سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ بائی! تمہارے خواب کا واقعہ بہت تعجب انگیز اور دلکش معلوم ہوتا ہے۔

سُبھدرا بولی۔ آج مہاراج جی یہاں آئے۔ اور میں اُن کا درشن نہ کرنے پائی! اس سے مجھے سچ مچ بڑا افسوس ہے۔ اگر تمہیں ان کا درشن ملا ہوتا۔ تو کس قدر خوشی ہوئی ہوتی۔ یہ کہکر سُبھدرا نے

لبنی سانس لی۔

سوشیل کمار نے اس کا کچھ جواب نہ دے کر کھانا ختم کیا۔

سوشیل منہ دھونے لگا۔ اور پر تبھا پھر بولنے لگی۔ بھیا جب سے میں نے خواب دیکھا ہے اس وقت سے میرے من کا بھاؤ بالکل تبدیل ہو گیا ہے۔ مجھے اب یہ سب کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ یہ بڑا شہر۔ یہ مکان۔ یہ پوشاک۔ یہ زیور۔ اور یہ لوگوں عیش عشرت ان سب میں سب کچھ بھی سکھ نہیں ہے۔ خواب میں میں نے جنہیں دیکھا ہے۔ وہ سب ہماری بہ نسبت بہت پاک اور بلند نظر ہیں اُن کے سامنے ہم سب کیڑوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان کے خاک قدم کی بھی برابری نہیں کر سکتے۔

یہ کہتے کہتے پر تبھا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

آٹھواں باب

مشورہ

دوسرے دن صبح سوشیل کمار اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے چاء پی رہے تھے کہ اتنے میں راجندر نے اُن کے ہاتھ میں ایک تار کا لفافہ لا کر دیا۔ سوشیل تار کا انتظار بے صبری سے کر رہے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے بیتابی سے فوراً لفافہ کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "سوموار کو شادی قرار پائی ہے" میں بر کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔ تیاری کرو۔

تار پڑھ کر سوشیل کچھ دیر تک متفکر رہتے رہے۔ پھر دوبارہ پڑھا۔ یہ بھی اچھی طرح دیکھا کہ کس تار گھر سے کس تاریخ کو اور کس وقت تار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسی دن صبح تار دیا گیا ہے اس دن سنیچر تھا۔ صرف ایک دن باقی تھا۔ دوسرے دن شادی ہوگی۔ تب آج ہی سے تمام انتظامات کرنے چاہئیں۔ سوشیل نے اُسی وقت یہ بھی سوچا کہ اس وقت پر تبھا اور دادی کو یہ خوشخبری سنانی چاہئے یا نہیں؟ کچھ دیر غور کر کے اُنہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ اس وقت خاموشی ہی بہتر ہے۔ ستو بہن کی اسے بیٹھے ہوئے دیر ہی کیا لگتی ہے؟ جب ستو بہن رتن کے ساتھ آئیگی۔

تمہیں اور چھوٹی بھاکو میں اپنا ہی سمجھتا ہوں میرے گھر سے ضرور ہی تمہارے یہاں آجائینگی اور تمام کام کاج ٹھیک کرا دیں گی ۔ یہ تو ہمارا ہی گھر ہے ۔ میں ایشور سے ہمیشہ یہی پرارتھنا کرتا ہوں کہ تمہارا کلیان ہو ۔ چھوٹی بھا کی شادی ہو جانے سے میری بھی ایک بڑی بھاری فکر دُور ہو جائے گی ۔ اتنا کہہ کر اور سوشیل کا آشیرباد دیکر وہ ... اپنے گھر کی طرف چل دیئے ۔

نواں باب

اُمید کی جھلک

اُسی دن رات کو گیارہ بجے سوشیل کمار کو نریش کا ایک اور تار ملا ۔ اس میں لکھا تھا "بھوپیندر ناتھ کے ساتھ اُسی میل سے روانہ ہوا ۔ کل صبح سٹیشن پر ملنا" اس بات کو سوشیل کی آنکھوں سے نیند ہرن ہوگئی تھی ۔ وہ صبح چار بجے ہی اُٹھ بیٹھے ۔ اور نہا دھو کر سٹیشن چل دئے ۔ باہر چوراستہ پر ایک کرایہ کی گاڑی کر کے سیالدہ سٹیشن پر جا پہنچے ۔ ٹھیک وقت پر ڈاک گاڑی آئی ۔ نریش نے ایک فرسٹ کلاس کے ڈبہ کی کھڑکی سے ہاتھ ہلا کر سوشیل کو اشارہ کیا ۔ سوشیل فوراً پہنچے ۔ دونوں ملے ۔ راجکمار سے بھی ملاقات ہوئی ۔ بھوپیندر کے باڈی گارڈ اور نوکر چاکر گاڑی سے اسباب باہر نکالنے لگے وہ انہیں راج محل میں آنے کا حکم دیکر سوشیل اور نریش کے ساتھ پلیٹ فارم سے باہر آگئے ۔

پلیٹ فارم سے باہر آتے ہی بھوپیندر کے کلکتہ کے نوکر نے آکر سلام کیا ۔ اور کہا حضور گاڑی تیار ہے ۔ بھوپیندر نے اُس سے کہا ۔ اچھا تم تمام مال واسباب اچھی طرح سے سنبھال کر لے آنا ۔ ہم چلتے ہیں ۔ اس کے بعد اس سے پوچھا ۔ تمہیں ہمارا تار کس وقت ملا تھا ۔ نوکر نے کہا حضور ! کل رات کو نو بجے " اتنا کہکر وہ پلیٹ فارم کی طرف چل دیا ۔

بھوپیندر نریش اور سوشیل تینوں گاڑی پر بیٹھ کر اپر سرکلر روڈ کے محل میں جا پہنچے راج محل ایک بہت خوبصورت باغیچہ کے درمیان بنا ہوا تھا ۔ گلاب کے پھولوں پر قطرات شبنم جھلک رہے تھے اور اُن پر وہ تازگی و سہانا پن تھا ۔ کہ رُوح پر ایک نشہ سا طاری ہوتا تھا بہار کا موسم تھا پھول

کے درختوں کے نیچے موتیوں کا آبدار فرش بچھا ہوا تھا۔ آموں کے بور کی مہک سے جو منتشر ہو رہی تھی غنچے اپنی شبنمی تازگی میں چٹک چٹک کر حسن اور شگفتگی کا پُر لطف سماں دکھا رہے تھے دلنواز ہریالی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔ محل کے بیچ میں پھولوں کا ایک مختصر باغیچہ تھا۔ اس میں سنگ مرمر کی خوبصورت مورتیاں جابجا مصور کے مصورانہ شوخیوں کی زبان حال سے داد دے رہی تھیں۔ فوارہ گوہر آبدار نثار کر رہا تھا۔

گاڑی سے اترتے ہی تینوں شخص اوپر کے کمرے میں جاکر بیٹھ گئے۔ نوکر فوراً چاء اور مٹھائی وغیرہ لایا۔

نریش نے چاء پیتے پیتے سوشیل سے پوچھا۔ تم تو سب انتظام کر چکے ہوگے۔

سوشیل نے ہنستے ہنستے کہا۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں جتنا ہو سکتا تھا۔ اتنا کر چکا ہوں۔

نریش نے کہا بھائی! اب یہ چال کی بات رہنے دو۔ کتنے ... چاہیئے کہ ہم بھوپیندر سے چل جائیں ... ان سے محروم رکھو۔ یہ نہیں ہوگا میں یہ بات پیشتر سے ہی کہے دیتا ہوں۔ ورنہ ہماری تمہاری بگڑ جائے گی!

سوشیل نے ہنستے ہنستے کہا۔ اس کے لئے تم فکر نہ کرو۔ تمہاری ... اور پکوان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

اس کے بعد نریش نے بھوپیندر کی طرف دیکھ کر کہا۔ بھائی صاحب! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ کل ... رسم ادا ہوگی اور کل ہی شادی ہوگی۔ اس لئے جہیز وغیرہ دینے کے لئے جو جو چیزیں بھیجنی ہوں۔ اس کی ابھی سے تجویز کر لیجئے۔ اور برات کے ساتھ چلنے کے لئے قلعہ کے بینڈ اور دو چار اور بھی اچھے اچھے باجوں کا انتظام آج ہی کر لیجئے۔ روشنی کا بھی معقول انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ کلکتہ میں جو آپ کے خاص خاص احباب ہوں۔ انہیں نوید بھی دیجئے

بھوپیندر نے ہنس کر کہا۔ بھائی! اس لئے مجھ سے کیا کہتے ہو؟ آج کا تمام دن پڑا ہے۔ جو کچھ کرنا ہو کر ڈالو۔ ابھی تمہیں یہاں سے رخصت تو نہیں مل جاتی!

نریش نے اپنا سر کھجاتے ہوئے ذرا ہنس کر کہا مجھے ایک دفعہ ڈلہوزی تک جانا ہے

بھوپیندر نے ظرافت آمیز لہجہ میں کہا سسرال جانے کی خواہش معلوم ہوتی ہے دیکھو سوشیل بابو! یہاں آئے دیر نہیں ہوئی۔ ابھی سسرال جانے کی فکر کرنے لگے۔ بھائی! اسوقت تو سسرال جانا ملتوی کرو۔ بارہ مہینے سسرال رہتے ہو۔ تو بھی تمہاری نیت نہیں بھرتی تعجب کی

بھیجی جائینگی۔ بھوپیندر کی تو یہ خواہش تھی کہ شادی بالکل پوشیدہ طور پر کر لی جائے۔ مگر کئی وجوہات سے میں نے یہ مناسب نہ سمجھا۔ شادی ڈنکے کی چوٹ ہونے سے ہی پرتبھا کی بھلائی ہے۔ یہاں بھوپیندر کے کتنے دوست۔ بھائی اور واقف شخص ہیں۔ ان سب کے پاس آج ہی نوید بھیجی جائے گی۔ اور ان سب کو براتی بنا کر کل تمہارے یہاں بھیجا جائیگا۔ اسی وجہ سے بینڈ کا بندوبست کرتا ہوں۔ تم بھی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے پاس نوید بھیج دو۔ ہاں خوب یاد آیا۔ اس موقع پر کلکتہ کے مشہور گویے گونڈا یا واگیش وغیرہ دو چار مشہور بینڈوں کو بلوا کر نوید بھیجنا۔ بلکہ ونڈا یا واگیش کے پاس تم خود ہی چلے جانا۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیونکہ تمہیں یہاں کا تمام انتظام کرنا ہے۔ مگر میں بھوپیندر کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤنگا۔ آج بھوپیندر اگر ٹل جانے کیلئے خود بھی مجھ سے کہتے۔ تو بھی میں نہ جاتا۔ دیوان سے میں بہت ڈرتا ہوں۔ نہ معلوم وہ کس وقت کیا کر ڈالے؟ تم اب یہاں سے جاؤ۔ دیر نہ کرو۔ میں نے جو جو باتیں کہی ہیں وہ سب ہونی چاہئیں۔ اس کے بعد نریش نے کچھ مسکرا کر کہا میں تو ٹل اٹکا نہ جا سکا۔ مگر تم یہ نہ بھول جانا۔ وہاں خبر کرا دینا۔ کہ میں کلکتہ آ گیا ہوں۔

سوشیل نے ہنستے ہوئے کہا۔ تم مطمئن رہو۔ اتنی بڑی بھول کبھی نہ ہوگی۔

دسواں باب

دونوں سکھیاں

منورما کو دو تین دن سے اپنے شوہر کا خط نہیں ملا۔ اس لئے وہ بہت بیتاب ہو رہی تھی۔ بالخصوص اس وجہ سے اور بھی کہ پرتبھا کے متعلق اب ان کا کیا خیال ہے؟ وہ پرتبھا کے کمرے میں اس خیال سے گئی۔ کہ شاید وہاں سوشیل بابو کے پاس کوئی خط آیا ہو۔

اس نے دیکھا۔ کہ پرتبھا تنہا بیٹھ کر کوئی کتاب جی لگا کر پڑھ رہی ہے۔ اس کا پاک چہرہ اور حسن کا نکھار دیکھ کر منورما دھنگ رہ گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ پرتبھا کے پڑھنے میں خلل

پڑے بگڑا ہے کھانسی آ گئی۔

پریتبھا نے چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ پی سکھی کو کھڑی دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہوئی اور نجاجت آمیز لہجہ میں بولی۔ سکھی! تم یہاں کتنی دیر سے چُپ چاپ کھڑی ہو؟ مجھے پکارا کیوں نہیں؟

منورما نے ہنس کر کہا۔ سکھی! مجھے آئے ہوئے بہت دیر نہیں ہوئی۔ ابھی آئی ہوں۔ تم پڑھ رہی تھیں۔ اس لئے مَیں نے خواہ مخواہ مخل ہونا مناسب نہ سمجھا۔ یہ بتاؤ۔ تمہارے بھائی گھر پر ہیں؟

پریتبھا نے کہا۔ نہیں۔ وہ تو آج دن نکلنے سے پیشتر ہی کہیں چلے گئے ہیں۔ میں نہا دھو کر چائے بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔ کہ اتنے میں رامچندر نے کہا۔ بابو صبح ہی اُٹھ کر کہیں چلے گئے ہیں۔

منورما نے کہا۔ صبح کی ڈاک سے کیا تمہارے بھائی کے نام سے کوئی خط آیا ہے؟

یہ تو مجھے نہیں معلوم! اچھا تم بیٹھو۔ مَیں بھائی کے کمرے میں جا کر ابھی دیکھ آتی ہوں! یہ کہکر پریتبھا سوشیل کے کمرے میں چلی گئی۔

اُس نے فوراً ہی آ کر کہا۔ نہیں۔ بھائی کی میز پر تو کوئی بھی خط نہیں ہے معلوم ہوتا ہے ڈاک ابھی نہیں آئی ✦

منورما نے کہا۔ واہ یہ خوب کہی۔ ڈاک تو کبھی کی آ چکی ہوگی... [illegible] ڈاک تو کبھی کی تقسیم ہو گیا۔ یہ کہکر منورما کچھ غمگین سی ہو گئی۔

پریتبھا نے اپنی دونوں باہیں منورما کے گلے میں ڈال کر کہا۔ سکھی! آج تم یہ کیا پوچھتی ہو کہ بھائی کے نام سے کوئی خط آیا ہے یا نہیں؟

منورما نے ہنس کر کہا۔ کیا اس کا سبب بغیر دریافت کئے ہوئے تم نہ مانو گی۔ اچھا سنو۔ تمہارے بہنوئی کا آج کئی دنوں سے کوئی نہیں آیا۔ اس لئے اُن کی خیریت کا حال جاننے کیلئے دل بہت بیتاب ہو رہا ہے۔ مَیں نے سوچا اگر سوشیل بابو کے نام کوئی خط آیا ہو تو دریافت کر آؤں مگر یہاں تو نے پر بھی مایوسی ہوئی۔ سکھی! آج میری بائیں آنکھ بہت پھڑک رہی ہے۔ اور دل بھی رہ رہ کر جیسے اُچھل پڑتا ہے۔ معلوم نہیں کون ایسی زبردست خوشی ہونے والی۔ اور کیا ایسا مژدہ جانفزا سُنوں گی ✦

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ نیچے سے سوشیل کی رکشا تھمنے کی آواز آئی۔ وہ داتی بڑے یہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ کہ داتی ماں! ذرا اوپر تو آؤ۔ ایک بہت ضروری کام ہے پدمتھا نے منورما سے کہا۔ لو سکھی! بھائی آگئے۔ ٹھہرو میں ان سے ابھی پوچھے آتی ہوں یہ کہہ کر وہ بھائی کے کمرے میں گئی۔ اور پوچھنے لگی۔ بھیا! آج تمہارے پاس نریش بابو کا کوئی خط آیا ہے سوشیل نے کچھ متحیر ہو کر پدمتھا کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اور پوچھا تم نریش کا خط کیوں پوچھتی ہو؟ پدمتھا نے شرم کے مارے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں تھا بانداز سے کہا نہیں بھیا! میں نہیں پوچھتی ہوں ...... سکھی پوچھتی ہے۔

سوشیل نے ہنس کر کہا۔ اچھا تمہاری سکھی پوچھتی ہے۔ تو لو سنو! آج نریش خود ہی کلکتہ گئے ہیں۔ وہ مہتو چیندر ناتھ کے راج محل میں ٹھہرے ہیں۔ مہتو چیندر بھی آتے ہیں۔ داتی ماں! تم کیا کر رہی ہو [illegible] اوپر آؤ۔

داتی نے جلدی سے سوشیل کے کمرے میں آکر پوچھا۔ کیوں؟ بھیا کیا کام ہے؟

سوشیل نے پدمتھا کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ تمہیں [illegible] بتاؤں۔ تو لو سنو کل پدمتھا کی شادی ہے تیاری کرو۔

یکا یک بجلی گرنے سے انسان کی جو حالت ہوتی ہے۔ بالکل وہی حالت سوشیل کی بات سن کر داتی کی بھی ہوئی۔ وہ کچھ دیر تک بے شدھ رہی۔ پھر متحیرانہ انداز سے پوچھا کل پدمتھا کی شادی ہے۔ یہ تم کیا کہتے ہو؟

سوشیل نے ہنس کر ذرا زور سے کہا۔ کہتا کیا ہوں؟ کیا تمہیں سنائی نہیں پڑتا۔ کل ہی پدمتھا کی شادی ہے۔ مہتو چیندر آگئے ہیں۔ براتی آگئے ہیں۔ اور اس طرف سے تمام سامان تیار ہے شادی کل ہی ہوگی۔ لو اب سن پڑا۔

یہ سنتے ہی داتی کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو بہنے لگے۔ سوشیل کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر گئیں۔ مگر انہوں نے بہ مشکل ضبط سے انہیں روک کر کہا۔ داتی ماں! یہ رونے کا وقت نہیں ہے اب کہ [illegible] وقت ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں کام پڑے ہیں منورما سے کہو وہ تمہاری مدد کرے سوشیل نے آہستہ آہستہ داتی ماں سے اور بھی باتیں کہیں۔ ادھر دوسرے کمرے میں پدمتھا اور منورما سوشیل کی یہ بات چیت سن کر پہلے تو بہت ہی متعجب ہوئیں۔ اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھا منورما کی نگاہیں پدمتھا کی پر شوق نگاہوں سے ملتے ہی آنسو [illegible]

جوشِ محبت سے پربھا کو زور سے لپٹا لیا۔ اور نشۂ محبت سے سرشار ہو کر بیساختہ اس کا منہ چوم لیا
پربھا نے شرمندہ ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔ منورما نے کھنکتی ہوئی آواز سے کہا۔ سکھی پربھا!
یہ دن دیکھنے کی میرے دل میں کتنے دنوں سے آرزو تھی۔ برسوں سے اسی دن کا انتظار کر رہی
تھی۔ آج کا دن کیسا اچھا ہے۔ سکھی! میں نے تم سے آتے ہی کہا تھا۔ آج میری بائیں آنکھ بہت پھڑک
رہی ہے۔ اور دل رہ رہ کر اچھل پڑتا ہے۔ میں سوچتی تھی۔ ایسی کیا خوشی کی بات سنوں گی۔ اب جو سنا
ہے اس خوشی سے میں متوالی ہوئی جا رہی ہوں۔ اس دن کیلئے میں نے کیسی کیسی منتیں مانی تھیں
آج اتنے دنوں بعد ایشور نے میری بھی سن لی۔ سکھی کل تمہاری شادی ہے جسکا مجھے خواب میں بھی
خیال نہ تھا۔ سکھی! سکھی!! میری پیاری پیاری سکھی! آج صبح میں کسی اچھے کا منہ دیکھ کر اٹھی
تھی۔ ایسی خوشخبری میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ سکھی! آج میری خوشیوں کا ٹھکانا نہیں ہے۔ میں سمجھ
رہی ہوں آج اس دریا میں غوطے کھا رہی ہوں جس کی تھاہ نہیں۔ یہ کہتے کہتے منورما نے پھر پربھا کو زور سے
سینے سے لپٹا لیا۔ آنکھوں سے مسرت کے آنسو بہنے لگے۔

اتنے میں دائی ماں بھی آنچل سے آنسو پونچھتے وہاں آپہنچیں۔ پربھا کو دیکھتے ہی سیلاب
مسرت نے ضبط کا سنگین باندھ آن کی آن میں توڑ دیا۔ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر رونے لگیں۔ ذرا
دیر بعد جب اُن کا جی ٹھکانے ہوا۔ تو بولیں۔ بھگوان تمہیں سدا سہاگن رکھے۔ اب کل دونوں ت
ایک ہو جائیں تو دیکھ کر میں بہت خوشی سے مرونگی۔

پربھا شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ نیچے کیے ہوئے تلووں کی نوک تکتی رہی۔ منورما اور دائی ماں کی
طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکی۔

گیارھواں باب

عورت کا دل

منورما جس طرح ہر روز نہا دھو کر پربھا کے یہاں جاتی تھی۔ اسی طرح آج بھی آئی۔ اس
عجیب و غریب نظارہ کو دیکھ کر اس نے منورما سے پوچھا۔ جیجی! آج کیا ہے؟ **منورما** نے ہنس

اور سوتیلی ہوتے وہ بہت محبت کرتی ہے۔ اپنے گھر تو وہ گھڑی بھر بھی نہیں رہ سکتی۔ جب دیکھو تب یہ بھابی جی کے لئے ہی پاگل بنی رہتی۔ یہ دیکھو نہ وہ ہی خود کھانا تیار کرنے کیلئے دوڑی گئی ہے۔ اس کا دل بالکل پاک و صاف ہے۔ اس پر ابھی تک ذرا سی سیاہی کا داغ بھی نہیں پڑا ہے۔ جیسے تمہارے بھائی ہیں ویسے ہی [illegible] ہے۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے قابل ہیں۔ اس وقت بیشک [illegible] شادی ہو جائے بعد میں [illegible] منظور ہوگا تو ان دونوں کی بھی ہو جائے گی۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔ یہ کہکر منورما چلی گئی ◆

اتنے میں نِروپما نے آکر کہا۔ جی جی! آج کا دن آخری دن اور آج کی رات آخری رات ہوگی کل تم دوسرے کی ہو جاؤ گی۔ شادی کے پاک رشتہ جکڑ جاؤ گی۔ جی جی [illegible] کیا میرا کوئی حق نہ رہے گا۔

چتر پربھا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حسرت ناک لہجہ میں بولی۔ نیرو! تم اپنی زبان سے ایسا نہ کہو۔ میں جیتے جی تمہیں نہ بھولوں گی۔ تمہاری محبت کا نقش میرے دل سے کسی طرح نہیں مٹ سکتا۔ پاک محبت ہمیشہ روحانی ہوتی ہے۔ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کو توڑ سکے۔

نیرو نے روتے روتے کہا۔ جی جی! کیسے کہوں؟ کل تم راج رانی بن جاؤ گی میں جیسی کی تیسی رہونگی۔ آہ! کبھی وہ بھی دن تھے۔ کہ تم ہر وقت میرے پاس رہتی تھیں۔ جی جی! میں نہیں کہہ سکتی کہ تمہارے بغیر میں کیسے رہ سکوں گی خبر نہیں۔ اب دل کو تمہاری جدائی میں کیسے کیسے صدمے اٹھانے پڑیں گے۔ نِروپما یہ سب کہتی جاتی تھی۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا

چتر پربھا بھرائی ہوئی آواز سے بولی۔ نیرو! تم اس قدر غمگین نہ ہو۔ تمہاری باتوں سے میرے کلیجہ میں جیسے چھری سی اتر جاتی ہے۔ دیکھو نیرو! جب سے تم سے میل ملاپ ہوا ہے میں نے اپنی سکھی سہیلیوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے۔ ذرا دیر تم نہیں آتیں۔ تمہیں نہیں دیکھ پاتی ہوں تو جھٹ کوٹھے پر چڑھ جاتی ہوں۔ اور جب تک تمہیں نہیں دیکھ لیتی چین نہیں آتا ◆

نِروپما نے کہا جی جی! تم مجھے اپنی ایک تصویر دیتے جاؤ۔ میں اس کو ہر وقت اپنے پاس رکھونگی۔ عالم خیال میں گھنٹوں اسی سے بات چیت کر کے اپنا دل بہلاتی رہونگی۔ اسی نشہ سے مدہوش رہوں گی ◆

چتر پربھا نے نِروپما کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کا منہ چوم لیا۔ آنکھوں نے موتیوں کی بارش کی ◆

نروپما کی آنکھوں میں پریم رس بھرا ہوا تھا۔ مایوسانہ انداز سے بولی۔ جی جی! اور آج تمہارے ساتھ لوڈو کی ایک بازی کھیل لوں۔ تمہاری گوٹ مار لونگی تو ناراض تو نہ ہوگی؟

پریتھا لوڈو لے آئی۔ پانسے پڑنے لگے۔ اتفاق کی بات اسکی چار دوں پکی پکائی گوٹیں نروپما نے مار لیں۔ پریتھا بہت گھبرا گئی۔ شرمائی۔ مگر کچھ کہہ نہ سکی +

ایک دو نہیں۔ بلکہ کئی بازیاں کھیلی گئیں۔ پریتھا برابر ہارتی ہی گئی +

نروپما نے حسرت آمیز لہجے میں بولی جی جی! اب معلوم نہیں کب؟ تمہارے ساتھ لوڈو کھیلنے اور اس طرح پیار و محبت کی باتیں کرنے کا موقع نصیب ہو۔ اتنا کہکر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ سوچنے لگی۔ کیا میں اس طرح رونے کیلئے بنائی گئی ہوں۔ میں کبھی ہنستی بھی تھی جس کے بدلے اتنا روتی ہوں +

پریتھا سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے نروپما کو اپنی گود میں بٹھا کر پیار سے کہا۔ نیرو! زندگی ہے۔ تو تم سے بات چیت کرتے۔ تمہارے ساتھ رہتے سہتے۔ اور تمہاری آغوش محبت میں ہنسنے بولنے۔ کھیلنے کودنے کیلئے بہت سے موقعے ملینگے۔ تم اس قدر اداس نہ ہو +

نروپما کے منہ سے صرف اس قدر نکلا۔ جی جی! تم مجھے بھول نہ جانا +

بارھواں باب

ایک نئی تجویز

سوشیل کمار کو دم مارنے کی بھی فرصت نہیں تھی۔ اس نے ودیا واگیش مہاشے کو بلا کر ایک فہرست تیار کی۔ کہ شادی کا نوید کس کس کو دیا جائے۔ دعوت کیلئے قسم قسم کی چیزیں مہیا کیں۔ دوستوں کو بلا کر بہت سے کام اُن کے سپرد کئے۔ مکان تو بدل ڈھول کیسجایا گیا خیمے اور قناتیں لگائی گئیں۔ فانوس قندیل اور بڑے بڑے لیمپ لگائے گئے۔ اور تمام مکان کا شانہ عشرت بن گیا +

دوپہر کیوقت پریتھا کے اڑوس پڑوس کی عورتیں جیسے کہ رواج ہے رسم تھی۔ شادی کی

خوشخبری سُن کر وہ سب کی سب اکٹھی ہو گئیں۔ سب نے پرتبھا کو سچّے اور خلوص دل سے دعا دی کہ سہاگ قائم رہے۔

سُوشیل کمار تمام انتظام کر کے ودیا واگیش کو ساتھ لے کر اپنے رشتہ داروں بھائی بندوں اور پنڈتوں کو نوید دینے کے لئے گھر سے باہر ہوئے سب نے خوشی سے نوید قبول کیا۔ شام کے وقت وہ ودیا واگیش مہاشے کے ساتھ گھر واپس آئے۔ آ کر دیکھا تو دوستوں نے مکان خُوب آراستہ و مزیّن کر رکھا ہے۔

ودیا واگیش مہاشے کے ساتھ بہت سی باتوں کا مشورہ کرنا تھا۔ اس لئے سوشیل کمار انہیں لے کر اُوپر کے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں بات چیت کا سلسلہ چھڑا ہی تھا۔ کہ اتنے میں نیچے سے نریش کے بولنے کی آواز آئی۔ سُوشیل نے تیزی سے کمرے سے باہر آ کر کہا۔ کون ہے نریش! آؤ بھائی اُوپر آؤ +

نریش نے کہا۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ سمرتی رتن مہاشے بھی میرے ساتھ ہیں +

سُوشیل نے کہا۔ تو اُنہیں بھی ساتھ لیتے آؤ۔ زہے نصیب! کہ آج اُنہوں نے اپنے پاک قدم سے اس مکان کو پاک کیا +

فوراً ہی دونوں اُوپر آ گئے۔ نریش نے کہا۔ صبح اِن کے ساتھ تمہیں انٹروڈیوس کرانے کا موقع نہیں ملا۔ آپ ہی مہیش چندر سمرتی رتن مہاشے ہیں۔ جن کے متعلق میں نے اپنے خط میں تذکرہ کیا تھا +

سُوشیل نے اُنہیں پرنام کیا۔ اور پھر احسانمندانہ لہجہ میں کہا۔ سمرتی رتن مہاشے! آپ کے احسانات کا معاوضہ میں کیونکر ادا کروں۔ آپ نے بڑی مہربانیوں کا ثبوت دیا ہے +

سمرتی رتن مہاشے نے کہا۔ بھیا! میں تمہیں بچپن سے ہی جانتا ہوں۔ تمہارے باپ میرے جگری دوست تھے۔ اس لئے میں نے تمہاری بھلائی کے لئے جو کچھ کیا ہے۔ وہ اپنا فرض سمجھ کر کیا ہے اس کے لئے تمہیں احسان ماننے کی ضرورت نہیں آج تمہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ ایشور سے میری یہی پرارتھنا ہے۔ کہ تمہارا کلیان ہو۔

سُوشیل نے کہا۔ آپ کے آشیرباد پر ہم لوگوں کو بہت حوصلہ و بھروسہ ہے +

تھوڑی دیر بعد سمرتی رتن مہاشے بولے۔ سُوشیل! تو جب بادشہر مہید آتما نند سوامی کے ساتھ تمہارا کس طرح انٹروڈکشن ہوا۔

سُوشیل متعجب ہو کر سمرتی رتن مہاشے کے مُنہ کی طرف تکنے لگے۔ اور کچھ دیر بعد بولے۔ شری مد آتما نند سوامی کون؟ اُنہیں تو میں نہیں پہچانتا!

سمرتی رتن مہاشے تعجب آمیز لہجے میں بولے۔ تم اُنہیں نہیں پہچانتے۔ مگر وہ تو تمہیں اور تمہاری بہن پرتبھا دونوں کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔

سُوشیل متحیر ہو کر مسرت آمیز لہجہ میں بول اُٹھے۔ کون آتما نند سوامی؟ کیا ہمارے گورو مہاراج! کیا اُنہیں کا نام شری مد آتما سوامی ہے۔ میں تو اُن کا نام نہیں جانتا تھا۔ اور نہ کبھی اُن سے نام دریافت کرنے کی مجھے حوصلہ ہوا۔ تو کیا وہ ہی شری مد آتما نند سوامی ہیں۔ یہ کہہ کر سُوشیل کچھ عرصہ تک خاموش رہے۔ پھر بولے "انہیں میں نے پہلے پہل کماری پہاڑ پر دیکھا تھا"

سمرتی رتن مہاشے خوش ہو کر بولے۔ ٹھیک ہے۔ انہوں نے بھی مجھ سے اسی پہاڑ کا ذکر کیا تھا۔ سُوشیل! شاید تمہیں معلوم نہیں کہ وہ ہی میرے گورو مہاراج ہیں۔ اس معاملہ میں انہوں نے میری کتنی مدد کی ہے۔ یہ بھی شاید تم نہیں جانتے۔ اگر اُن کی کرپا نہ ہوتی۔ تو آج ہم اُس کام میں کچھ بھی کامیابی نہ حاصل کر سکتے۔ وہ جیسے ہمارے مہاتما ہیں۔ اسے بڑی خوش قسمتی سمجھنی چاہئے۔ جو تمہاری اُن سے ملاقات ہو گئی۔

سُوشیل کا دل حیرت۔ خوشی اور احسان سے بھر گیا۔ گورو مہاراج کے جلالی تصور سے اس کے عضو عضو میں روحانیت کی جیسے ایک لہر سی دوڑ گئی۔ اُس نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ اُن کے درشن پانا میری خوش قسمتی کی بات ہے۔ انہوں نے مجھے اس مصیبت کے دوران میں بھی پرسوں یہاں خود ہی درشن دیئے تھے۔

سمرتی رتن مہاشے متعجب ہو کر بولے۔ کیا مہاراج جی پرسوں یہاں تشریف لائے تھے؟ ضرور آئے ہوں گے۔ [illegible] اُن کی [illegible]

کچھ دیر کے لئے سب لوگ خاموش رہے۔ [illegible] سمرتی رتن [illegible] مہاشے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ آپ کی تعریف؟ آپ کون ہیں؟

سُوشیل نے کہا۔ ان کا نام شری [illegible] ہے۔ آپ ہی [illegible] ہیں۔

سمرتی رتن مہاشے بولے۔ تب ان کے یہاں پہنچنے میں کوئی [illegible] سے اس وقت ان کی موجودگی بہت ضروری ہے۔ [illegible]

سمر کے کہا سوشیل! کل برتیجا کی شادی ہو جائے گی۔ اِس معاملہ میں تم اب مطمئن ہو گئے اب میرا تم سے ایک اصرار ہے۔ میں تمہارے روبرو ایک نئی تجویز پیش کرتا ہوں۔ اگر تم اُسے مانو۔ تو میں کہوں ۔

سوشیل متعجب ہو کر بولا۔ فرمائیے۔ وہ کونسی تجویز ہے؟ اور کیا اصرار ہے؟ جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا۔ میں ضرور مانوں گا۔ آپ بغیر کسی پس و پیش کے کہئے۔

تب سمرتی رتن مہاشے نے کہا۔ سوشیل۔ اس وقت تمہارے ماں باپ نہیں ہیں تمہارے باپ میرے دلی دوست تھے۔ تمہیں میری بات ضرور ماننی چاہئے کل تمہاری بہن کی شادی ہو جائے گی۔ ہم لوگوں کی خواہش ہے۔ کہ پرسوں تمہاری بھی شادی کر دیں۔ ہم نے تمہارے لئے ایک اچھی لڑکی تلاش کر لی ہے۔ تمہاری رائے ملتے ہی ہم تمہاری شادی کی تیاری کرینگے۔

سوشیل نے کچھ دیر تک خاموش رہ کر کہا۔ دیکھئے۔ میں آپ کی حکم عدولی نہیں کر سکتا مگر یہ میں ضرور کہوں گا۔ کہ یہ تجویز ایک اور بے وقت و بے موقع پیش کی گئی ہے۔ میں نے اب تک اپنی شادی کے متعلق اچھی طرح سے کبھی غور نہیں کیا۔ شادی سے مجھے کوئی چڑھ نہیں ہے۔ اور نہ میں اس کے برخلاف ہوں۔ جو دنیا میں رہنا چاہتا ہے۔ اُسے شادی کرنی ہی چاہئے مگر ساتھ ہی میرا یہ بھی خیال ہے۔ کہ اگر کچھ دو چار شخص شادی نہ کریں۔ تو اس سے دنیا کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہو سکتا۔ میں بچپن کی شادی کے برخلاف ہوں۔ یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ میرے پتا جی بھی اسکے برخلاف تھے۔ گورو مہاراج جی کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بھی فرماتے تھے۔ عورت اور مرد دونوں میں برہمچریہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ میں شادی ضرور کرونگا۔ مگر کسی کمسن لڑکی سے شادی نہ کرونگا۔ اگر کوئی نوجوان لڑکی میرے ساتھ شادی کرنا چاہے گی اور میری طبیعت اُس کے حسن و سلیقہ پر مائل ہو گی۔ تو میں اُسکے ساتھ شادی کروں گا۔ ورنہ میں اس زندگی میں شادی نہ کروں گا۔ یہ یقینی بات ہے ۔

سوشیل کمار کی بات چیت سُن کر سمرتی رتن مہاشے نے ہنس کر کہا سوشیل! تم نے جس آدرش کو اپنی نظروں کے سامنے رکھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ اور پراچین آریہ اسی آدرش کے بموجب چلتے تھے۔ مگر موجودہ زمانہ میں جبکہ کم عمر کی شادی ہوتی ہے۔ ویسی لڑکی ملنی مشکل ہے۔ یہی دیکھو۔ تمہاری [illegible] جس [illegible] کا آدرش [illegible] کیا کچھ [illegible] کبھی اسی طرح کا آدرش رہے [illegible] [illegible] تک [illegible] بچپن کی شادی

بھی بُری نہیں جہاں برہمچریہ نہیں ہے۔ وہاں تمام عیب ہوتے ہیں۔ لیکن اگر لڑکی۔ لڑکا برہمچریہ
کے راستہ میں مستقل مزاجی سے گام زن ہوں۔ تو بچپن کی شادی میں کوئی ہرج نہیں ہے
جو ہو۔ آج تمہارے یہ خیالات سُن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے تمہارے لئے جو لڑکی تلاش
کی ہے وُہ بالکل کمسن بھی نہیں ہے۔ اگر تم خود برہمچریہ کو نہ چھوڑو گے۔ تو اُسے بھی برہمچریہ میں قائم
رکھ سکو گے۔ تم نے اُس لڑکی کو دیکھا ہے۔ اور اس کے عادات اور خوش اطواریوں کا بھی بہت
کچھ اندازہ لگا لیا ہے۔ ہم نرودیما کی بات کہتے ہیں۔ جو تمہارے پڑوسی شری کرشن دیال مکھوپادھیا
کی لڑکی اور تمہارے ان نریش بابو کی سالی ہے ؛

سُوشیل متحیر ہو کر نریش کے مُنہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اور اسی وقت ہنس پڑا۔ اُس نے کہا
نرودیما؟ کیا آپ نے **نرودیما** کو میرے لئے منتخب کیا ہے ؟ اُسے میں خوب جانتا ہوں۔ نرودیما
جیسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے میں اب مجھے کوئی تامل نہیں۔

سُوشیل کی بات سُن کر سب خوش ہوئے۔ نریش بابو جو اب تک تصویر حیرت بنے بیٹھے
تھے۔ یکایک بول اُٹھے۔ اب یہ تو کہو۔ کہ مجھے اس پروہتائی کی بدائی کیا ملیگی ؟

سُوشیل ہنس کر بولا۔ تمہاری پروہتائی یا سمرتی رتن مہاشے کی ؟ نریش نے کہا۔ سمرتی رتن
مہاشے کی الگ اور میری الگ ؛

دُوسرے دن صُبح جیسے ہی نوبت اور شہنائیوں نے میٹھے سُروں میں بھیرویں راگنی
کا الاپ شروع کیا۔ ویسے ہی سُوشیل کا تمام مکان مُسرت سے گونج گیا آج چندر پربھا کی شادی
تھی۔ [illegible] لڑکے اور لڑکیاں آنے جانے لگیں۔ اُن کے ذریعہ سے یہ خبر بھی تمام محلہ میں
پھیل گئی۔ کہ کسی راجہ کے لڑکے سے یہ تمہائی شادی ہوتی ہے۔ جن کو بلاوا دیا گیا تھا۔ وُہ اور
جن کو بلاوا نہیں دیا گیا تھا۔ وُہ بھی شام کی دُھوم دھام اور رونق دیکھنے کی اُمید میں دل

میں پھولے نہ سماتے تھے۔

آج پرتبھا کی شادی اور کل نروپما کے ساتھ سوشیل کمار کی شادی ہوگی۔ اس خبر کے پھیلنے میں بھی کچھ دیر نہ لگی۔ دونوں خاندانوں کے ساتھ جن جن کا تعلق یا راہ و رسم تھی انہیں آخرالذکر خبر سن کر اور بھی خوشی ہوئی۔ نروپما کی خوش قسمتی کی سب تعریف کر رہے تھے۔ سوشیل جیسے عالم باعمل کے ساتھ شادی ہونا کیا کم خوشی کی بات تھی؟

تقریباً آٹھ بجے راجکمار کے یہاں سے سوشیل کے گھر ہلدی کی رسم (چڑھاوا) آیا۔ اُسے تقریباً پچاس عورت مرد لے کر آئے تھے۔ اُسے دیکھنے کیلئے ہزاروں نگاہیں بیتاب نظر آرہی تھیں سب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بنارس کی بیش قیمت ساڑیاں۔ مخمل کی کارچوبی چولیاں۔ ریشمی دوپٹے۔ تولیے۔ رومال۔ مختلف نایاب عطر۔ اسینس۔ خوشبودار تیل۔ چاندی اور ہاتھی دانت کے مختلف خوشنما کھلونے۔ چاندی کی دلفریب اور نفیس طشتریاں قسم قسم کی مٹھائیاں دیکھ کر سب لوگ واہ واہ کہنے لگے۔ سوشیل نے نوکروں کو دل کھول کر انعام دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد سہاگن عورتوں نے مبارک باد گائی۔ اور اس طرح ہلدی چڑھنے کی تیاری ہوئی۔

مقررہ ساعت پر ہلدی چڑھی۔ تھوڑی دیر بعد راجکمار کا ایک معتبر نوکر چڑھاوے کے زیوروں کا صندوقچہ لایا۔ سوشیل نے بکس کھول کر فہرست کے مطابق تمام زیورات کا شمار کیا۔ زیور تھے یا ہیرے جواہرات کا گرانبہا خزانہ۔ عورتیں ندی کی طرح امنڈ آئیں۔ جو عورتیں سوشیل سے پردہ کرتی تھیں۔ اور کبھی اُن کے سامنے نہ آتی تھیں۔ آج وہ بھی سوشیل کے سر پر چڑھی جاتی تھیں۔ انہوں نے زیور کا صندوقچہ وہاں ہی رکھ دیا۔ اور عورتیں اچھی طرح دیکھنے لگیں۔ ہیرے و جواہرات کے بیش قیمت زیورات آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہے تھے۔ اُن پر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔

سوشیل کمار نے یہ تمام زیورات راجکمار کے ماں باپ نے اپنی بہو کے لئے خاص کر بنوائے تھے مگر میری سمجھ میں یہ سب آڈمبر ہی ہیں۔ پرتبھا کے لئے جو ایک زبردست زیور آیا ہے۔ وہی اُس کا .... صرف اُس کا ہی کیوں بلکہ تمام سادھوی عورتوں کا قابل زیور ہے۔ اُس کے روبرو [illegible] اور موتیوں کے زیوروں کی کوئی زیبائش نہیں۔ دنیا میں اس جیسا گراں بہا رتن اور کوئی نہیں۔ لیکن اس زیور میں جو تھوڑا سا سونا لگا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں اور بھی خوش ہوتا۔ یہ کہہ کر سوشیل کمار نے تمام عورتوں کو وہ گراں بہا رتن دکھایا۔ سب نے دیکھا کہ وہ پرتبھا کے ہاتھوں میں پہننے کیلئے ایک چوڑیوں کی جوڑی تھی۔ [illegible]

کی نشانی ہے ؛

عورتوں نے بڑی خوشی سے سُوشیلا کی یہ مختصر تقریر سُنی۔ اور پھر وہ اُس چوڑیوں کے جوڑے کو دیکھنے لگیں۔ سُوشیلا نے آرزومندانہ لہجہ میں کہا۔ آپ سب پرتبھا کو آشیرباد دیں کہ اُس کے ہاتھوں میں یہ انمول رتن عرصہ تک زیب دے۔ سادھوی عورتوں کے لیے اِس زیور کی نسبت زیادہ نازک چیز اور کیا ہے۔ سب عورتوں نے یکزبان ہوکر کہا۔ پرتبھا کا سہاگ اچل ہو۔

دوپہر کو پھر بہت سی عورتوں کا مجمع ہوا۔ تمام دن چہل پہل رہی۔ عورتوں اور بچوں کے شور و غل کی وجہ سے ایک دوسرے کی بات بھی بمشکل سُن سکتے تھے ؛

پرتبھا نے اُس دن بہت سنگار کیا تھا۔ سُوشیلا کماری اپنی اس کا دان دینگے اس لئے وہ بھی [illegible] ٹھیک وقت پر تمام رسومات [illegible] ؛

ہلدی چڑھنے کے وقت پرتبھا کا چہرہ پھول کی طرح [illegible] اُس کے گلے میں موتیوں کی مالا۔ آنکھوں میں کاجل کی تحریر۔ پیشانی پر کیسر کا تلک۔ پاؤں میں مہاور۔ جسم پر نئے دلفریب خوش قطع کپڑے اور ہاتھوں میں کنگن۔ اُس کے جسم پر چار چاند لگا رہا تھا۔ اُس کی وہ پاک صورت دیکھ کر سب کی آنکھیں پاک سرور سے بھر پور ہو جاتی تھیں۔ پرتبھا کی آنکھوں میں پریم کی چمک تھی۔ اور چہرہ پر پریم کی سُرخی۔ اُس سُرخی میں [illegible] مسرت کی روشنی منور تھی ؛

پرتبھا عورتوں کے سامنے شرم و حیا سے زمین میں گڑی جاتی تھی۔ سُوشیلا اُس کی یہ حالت دیکھ کر خوشی کے آنسو بہا رہی تھی۔ اُس نے جب پرتبھا کو اکیلے پایا تو بے اختیار اپنے سینے سے لپٹا کر اُس کا منہ چوم لیا۔ اور مسرت آمیز لہجہ میں بولی۔ سکھی! آج میری دلی خواہش پوری ہوئی۔ اب اگر مجھے موت آجائے تو مجھے مرنے میں ذرا تکلیف نہ ہوگی۔ اور کل تمہاری خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ کل پھر وہ ہم تمہارے بھائی کے ہاتھ میں سونپ دینگی۔ سُوشیلا کی یہ باتیں سُن کر پرتبھا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتی تھی۔ کہ ایشور کی کرپا سے میری یہ ابھلاشا پوری ہوگی ؛

گیا۔ برہ کا یہ اتھاہ ساگر کوزۂ صبر میں نہ بند ہو سکا۔ جوشِ محبت نے ضبط کا باندھ توڑ دیا۔ اور
آنسوؤں کی وہ بوندیں جو یاس وحشت کا ایک بحرِ بے پایاں تھیں دیکھنے میں کیسے ننھے ننھے
پانی کے قطرے تھے۔ مگر کتنے گہرے اور وسیع! پرتھا کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ اور
اُن آنسوؤں کی آڑ میں آرزو اور التجا اس نے اپنے آنچل سے نندیا کے آنسو پونچھ کر کہا بچی تم
تم روتی ہو۔ میں تو جلد ہی لوٹ آؤنگی۔ میرے [illegible] اس قدر [illegible] فکر کیوں کرتی ہو؟ دیکھو تم
کل [illegible] اس لئے میرے چلے جانے پر تم [illegible] کرنا کھانے
کی تیاری کرنا۔ وہ جو کچھ کہیں اُسے توجہ سے سُننا جب بلائیں۔ تو پاس جانا۔ اور اُن کے
پاس بیٹھ کر پڑھنا کسی طرح کی شرم نہ کرنا۔ بھیا تمہارے شوہر ہونگے۔ اُن کی بھگتی کرنا۔ اماں
کی خدمت کرنا۔ اور گھر کی تمام چیزوں کی حفاظت کرنا۔ یہ گھر اب تمہارا ہے۔ مجھے ہمیشہ روزانہ
خط لکھنا۔ جس طرح میرے پاس بلا ناغہ پڑھتی تھی۔ اسی طرح بھی بھائی کے پاس پڑھنا۔ میں
جلدی آؤنگی...... اور اگر تم سنگ کے ساتھ کماری پہاڑ چلو نگی۔ وہاں جنگل۔ جھرنا۔ پہاڑ وغیرہ
نہ معلوم کیا کیا چیزیں دیکھنے کو ملیں گی۔ تمہیں ساتھ لیکر ان جنگلوں اور پہاڑوں میں خوب
گھومونگی۔ نیرو! کیا تمہیں ان سب باتوں کے [illegible] سے خوشی نہیں ہوتی؟ نردیا کا دل خوشی
سے پھول گیا۔ اور چہرے پر مسرت [illegible] دینے لگی۔ اُس نے پرتھا کے سوال کے جواب
میں صرف ایک بار اپنا سر ہلا دیا +

عین اُسی وقت کچھ دُور پر بینڈ کی آواز سنائی دی۔ "دولہا آتا ہے دولہا آتا ہے" یہ
کہتی ہوئی عورتیں چھت کے اُدھر دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئیں۔ نیرو بھی دولہا دیکھنے کے
لئے دوڑ گئی۔ رفتہ رفتہ باجے کی آواز آس پاس آنے لگی۔ راستہ کے دونوں طرف کے مکان
کی چھت پر لڑکی۔ لڑکے اور عورتیں دولہا دیکھنے کیلئے بے قرار ہو رہی تھیں۔ نیچے راستہ
کے دونوں طرف بھی مجمع تھا۔ اتنے میں دھوم دھام سے برات آگئی۔ سوشیل نے دولہا کا
خیر مقدم کیا۔ اندر لیجا کر قیمتی آسن پر بٹھایا۔ پنڈت اور براتی وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے +
اس کے بعد دولہا اندر گیا۔ اور عورتوں نے سنہرے تھالوں میں کافور۔ پھول اور صندل
لئے ہوئے آرتی اُتاری۔ پھول۔ میوؤں اور جواہرات کی جی کھول کر بارش کی گئی۔ [illegible]
میں تولے تھے۔ ایک طرف عورتیں منگلا چرن گا رہی تھیں۔ دولہا شادی کے منڈپ میں گیا
عورتوں نے دولہا اور دلہن کا گٹھ بندھن کر دیا +

پنڈتوں نے شلوک پڑھے۔ پھر دُولہا دُلہن نے ایک دُوسرے کے گلے میں جیمال ڈال دی
دونوں کے دِل پریم کے نشے سے متوالے ہو رہے تھے۔ ہونٹوں پر دلاویز مُسکراہٹ تھی۔ سیتا
نے شوہر کی طرف ایسی شرمائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ جو اتھاہ محبت سے لبریز تھیں مگر ہم
ظاہری کی کسر پوری ہوگئی۔ سوشیل نے بہن کا دان دیا۔ بھوپیندر نے نہایت ہی احسانمندانہ
نگاہوں سے سُوشیل کی طرف دیکھا۔ اور دان قبول کیا۔ اِس وقت سب کے رگوں میں مُسرت
کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ منورما اور دائی ماں اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکی۔ سُوشیل کمار کا
بھی گلہ بھر آیا۔

شادی کی دیگر رسومیات بھی ادا کی گئیں۔ اور آخیر میں عورتیں دُولہا دُلہن کو اندر لے
گئیں۔

پندرھواں باب

وداع

عورتوں نے دُولہا دُلہن کو پاس بٹھا کر اُن کے سامنے طرح طرح کے میوے اور
مٹھائیاں ایک خوبصورت تھال میں رکھا۔ اور دونوں سے کھانے کے لیئے اصرار کیا۔ سب کے
اصرار سے دونوں کو کچھ نہ کچھ کھانا ہی پڑا۔ اِس کے بعد چند نوجوان عورتوں نے دُولہا سے مذاق
کرنا شروع کیا۔ مگر یہ مذاق نہایت ہی شُستہ اور شائستہ تھا۔ کچھ دیر بعد بھوپیندر ناتھ وہاں
سے اُٹھ گئے۔

نشست گاہ میں گانے بجانے اور ہنسی مذاق چہل و پہل کا بازار گرم تھا۔ بھوپیندر
اور نریش چندر بھی سب لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ سُوشیل کمار تمام رات کی محنت سے تھک
کر تھوڑا دیر کیلیئے پلنگ پر لیٹ رہے۔

صبح ہون کر دیا گیا۔ اور اس طرح شادی کے کام سے فراغت ہوئی۔ اُدھر نریش چندر نے
کوشش کر کے سُوشیل کے گھر سے ترلوچن کے گھر بھی ہلدی کی رسم بھیجوا دی [illegible]

بھی ہنسی در و دیوار کی بلائیں لینے لگیں۔ پرتبھا تمام دن نروپما کے گھر رہی۔ یہ پہلے ہی سے طے ہو چکا تھا کہ نروپما کا پانی گرہن کر کے اگر سوشیل گیا۔ دوسرے دن گھر نہ آئینگے۔ تو سبھو پیتا اور پرتبھا کی رخصتی نہ ہوگی۔

سوشیل اپنی شادی میں کسی قسم کی نمائش دھوم دھام کے بیحد مخالف تھے۔ لوگوں کے بہت اصرار سے انہوں نے صرف ایک بینڈ لیا۔ اور بس! ساعت سعید میں شادی ہو گئی نروپما کے ماں باپ سبھو رما اور پرتبھا سب ہی نے مسرت کے آنسو بہائے۔

دوسرے دن ہون کریا ہو جانے پر دولہا دولہن کی رخصتی ہوئی۔ جس گھر میں نروپما بلاناغہ آیا کرتی تھی۔ اور جہاں عموماً تمام دن رہا کرتی تھی۔ اور یہ گھر اس کے گھر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ لڑکی کو اسی گھر میں رخصت کرتے وقت ماں باپ کا دل بیقرار ہونے لگا۔

پرتبھا نے اپنی بھاوج کا بڑی ہنسی خوشی سے اور محبت سے خیر مقدم کیا۔ ماں باپ کی دم بھر کی جدائی سے نروپما کے دل میں جو چوٹ سی لگی تھی۔ وہ پرتبھا کو دیکھتے ہی کافور کی طرح اڑ گیا۔ پرتبھا اپنی نئی بھاوج کا منہ چوم کر بولی "نیرو! میں تمہیں نیرو کہوں یا بھابی کہوں؟ نہیں۔ میں تو تمہیں نیرو ہی کہونگی۔ مجھے یہ نام بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔ اچھا نیرو سنو یہ اب تمہارا گھر ہے۔ میں اس گھر کی کوئی نہیں ہوں۔" یہ کہتے کہتے پرتبھا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر ضبط کر کے بولی۔ "بھائی بھی اب تمہارے ہیں۔ بھائی کا یہ تمام گھر بار وغیرہ سب تمہارا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔ میں تو آج ہی ان کے ساتھ جاؤنگی۔ مگر ابھی مجھے ان کے گاؤں میں نہ جانا ہوگا۔ یہاں ہی کلکتہ کے ایک محلہ میں آٹھ سات دن رہنا پڑیگا۔"

بڑی مشکل سے نروپما کے منہ سے یہ الفاظ نکلے "کیوں بی بی! اس وقت تم سسرال نہ جاؤگی یہ کیوں؟"

پرتبھا نے ہنس کر کہا۔ "کیوں نہ جاؤنگی؟ جا تو نہیں نہیں سکتی۔ مگر راجکمار کہتے تھے کہ اس وقت مجھے نہ لے جائینگے۔ کلکتہ میں ہی کچھ دن رہنا ہوگا۔ اس کے بعد وہ مجھے یہاں ہی چھوڑ کر اپنے [illegible] میں واپس جائینگے۔ جب [illegible] بیاہ ہوگا۔ تب تم بھی ہمارے گھر آؤگی بعد میں جب میں یہاں آؤنگی تو تمہارا بھی بیاہ ہوگا۔ اس درمیان میں تمہیں سات آٹھ دن اکیلا رہنا پڑیگا۔ کیوں کیسی کہی؟ صرف میں ہی نہ ہونگی۔ سب رہینگے۔ اس کے سوا سکھی (سنو رما) اور نروپما اور تمہاری ماں تو ہر روز یہاں آیا کرینگی۔ اور تم جب جی چاہا کرینگی

پرتبھا یہ سب کہتی جاتی تھی۔ اور آنسوؤں کی لڑیاں پروتی جاتی تھی۔

نروپما کی آنکھیں آبگوں ہو گئیں۔ ذرا دیر ٹھہر کر حسرت آمیز لہجے میں بولی۔ پرتبھا جی جی! تم نہ رہو گی۔ تو مجھے کچھ بھی اچھا نہ لگے گا ۔

یہ سنتے ہی پرتبھا کا گلا بھر آیا۔ اُس نے پھر نروپما کا منہ چوم کر کہا نیرو ایسا نہ کہو۔

نروپما اپنی دونوں باہیں پرتبھا کے گلے میں ڈال کر اُس کے سینے سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بھرائی ہوئی آواز سے بولی۔ ہائے! اب میں کس کے ساتھ گُڑیا کھیلوں گی

پرتبھا نے حسرت بھری نگاہوں سے نروپما کو دیکھ کر کہا۔ نیرو! اب تم بھائی کے ساتھ کھیلنا اور اُن کی گوٹیں مارنا۔

نروپما نے روتے روتے کہا۔ جی جی! سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے سوائے تمہارے ساتھ اور کسی کے ساتھ کھیلنے میں مزہ نہیں آتا۔ تم سے ہار بھی جاتی ہوں۔ تب بھی خوش رہتی ہوں اور تمہاری گوٹیں مار لیتی ہوں۔ تب بھی ایک عجیب سا لطف معلوم ہوتا ہے ۔

دونوں بات چیت کر رہی تھیں کہ اتنے میں منورما اُس کی ماں اور انوپما وغیرہ پرتبھا کی رخصت دیکھنے کے لئے آ گئیں۔ منورما نے ہنس کر کہا۔ کیوں سکھی! بھوجی کے ساتھ کیا صلاح ہو رہی ہے؟

پرتبھا بولی صلاح اور کیا ہو گی۔ میں نیرو کو سمجھا رہی تھی۔

منورما کی ماں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ بیٹی! یہ کیا سمجھے گی۔ تم گئیں کہ ایک گھڑی بھر بھی یہاں نہ رہ سکے گی ۔

پرتبھا نے آنکھوں سے اشارہ کر کے کہا۔ ماں! تم یہ خیال کیا کہتی ہو؟ نیرو بہت اچھی طرح سے رہے گی۔ میں بھی تو سسرال جاتی ہوں۔ جب میں بھی تو وہاں کیسے رہوں گی

منورما کی ماں پرتبھا کا اشارہ سمجھ گئی۔ بولی۔ ہاں! یہ تو سب ٹھیک ہی ہے۔ نیرو بھی کیوں نہ رہ سکے گی۔ منورما ہی کو دیکھو۔ جب اُس کی شادی ہوئی تھی۔ تب یہ صرف دس برس کی تھی۔ مگر یہ سسرال میں بہت اچھی طرح سے رہی تھی۔ [illegible] اس کی سسرال یہاں سے کتنی دور ہے۔ تب بھی یہ خوشحال رہتی تھی۔ کیوں منورما! تو روتی تھی؟

منورما نے ہنس کر کہا - ہاں ! میں روتی کیوں ؟ سسرال جاکر کیا کوئی کبھی روتا ہے ؟
منورما کی بات سُن کر کسی سے بھی ہنسی ضبط نہ ہو سکی "

منورما نے پربھا سے کہا - سکھی ! آج تم سسرال جاتی ہو - تمہیں میرے سر کی قسم ہے
آج تم ایک بار تو اپنے جڑاؤ زیور پہن لو - ذرا میری بھی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں -

پربھا نے سر ہلا کر ہنستے ہوئے کہا - سکھی ! میں تمہاری یہ بات نہ مانونگی معلوم ہوتا ہے
تم میرا سوانگ بنانا چاہتی ہو - میرے ہات میں یہ جو دو شنکھ کی چوڑیاں ہیں - میں ان کے سوا
اور کچھ پہننا نہیں چاہتی - تم کیا جانتی ہو - کہ وہ سب راجہ لوگ ہیں - وہ سمجھتے ہیں - کہ اگر تھوڑے
بہت ہیرے جواہرات کے زیور نہ ہونگے - تو شاید ہمیں کوئی راجہ نہ کہے گا - اِسی لیئے اُنہوں نے
یہ سب چیزیں بھیجی ہیں - مگر ہم تو خاندانی لڑکیاں ہیں - ہمیں کس کے پاس جانا ہے ؟ ہمیں
ان سب چیزوں کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ ہمارے ہاتھوں میں چوڑیاں اور مانگ میں سیندور کا
ڈورا ہے - یہی سب کچھ ہے - اچھا - تمہیں بتاؤ - میرا کہنا ٹھیک ہے یا نہیں ؟

منورما کو پربھا کے سوال کا کوئی جواب نہ سوجھا - ذرا دیر بعد وہ بولی - تو آؤ سکھی
میں تمہارے سر کے بال گوندھ دوں - اور جوڑے میں عطر لسا دوں - یہ تو کرنے دو گی - تمہارے
سر کے لیئے یہ پھولوں کے زیور اور تم دونو کے لیئے یہ پھولوں کے ہار لائی ہوں - آج تمہاری
سہاگ رات ہے - کیا تمہیں اس کا خیال نہیں ہے ؟

اتنے میں نردوپما بول اُٹھی - میں بھی پربھا جی جی کے لیئے پھولوں کے کرن - ہار اور
کرن پھول وغیرہ تمام زیور لائی ہوں - یہ کہکر اُس نے ایک رنگین ریشمی رومال میں اپنے پھولوں
کے تحفے باہر نکالے +

پربھا کا دل مُسرت سے پھول اُٹھا - فرطِ جوش سے اُس نے نردوپما کا مُنہ چوم
لیا - اور کہا - نیرو ! میں تمہارا تحفہ ضرور قبول کرونگی - کیونکہ تم میری پیاری بھوجی ہو - تم نے یہ
کام ویسا ہی کیا ہے - جیسے میری بھوجی کو کرنا چاہیئے - بھوجی ! آج میں سسرال جاتی ہوں اگر
تم ہی میرا بناؤ سنگار نہ کرو گی - تو اور کون کرے گا - لاؤ - اپنے پھولوں کے گہنے مجھے پہنا دو - یہ
کہتے کہتے پربھا کی آنکھوں سے جھر جھر موتیوں کی بارش ہونے لگی - اور وہ اس فیاضی سے بکھیر
رہی تھی - گویا ان کی کچھ قیمت ہی نہیں ہے +
کسی ایک پوشیدہ دلی درد کے احساس سے سب کے دلوں میں ایک درد سا ہونے لگا - پربھا کی

حسرت آمیز باتیں سُن کر سب کے آنچل آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اور وُہ جوش گریہ جواب تک دبی ہوئی آگ کی طرح دلوں میں سُلگ رہا تھا۔ یکایک یوں اُبل پڑا۔ جیسے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ میں تیل ڈال دے۔ **پرتیبھا** آج سسرال جاتی ہے۔ اُس کی ماں نہیں ہے۔ اُسے آج پہنا اُڑھا کر کون رخصت کرے گی؟ اُس کا سنگار کون کریگا؟

پرتیبھا کچھ دیر تک چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔ رخصتی کا دن لڑکیوں کیلئے کتنا حسرتناک ہوتا ہے۔ بچپن کی ایک ایک یاد دلوں پر تیر و نشتر کا کام کرتی۔ پرتیبھا کے دل کو بھی آج یہی خیالات ...... بے چین کئے دیتے تھے۔ دل پر ضبط کر کے نہایت ہی حسرت ناک لہجہ میں بولی۔ نیرو! تمہارے پھولوں کے گہنے کہاں ہیں؟ لاؤ! نہیں آج مجھے اپنے پیارے پیارے ہاتھوں سے پہنا دو۔

یہ آخری فقرہ پرتیبھا نے کچھ ایسے درد ناک و حسرت آمیز لہجہ میں کہا۔ کہ نیرو ضبط نہ کر سکی وُہ پرتیبھا سے لپٹ کر زار زار رونے لگی۔

نیرو پربھا نے وہی کیا۔ اُس نے پرتیبھا دونوں ہاتھوں میں دو خوبصورت گجرے۔ اور کنگن۔ سر میں کلغی۔ کانوں میں کرن پھول۔ اور گلے میں کنٹھا ہار کے زیور پہنا دیئے۔ پھولوں کے زیوروں سے مرصع ہو کر پرتیبھا ایسی معلوم ہونے لگی کہ گویا ساکشات بن دیوی ہے۔ پرتیبھا نے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا اور ہنستے ہنستے پھر نیرو پربھا سے کہا سکھی ہیرے و جواہرات کے زیور بھی ان سے کبھی زیادہ قیمتی ہو سکتے ہیں:-

مندیرا نے ہنس کر کہا "نہ"

ساتواں باب
رنگ میں بھنگ

جس وقت پرتیبھا سسرال جانے کے لئے اس طرح تیاری کر رہی تھی۔ اُسی وقت نیرش سُوشیل اور کچھ بہیندر ناتھ کچھ بے چینی سے بات چیت کرتے ہوئے سُوشیل کے کمرے

جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گا۔ یہ کہہ کر بھوپیندر ناتھ گاڑی پر بیٹھ کر اپنے کسی دوست سے ملنے کے لئے چلے گئے۔

نریش نے سوشیل سے کہا۔ کیوں بھائی! کچھ تار کا مطلب سمجھ میں آیا؟

"خوب سمجھ لیا ہے سب دیوان جی کی کارستانی ہے"

"اگر شادی کا تذکرہ پوشیدہ نہ رکھا جاتا۔ تو شاید شادی ہی نہ ہونے پاتی"

"اس میں کیا شک ہے؟ بلکہ بھوپیندر ناتھ کی کمزوری دیکھ کر تو مجھے اب بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ گول مال نہ ہو جائے"

"اب اور کیا گول مال ہوگا؟ کیا شادی فسخ ہو جائے گی؟"

"یہ تو میں نہیں کہتا۔ مگر اماسندری اگر اب بھی وہاں ہے۔ تو گول مال ہونا غیر ممکن نہیں"

نریش سوشیل کا مطلب سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ اس وقت مستقبل کی بابت سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بھوپیندر کے ساتھ پربھا کی شادی ہو جانی ضروری تھی۔ وہ ایشور کی کرپا سے بخیر و خوبی ہو گئی۔ اب ہم پربھا کی طرف سے بے فکر ہو گئے۔ اس کے بعد پربھا کی قسمت میں کیا لکھا ہے؟ وہ ایشور جانے۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے۔ پربھا بھی خوش ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اگر کچھ گول مال ہوگا۔ تو اس کے لئے تدبیر سب ہو گی۔ کی جائے گی۔ چلو عورتوں کو اس تار کا حال کسی قدر بتا دیں۔

سوشیل نے کہا۔ تمہیں سنا آؤ۔ تو اچھا ہوگا۔

نریش پربھا کے کمرے میں گئے۔ اور پربھا دیکھتے ہی وہ حیرت آمیز لہجے میں بولے۔ آج تو شریمتی پربھا سندری نے ساکشات بن دیوی کا روپ دھارن کیا ہے۔

پربھا نے شرمندہ ہو کر اپنا سر نیچا کر لیا۔ اور پھر ذرا ٹھہر کر دبی ہوئی آواز سے کہا۔ یہ سب ہماری بھوجی کی زبردستی ہے۔ زبردست کے آگے کس کی چل سکتی ہے؟

نریش بولے بھوجی! ہاں ٹھیک بات ہے۔ خیر پربھا اب تمہاری بھوجی ہو گئی ہیں۔ انہوں نے تو وہی کام کیا ہے جو بھوجی کو کرنا چاہئے تھا۔ خیر! میں اس وقت تمہیں یہ سنانے کیلئے آیا ہوں۔ کہ تمہاری بڑھیا تیاری کر رہی ہے۔

پربھا نے گھبرا کر نریش سے پوچھا۔ کون بڑھیا؟

نریش نے کہا بھوپیندر کی داد سی"! یہ کہکر اُنہوں نے مختصر طور پر تمام حال کہہ سُنایا۔ اور یہ بھی کہدیا۔ کہ تمھیں شام ہونے سے پیشتر راجکمار کے ساتھ راج محل میں جانا پڑیگا۔ اور پھر رات کو نو بجے اُن کے چلے جانے پر یہاں لوٹ آنا ہوگا۔

پرتبھا خوش ہو کر بول اُٹھی۔ نو بج گئی۔ میری بھوجی کو خوف ہو رہا تھا۔ کہ میں اکیلے کیسے رہوں گی؟ مگر بھوجی! اب کچھ ڈر نہیں۔ میں جاؤنگی۔ اور فوراً لوٹ آؤں گی۔

نریش نے دیکھا اب اور زیادہ کہنے سُننے کی ضرورت نہیں۔ وہ فوراً ہی اُس کمرے سے باہر چلے گئے۔

شام ہونے سے پہلے ہی دُولہا دُولہن کی رُخصتی ہو گئی۔ رُخصت کے وقت رسم کے بموجب سُوشیل کمار نے پرتبھا کا ہات بھوپیندر کے ہات میں سونپ دیا۔

عین اسی وقت بھوپیندر کو یکایک کچھ یاد آگیا۔ اُنھوں نے اپنی جیب سے ایک چیک نکال کر سُوشیل سے کہا۔ سُوشیل بابو! مجھے قطعی خیال نہ رہا۔ [illegible] ہوئی اس لئے پیشتر سے کچھ بھی انتظام نہ کیا جا سکا۔ شادی کے موقع پر استری دھن کے طور پر کچھ دان کرنا ہمارا خاندانی رسم ہے۔ ماں باپ جو زیور جمع کر رکھ گئے تھے۔ وہ سب میں پرتبھا کو دیتا ہوں۔ ان سب پر اُس کا پُورا اختیار اور قبضہ ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسکے سوا بھوی کو کچھ دولت دینا ہمارا خاندانی رسم ہے۔ جلدی کی وجہ سے میں اس کا بھی کوئی خاص انتظام نہ کر سکا تھا۔ اس لئے آج میں پرتبھا کے نام سے نکال [illegible] آپ جس قدر جلد ممکن ہو۔ اس چک کے رُوپئے لے کر [illegible] موقع ہو۔ تو اُس روپئے سے پرتبھا کے لئے زمین خرید لیجئیگی۔ یہ کہکر [illegible] پرتبھا کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور پرتبھا نے اُسے سُوشیل کے حوالے کر دیا۔

دُولہا دُولہن دونوں راج محل میں داخل ہوئے پرتبھا اُوپر کے ایک سجے ہوئے کمرے میں جا کر بیٹھ گئی۔ ذرا دیر بعد ایک داسی چاندی کی طشتری میں کچھ میوے اور مٹھائیاں سجا کر اور دُوسری داسی پانی اور ایک گنگا جمنی طشتری میں پان۔ الائچی۔ لونگ وغیرہ [illegible] تولیہ لے کر حاضر ہوئی۔

ذرا دیر بعد بھوپیندر ناتھ اس کمرے میں داخل ہوئے [illegible] صحن میں دودھ کی طرح صاف شفاف چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ تمام [illegible]

خوشبو سے معطر ہو رہا تھا۔ بھوپیندر ناتھ کے دل میں آرزوؤں کا ایک انبوہ تھا۔ مگر حسرتناک!
بجلی کی صاف شفاف روشنی میں پھولوں کے خوشنما زیوروں سے لدی ہوئی پرتھا کا نشۂ محبت
سے سرشار چہرہ دیکھ کر بھوپیندر کے دل میں اشتیاق اور آرزوؤں کا ایک طوفان برپا ہو
گیا۔ اُنہوں نے ایسی نگاہوں سے دیکھا۔ جو محبت سے لبریز ہو رہی تھیں اور جن میں معذرت
اور جدائی صاف جھلکتی تھی۔ دل میں اُمنگیں ضرور تھیں۔ مگر حسرت بھی تھی۔ دل دھڑک رہا
تھا جس طرح صاف شفاف تالاب پانی سے لبریز ہوتا ہے۔ اُسی طرح دل نشۂ مسرت سے
لبریز ہو رہا تھا۔ **پرتھا** کو دیکھ کر راجکمار کے مُنہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ آج تو بن دیوی
نے خود ہی آکر اس خانۂ تاریک کو روشن کر دیا:۔

جیسے ڈالیاں پھولوں کے بار سے جھک جاتی ہیں۔ اُسی طرح پرتھا کی گردن شرم سے
جھک گئی۔ اُس کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ للچائی ہوئی نظروں سے صرف ایک
بار راجکمار کے چہرے پر نظر ڈالی۔ آنکھوں نے جذبات کا ایک دفتر بیان کر دیا۔

راجکمار نے فرطِ جوش سے **پرتھا** کا ہات پکڑ لیا۔ پرتھا کی رگ رگ میں جیسے بجلی
دوڑ گئی۔ چہرہ جوش سے گلگوں ہو رہا تھا۔ نشۂ محبت سے سرشار ہو کر اُس نے معشوقانہ انداز سے
پھولوں کا ایک نہایت ہی عطر بیز و خوشنما ہار اپنے گلے سے اُتار کر بھوپیندر کے گلے میں ڈال دیا
اور مایوسانہ انداز سے مسکرا کر بولی۔ آج اس ہار کو اپنے گلے سے نہ اُتاریئے گا۔ میری سکھی
نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ خود ہی متوالوں کی طرح پھول چُنے تھے۔ ہاتوں میں کتنے ہی
کانٹے چبھائے تھے:۔

بھوپیندر ناتھ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ اُنہوں نے پرتھا کا ہاتھ پکڑ
کر اُسے اپنے پلنگ پر بٹھا لیا:۔

پرتھا شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ دل پر ایک نشہ سا طاری تھا۔ راجکمار کی طرف
پُرشوق نگاہوں سے دیکھتی ہوئی آرزو مندانہ لہجے میں بولی۔ یہاں آکر آپ نے کچھ کھایا
نہیں! تھوڑی سی چائے پی لیجئے۔ اور مٹھائی کھا لیجئے:۔

بھوپیندر ناتھ نے کہا۔ پرتھا! چائے اور مٹھائیوں سے طبیعت سیر ہو چکی ہے۔ میں
اب صرف تمہاری محبت کی مٹھائی اور پریم کی چائے پینا چاہتا ہوں۔

پرتھا کا دل تھا یا سمندر کی ایک لہر۔ جو بڑھتی ہی چلی آتی تھی۔ راجکمار کے یہ

محبّت آمیز فقرے سن کر اُس کا چہرہ کنول کی طرح شگفتہ ہوگیا۔ اور آنکھوں سے تمنّا خیز شعاعیں نکلنے لگیں۔ اپنی ڈبیہ سے ایک پان نکال کر اُس نے اپنے ہات سے راجکمار کو کھلا دیا راجکمار نے پان کھا کر کہا۔ پیاری! آج ہماری سُہاگ رات تھی۔ زندگی میں یہ رات نہایت ہی سرور بخش اور ولولہ انگیز ہوتی ہے۔ مگر کیا کروں۔ میری قسمت میں یہ عیش لکھا ہی نہیں تم نے سب سُن ہی لیا ہوگا +

اِس آخری فقرہ نے پربھا کے دل میں حسرتوں کا ایک طوفان بپا کردیا حسرت آمیز لہجہ میں بولی۔ ہاں سُنا ہے۔ دادی جی کو کوئی خوفناک بیماری ہوگئی ہے۔ جب سے میں نے سُنا ہے۔ اُس وقت سے بہت مغموم و متفکر ہُوں۔ اگر اس گاڑی سے پہلے کوئی گاڑی جاتی ہوتی تو میں مجبُوراً اُسی گاڑی سے جانے کی رائے آپ کو دیتی۔ خیر۔ اب آپ جاتے ہی ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی مجھے خط اور بھائی کو تار دینا نہ بھُول جائیے گا۔ میرا دل کہتا ہے۔ کہ اب دادی جی کو اچھی حالت میں پائیں گے۔ اچھا۔ اگر وہ اچھی ہوں گی۔ تو بتائیے۔ مجھے آپ کب ہاں بیجا ئینگے؟

کھُوبیندر نے کچھ سوچ کر کہا۔ یہ میں وہاں جاکر لکھوں گا۔

اِس کے بعد اُنہوں نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی۔ تو نو بجنے میں چند ہی منٹ باقی تھے۔ اُنہوں نے پربھا کو اپنے گلے سے لگا کر کہا۔ پیاری! اب میں جاؤنگا۔

پربھا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے بھُول نہ جانا"! اتنا کہکر وُہ رونے لگی۔

راجکمار کے دل میں اِس آخری فقرے نے اضطراب کی دُھوم مچا دی۔ سچ ہے محبّت اگر دھکتی ہوئی آگ ہے۔ تو جُدائی روغن۔

عین اِسی وقت نریش نے آواز دی۔ کھُوبیندر سُوشیل سے رُخصت ہو کر نریش کو ساتھ لے کر سٹیشن چلے گئے۔ اور سُوشیل پربھا کو لے کر گھر آ گئے +

تیسرا حصّہ ختم ہُوا

جب سے بھوپیندر ناتھ نے اُما سُندری کو دیکھا تھا۔ تب سے دیوان جی کو یہ اندازہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ کہ اُن کی دلی منشا کیا ہے؟ بھوپیندر ناتھ۔ اُس دن سے اپنے دل کی بات دِل ہی میں رکھتے تھے۔ اِس بارہ میں وُہ کسی کے سامنے بھُول کر بھی زبان نہ کھولتے تھے۔ دیوان کو یہ خبر تو مل چکی تھی۔ کہ اُما سُندری کے سر میں شیشہ چُبھ گیا ہے۔ مگر اُنہیں اِس بات کا پتہ نہ تھا۔ کہ یہ چوٹ کیونکر لگی؟ اس کے متعلق اُنہوں نے بملا سے بہت کچھ پُوچھا۔ مگر وُہ سوائے اُس کے اور کچھ نہ کہہ سکی۔ کہ مَیں اُس وقت کمرہ میں نہ تھی۔ وہاں صرف راجکمار اور اُما سُندری تھی۔ جونہی مَیں نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سُنی۔ ویسے ہی میں دوڑ کر اندر پہنچی۔ وہاں جا کر دیکھا۔ تو اُما سُندری کے سر سے خُون بہہ رہا تھا۔ اور راجکمار کمرے سے باہر تھے۔ مَیں نے اُما سُندری سے ہر چند دریافت کیا۔ مگر اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ وُہ صرف اس قدر کہہ سکی۔ کہ راجکمار اور پربھا کی تصویریں یکایک گر پڑیں اور اُن میں سے ایک کانچ کا ٹکڑا اُچھل کر میرے سر میں لگ گیا:۔

دیوان جی نے تحیّرانہ انداز سے کہا۔ راج کمار او۔ پربھا کی وُہ دونوں تصویریں کہاں ہیں

پھینک دی ہیں یا رکھ چھوڑی ہیں؟

واسی نے کہا۔ نہیں جی! اُنہیں پھینک کیوں دونگی؟ میں نے اُنہیں اچھی طرح سے سنبھال کر رکھ چھوڑا ہے۔

دیوان جی نے کہا۔ تم نے اُنہیں ناحق رکھ چھوڑا۔ **پرتبھا** کی تصویر منحوس ہے اُسے فوراً ہی پھینک دینا چاہئے تھا۔

دیوان جی نے یہ بھی سُن لیا تھا۔ کہ نریش ہمیشہ راجکمار سے ملنے آیا کرتا ہے۔ مگر اس پر اُنہوں نے خاص توجہ دینی مناسب نہ سمجھی [illegible] جب راجکمار نے کلکتہ جانے کا ارادہ کیا۔ تو دیوان جی نے پوچھا۔ کیوں! کلکتہ میں کوئی کام ہے؟ راجکمار نے کہا۔ کام تو کچھ نہیں ہے۔ یونہی سیر کرنیکو طبیعت چاہتی ہے۔ دیوان جی نے سوچا کہ راجکمار کی طبیعت آج کل بہت پریشان خاطر ہے اس لئے دو چار دن کیلئے اگر کلکتہ کی سیر کر آئیں۔ تو کوئی ہرج نہیں۔ اس بات کا انہیں خواب میں بھی خیال نہ آیا۔ کہ راجکمار پرتبھا کے ساتھ شادی کرنے کیلئے جا رہے ہیں۔ اُنہیں یقین تھا۔ کہ بغیر میرے صلاح و مشورہ کے راجکمار کبھی شادی نہ کرینگے۔ اس لئے ان کے دل میں کوئی خیال نہ آیا۔ وہ اسے ایک معمولی سیر سمجھے۔ خزانہ کی چابیاں کھوپیندر ناتھ جی کے پاس ہی تھیں۔ اس لئے انہیں اس بات کا پتہ بھی نہ لگ سکا کہ راجکمار اس میں سے جواہرات کا بکس اور بنگال بنک کا چیک لیگئے ہیں۔ اُن کے چلے جانے کے دوسرے دن منموہن نے دیوان جی سے کہا۔ آپ نے یہ بھی سُنا کہ کھوپیندر ناتھ کے ساتھ نریش بھی گئے ہیں۔ اسی گاڑی سے سمرتی رتن اور رائے مہاشے بھی گئے ہیں کچھ گول مال تو نہیں ہے؟ یہ سنتے ہی دیوان جی چونک پڑے اور کچھ دیر کیلئے گہرے تفکر میں ڈوب گئے۔ مگر منموہن سے اپنے دلی خیالات چھپا کر یہی کہا کہ میری سمجھ میں تو وہ لوگ اپنے ہی کسی کام سے گئے ہونگے جب منموہن چلے گئے تو دیوان جی نے اپنے نہایت معتبر شخص کو بلا کر کہا گنیش بابو! ایک بہت ضروری کام ہے جو تمہارے سوا اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔ [illegible] مگر راج محل میں ٹھہرنا کہیں اور ہی ٹھہرنا اور راج محل میں جا کر ہوشیاری سے اس بات کا پتہ لگاتے رہنا۔ کہ راجکمار وہاں کیا کر رہے ہیں؟ اور جو باتیں معلوم ہوتی جائیں۔ ان سب کی خبر بلا کم و کاست مجھے بند لفافہ میں دیتا۔

گنیش بابو اتوار کو شام کی گاڑی سے روانہ ہو کر سوموار کو [illegible]

آپ کے ایک بہنوئی رہتے تھے۔ اس لئے آپ نے وہاں ہی ٹھہرنا مناسب سمجھا۔ وہاں کھانا وغیرہ کھا کر آپ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرنے لگے۔ رات کے جاگے ہوئے تھے۔ اس لئے نیند بھی خوب آئی۔ بیدار ہونے پر معلوم ہوا کہ چار بج چکے ہیں۔ اور شام ہونے والی ہے۔ جلدی سے ہاتھ مُنہ دھو کر آپ گھر سے نکلے۔ اور اپر سرکلر روڈ کی طرف چل دیئے۔ اگر آپ جوڑاسانکو کی ٹرام پر بیٹھ جاتے۔ تو تھوڑی ہی دیر میں "سیالدہ" پہنچ جاتے۔ مگر آپ نے سوچا۔ نہیں پیدل چلنا ہی اچھا ہے۔ بیفائدہ کچھ پیسے ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ جب کلکتہ آیا ہوں۔ تو تھوڑی بہت کمائی بھی کرنی چاہیئے۔ آیا ہوں تھرڈ کلاس میں۔ مگر بل دونگا۔ انٹر کلاس کا۔ اس میں تین روپے کی بچت ہوگی۔ اور سٹیشن سے قیام گاہ تک آنے جانے کا کرایہ کم از کم ایک روپیہ لونگا۔ اس کے سوا جوڑاسانکو سے راج محل کو روزانہ آیا جاتا تھا۔ اس میں تو کچھ جھوٹ نہیں ہے۔ تو سمجھ لو روزانہ گاڑی کا کرایہ ایک روپیہ دیا۔ پانچ سات دن اگر خوش نصیبی سے رہنے کا موقع مل گیا تو سات روپے یہی ہو جائینگے۔ اور کھانے پینے کا خرچ علاوہ۔ دیوان جی جانتے ہیں۔ کہ جوڑاسانکو میں میرے بہنوئی ہیں۔ مگر میں کہہ دونگا۔ کہ وہ ان دنوں کلکتہ میں نہیں تھے۔ تو کیا یہ کہنا ہوگا کہ میں ہوٹل میں کھانا کھاتا تھا۔ نہیں۔ نہیں ہرگز نہ کہوں گا۔ کہہ دوں گا کہ مہاشے! میں ہوٹل میں نہیں کھاتا ہوں۔ جب میں نے ایک ہندو کے گھر جنم لیا ہے۔ تب اس ضعیف العمری میں ہر کسی کے ہات کا بنایا ہوا کھانا کھا کر کیا اپنی برادری کھودوں۔ [illegible] ٹھہرے؟ لیکن اُس میں اپنے ہات سے ہی کھانا پکاتا تھا۔ کوٹھری کا کرایہ اور خوراک خرچ ملا کر سمجھ لو۔ پانچ روپے ہاں! ہاں! اچھا خوب یاد آیا۔ اور ایک نوکر کی تنخواہ بھی جوڑنی ہوگی نوکر نہ رکھتا۔ تو خدمت کون کرتا۔ اُس کی بھی تنخواہ معہ خوراک کے ہوئی تین روپے۔ اچھا۔ اب سب جوڑنا چاہیئے کہ کتنے روپے ہوتے۔ کرایہ ریل تین روپے سٹیشن آنے جانے کا کرایہ ایک روپیہ۔ ہوئے چار روپے۔ اس کے بعد راج محل تک آنے جانے کا کرایہ سات دن کا سات روپے ہوئے گیارہ روپے۔ ہاں! اگر دیوان جی پوچھینگے۔ کہ راج محل تک آنے جانے کے لئے ٹرام سے میں کیوں نہ بیٹھے۔ تو کیا جواب دونگا۔ اس کا جواب کچھ مشکل نہیں۔ یہ کہہ دونگا۔ کہ ٹراموے کی لائن خراب ہوگئی تھی۔ اُس کی مرمت ہو رہی تھی۔ اسلئے گاڑیوں کا آنا جانا قطعی بند تھا۔ واہ! کیسی اچھی تدبیر سوجھی۔ ہاں! ہاں! ہاں!!! آخر تو پڑھا لکھا ہوشیار شخص ہوں۔ کیا میں ایسی باتوں سے ٹھگا جانے والا آدمی ہوں۔ عقل میں میں دیوان جی سے کسی طرح کم نہیں مگر [illegible]

جائے۔ ایک تو میری قسمت ایسی زبردست نہیں۔ اور دُوسرے لڑکپن میں ماں باپ نے مجھے انگریزی نہ پڑھائی۔ اگر کہیں ذرا بھی انگریزی پڑھا ہوتا۔ تو دیوان ہی کیا مَیں تو لاٹ صاحب ہو سکتا مگر اب ان باتوں سے کیا۔ میرا تو جو کچھ ہونا تھا۔ وُہ ہو گیا۔ اب لڑکے کو ضرور انگریزی پڑھانی چاہیئے۔ مگر دیکھتا ہُوں۔ کہ وُہ میری طرح چالاک نہیں۔ والد صاحب گماشتہ گیری کرتے تھے تو بھی وُہ شادی بیاہ میں ہزاروں روپئے خرچ کر گئے مَیں نے بھی کمائی کر کے کچھ نہ بچایا لیں اُڑا ہی کیا ہے۔ مگر وُہ تو بالکل ہی بَیل ہے۔ دیکھو نہ وُہ پادریوں کے سکول میں پڑھتا ہے۔ پادری صاحب اُسے چاہتے بھی ہیں کبھی کبھی اُسے دو چار روپئے بھی دے دیا کرتے ہیں اگر وُہ بائیبل پڑھنے لگے۔ اور صاحب سے کہدے۔ کہ صاحب! بڑا ہونے پر مَیں عیسائی ہو جاؤں گا۔ تو صاحب ابھی سے دس روپئے ماہوار وظیفہ دینے لگیں۔ مَیں نے ہر چند سمجھایا کہ فی الحال تو اسی تدبیر سے کام لے بعد میں جس وقت تعلیم سے فراغت حاصل ہو۔ اس وقت صاحب کو انگوٹھا دکھا دینا۔ مگر وُہ تو بڑا کاٹھ کا اُلو ہے۔ کہتا ہے۔ پتا جی یہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا جھوٹی بات کہنا اچھا نہیں۔ اِس بیوقوفی کا کچھ ٹھکانا ہے؟ بیٹا جی دھرم پتر یدھشٹر کا اوتار بنتے ہیں۔ یہ خبر ہی نہیں۔ کہ یہ کلجگ ہے۔ اور جھوٹ بولنا ہی اس زمانے کا سب سے بڑا دھرم ہے۔ ہمارے خاندان میں تو ایک بھی سچا نہیں پیدا ہُوا۔ اس لڑکے میں ہمارا خاندانی اثر ذرا بھی نہیں۔ گنیش بابو جب سوچتے سوچتے یہاں تک پہنچے۔ تب اُن کے غصے کا پارہ اعتدال سے تجاوز کر گیا۔ اور وُہ ذرا جلدی جلدی چلنے لگے۔ اتنے میں آگے کچھ رکاوٹ ہونے سے آپ چونک پڑے۔ دیکھا کہ ایک سُرخ پگڑی والا سپاہی ہٹو ہٹو کہہ کر دھکا دے رہا ہے۔

گنیش بابو بولے۔ کیوں بھائی بد دھکا کیوں مارتے ہو۔ جانے کیوں نہیں دیتے؟

سپاہی زور سے چلا کر بولا۔ تجھے کیا یہ معلُوم نہیں۔ کہ یہ راستہ بند ہے یہاں سے لاٹ صاحب کی سواری نکلنے والی ہے۔

"تو بھیا مَیں اپر سرکلر روڈ کیسے جاؤں"؟

"اپر سرکلر روڈ! کیا تھانہ ہے؟ یہ تو دھرم تلا ہے۔ بہو بازار کے راستے سے ہو کر جاؤ"

گنیش بابو نے متحیر ہو کر پُوچھا۔ ایسے مَیں تو یہاں دھرم تلے میں آ گیا۔ اب کیا تھا۔ اب آپ بیوی اور لڑکے پر بہت غصے ہُوئے۔ لوٹ کر بہو بازار کی طرف چلنے لگے۔ اور پھر سوچنے

لگے۔ یہ میری بیوی کے بڑا بزرگی کا نتیجہ ہے۔ دیکھو نہ اس خاندان کی بات سوچتے سوچتے میں
کہاں سے کہاں آ گیا۔ اب اس خیال کو چھوڑ دینے ہی میں خیریت ہے۔ یہ خیال آتے ہی گنیش
مہاشے ذرا ہوشیاری سے چلنے لگے۔ اور تھوڑی دیر میں بھو بازار کے ناکے پر آ پہنچے سیالدہ
کی طرف ٹرام وے جا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ایک مرتبہ تو آپ کی خواہش ہوئی کہ سوار ہو
جائیں۔ مگر فوراً دل پر ضبط کر کے آپ کہنے لگے نہ نہیں۔ اب ٹرام وے پر چڑھنے سے کیا فائدہ؟
جب اتنی دور تک پیدل آیا ہوں۔ تب اور ذرا دور کیلئے کیوں فضول پیسے خرچ کروں؟
پیسے کی بات سوچتے ہی آپ کا چہرہ پھر شگفتہ ہو گیا۔ آپ پھر سوچنے لگے "ہاں حساب تو ادھورا
ہی رہ گیا۔ کلکتہ آنے سے کتنا فائدہ ہو گا؟ یہ تو اچھی طرح حساب لگایا ہی نہیں۔ اچھا تو
پچھلا جوڑ کتنا ہو چکا تھا۔ ریل کے کرایہ کے تین روپئے۔ سٹیشن سے گھر اور گھر سے سٹیشن
تک آنے جانے کا ایک روپیہ۔ چار روپئے۔ اور راج محل تک سات دن آنے جانے کا کرایہ گاڑی
سات روپئے۔ کل ہو گئے گیارہ روپئے۔ اس کے بعد خرچ خوراک سات دن کے سات
روپئے۔ گیارہ اور سات اٹھارہ ہوئے۔ علاوہ ازیں خدمت گار کی تنخواہ تین روپئے
پہلے اٹھارہ اور یہ تین سب ملا کر ہوئے اکیس روپئے۔ اب اور زیادہ نہیں ہو سکتے۔
مگر کسی نہ کسی طرح تو پچاس روپئے تو کرنے ہی چاہئیں۔ یکایک گنیش مہاشے کی دانتوں
کی قطار باہر نکل آئی! آپ نے سوچا۔ رات کو ریل میں نیند آ گئی۔ اور کوئی بدمعاش
میرا بیگ اور چھاتا لے کر چلتا بنا۔ اچھا ہوا کہ ٹکٹ اور ناشتہ بیگ میں نہیں تھا۔ ورنہ
مجھے بہت ہی گرفتار ہو جاتا۔ جب یہاں سے لوٹ کر جاؤں گا۔ تب یہ واقعہ سناؤں گا
اور سب ملا کر دس بارہ روپئے کا نقصان بتاؤں گا۔ تو کیا دیوان چار روپئے بھی نہ دے
گا۔ دیوان نے بھی راجہ صاحب کے پیچھے تحفہ دے بھیجا ہے۔ اور میں کام بھی تندہی سے کر رہا
ہوں۔ یہ کیا میرا کچھ کم احسان ہے۔ اس احسان کو بھول کیسے جائیگا۔ کیا وہ اتنے
چار روپئے بھی نہ دیگا۔ ضرور دیگا۔ وہ میری بہت ہی خاطر کرتا ہے۔ اور مجھ پر بہت اعتبار
رکھتا ہے۔ دیکھو نہ راج دربار کے سینکڑوں پنڈتوں اور منشیوں کو چھوڑ کر اس کام کیلئے اس
نے صرف مجھے منتخب کیا۔ کیا بات ہی! کیا بات! سچ تو یہ ہے کہ قابلیت کی قدر ہر جگہ ہوتی ہے میرا
نام ہے رسک گنیش! اور میرے باپ کا نام تھا......... باپ بیٹوں میں کوئی کسی سے
کم نہیں۔ اس مرتبہ پھر ایک سپاہی نے آپ کو دھکا دیا۔ آپ چونک پڑے۔ اس نے کہا

ارے! کیا تجھے سوجھتا نہیں۔ بچ گیا۔ ورنہ ٹرام سے ابھی سینہ پر سے نکل جاتی۔
گنیش مہاشے نے دیکھا۔ سپاہی سچ کہتا ہے۔ آپ کا سینہ دھڑکنے لگا۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ سیالدہ سٹیشن بالکل پاس ہے۔ شام ہو گئی ہے۔ اور جا بجا گیس کی روشنی جگمگا رہی تھی۔ تب آپ کچھ ہوشیار ہو کر چلنے لگے۔ دور سے دیکھا۔ کہ راج محل کے سامنے بھیڑ کا کچھ شمار نہیں۔ ایک سے ایک خوبصورت گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ہزاروں آدمی لال کرتے لال پاجامے اور لال پگڑیاں پہنے ہوئے کھڑے ہیں۔ اور ہاتھوں میں بجلی کے چراغ لئے ہوئے ہیں۔ گنیش مہاشے بھی انہیں میں مل گئے۔ اور ایک شخص سے پوچھنے لگے۔ کیوں جی! یہ اتنی دھوم دھام کیوں ہو رہی ہے؟ اس نے کہا۔ تم کیا کسی گاؤں کے آدمی ہو۔ جانتے نہیں کہ راجکمار کی شادی ہے۔ برات جا رہی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ آگے بڑھے۔ [illegible] کر آپ آگے پہنچے مگر پھاٹک کے اندر جانا آپ کے لئے غیر ممکن ہو گیا۔ پھاٹک کے ہر دو جانب [illegible] سپاہیوں کی فوج کھڑی تھی۔ وہاں کھڑے کھڑے آپ نے دیکھا کہ بہت سے معزز اصحاب گاڑیوں پر بیٹھ بیٹھ کر راج محل کے باہر ہو رہے ہیں۔ آخیر میں دیکھا کہ پالکی میں بیٹھ کر راجکمار بھی باہر آ رہے ہیں۔ سمندر کی لہر کی طرح دم کے دم میں لوگ بڑھتے چلے گئے۔ آپ نے سوچا۔ میں عین وقت پر آیا۔ راجکمار شادی کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ انہیں اچھی طرح سے دیکھ لیا۔ دیوان جی کو اس خبر کی اطلاع کل صبح ہی دونگا۔ ضرور ہی وہ یہ خبر سن کر خوش ہونگے۔ اور کچھ انعام بھی دیں گے گنیش بابو اس خیال سے دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں کسی نے کہا۔ اجی گنیش بابو! تم برات میں شامل ہو گئے؟ آپ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کہ راجکمار کا اردلی مدن سنگھ کھڑا ہے اسے دیکھ کر آپ نے کہا۔ اردلی صاحب! میں تو ابھی چلا ہی آ رہا ہوں۔ جاتا کیونکر؟ اردلی نے کہا۔ اچھا تو ہمارے ساتھ چلو۔ یہ کہکر اردلی نے گنیش بابو کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں ایک کرائے کی گاڑی پر چڑھا لیا۔ گاڑی پر بیٹھ کر گنیش بابو نے اپنے ساتھی سے شادی کا تمام حال سن لیا۔ عین وقت پر آپ باراتیوں میں جا کر مل گئے۔ ان کے ساتھ کھانا وغیرہ کھا پی کر رات کو ٹھیک گیارہ بجے جوڑاسانکو میں پہنچ گئے۔

دوسرے دن آپ نے دیوان جی کو خط لکھا۔ شادی کی دھوم دھام۔ ظاہری تزک و احتشام کا نہایت ہی دلچسپ اور مزیدار پیرایہ میں نقشہ کھینچا۔ سب باتوں کا دل کھول کر آپ نے اپنے خط کو [illegible] لڑکی کا نام پرتبھا ہے۔ میں نے سنا ہے۔ وہ نہایت خوبصورت سلیقہ شعا

ہے۔ آپکو شاید معلوم ہوگا۔ کہ وہ مرحوم دیوان نوین چندر کی صاحبزادی ہے۔ میں اس رشتہ سے بہت ہی خوش ہوا ہوں۔ اُمید ہے۔ کہ آپ بھی یہ سُن کر بہت خوش ہونگے۔ اور سب خیریت ہے"۔

دُوسرا باب

دِیوان جی کا پاجی پن

گنیش بابُو نے منگل کے دن جو خط لکھا۔ وُہ دیوان جی کو بُدھ کے دن صبح آٹھ بجے مِلا۔ اُسے پڑھتے ہی دیوان جی کا دماغ چکرا گیا۔ زبان خشک ہونے لگی۔ کیا بھُوپیندر نے شادی کر لی؟ پرتبھا کے ساتھ شادی کر لی! ...... مجھ سے بغیر پُوچھے شادی کر لی .... میرے منع کرنے پر بھی شادی کر لی .... اُماسُندری کو دیکھ کر بھی پرتبھا سے شادی کر لی۔ اور میرے تمام ارادوں و حوصلوں کا خون کر دیا۔ اچھا اب دیکھتا ہُوں۔ کہ بھُوپیندر پرتبھا کو پا کر کیسے سُکھی ہوتے ہیں اور اپنی ریاست کا کاروبار کیسے چلاتے ہیں۔ دیکھنا ہے۔ کہ وہ اُماسُندری کے ساتھ شادی کرنے اور پرتبھا کو چھوڑنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ یا نہیں۔ اور پرتبھا کیسے راج رانی ہوتی ہے۔ پرتبھا! پرتبھا کا خیال آتے ہی دیوان جی دانت پیسنے لگے۔ پرتبھا رانی ہوگی۔ اور نریش جیسا کل کا چھوکرا مجھے اپنی چالاکی سے شکست دے دیگا۔ یہ تمام باتیں سوچ کر دیوان جی کو ایک عجیب ہنسی آگئی۔ اس عجیب ہنسی سے وُہ خود چونک پڑے اور پھر آپ ہی آپ بڑبڑانے لگے ...... اچھا اب پرتبھا کو رانی بناتا ہُوں۔ مگر کہاں کی؟ شمسان کی! بھُوپیندر ایک بار پرتبھا کو لے آئیں۔ پھر دیکھو میں اُسے کیسا سُکھی کرتا ہُوں۔ اب راجہ صاحب کے بیٹھتے اُٹھتے۔ سوتے۔ جاگتے اور کھاتے پیتے ناکوں میں دَم کر دُونگا بد نصیب کی زندگی کو بدتر بنا دُونگا۔ اور تھوڑے دنوں میں ہی مٹی میں ملا دُونگا۔ تب میرا نام بیدھ ناتھ شرما۔ اس طرح دیوان جی سوچتے اپنے کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ایک

کچھ سوچ کر آپ گھر سے چل دئے۔ اور راج محل میں جا پہنچے۔

راج محل میں جا کر آپ نے بوڑھی رانی کے پاس خبر بھیجی۔ کہ میں کسی ضروری کام کیلئے آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ دادی جی نے فوراً ہی آنے کا حکم دیا۔ آپ گئے پرنام کیا۔ رانی نے حیرت... سے پوچھا۔ دیوان جی! [illegible] تشریف لائے؟

دیوان جی نے کہا۔ ہاں! [illegible] آپ کو تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا۔ ابھی کچھ دیر پہلے کلکتہ سے جو خوفناک خبر آئی ہے۔ اس سے [illegible] نہیں رہا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب مجھے گھر [illegible] رہنا مناسب نہیں۔ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے۔ کہ باوجود آپ کی [illegible] اور خیر خواہی میں سر توڑ کوشش کرنے کے میرے [illegible] پس اب مجھے اجازت ملنی چاہئے۔ میں دھرم بھر بھی آپ کے ہاں نہیں ٹھہر سکتا۔

دیوان جی کی باتیں سن کر دادی [illegible] ہو گیا کسی آنے والی سخت مصیبت سے خائف ہو کر اس نے کہا۔ بھائی! ایسی کیا خبر آئی [illegible] تمہاری باتیں سن کر میرا سینہ دھک دھک کرنے لگا۔ بہو بیٹیاں تو اچھی طرح ہے؟

دیوان جی نے حقارت آمیز ہنسی ہنس کر کہا۔ راٹھور اچھی طرح سے ہیں۔ ان کے لئے آپ فکر نہ کریں۔ مگر وہ جو ایک کھٹا کام کر بیٹھے ہیں۔ اس سے آپ کی ذات۔ خاندان اور عزت آبرو سب خاک میں مل گئی۔ اس نیک نام اور مشہور خاندان کا نام انہوں نے ڈبو دیا افسوس میرے [illegible] ہم ہو گیا۔ اب تمام دنیا مجھ پر تھوکے گی۔ ہائے! اس [illegible] موت کیوں نہ ہو گئی؟ بہو بیٹیوں کو میں نے لڑکپن سے لکھایا پڑھایا ہے۔ اور اب میں ان کا دیوان ہوں۔ سب لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ میری ہی رائے پر چلتے ہیں اس بات کو کون مانے کہ مجھ کو اس معاملہ میں خبر ہی نہ تھی۔ یہ کہتے کہتے دیوان جی نے اپنی آنکھوں سے دو چار آنسو نکال دئے۔

ضعیفہ رانی دیوان جی کی باتیں سنتے سنتے تھر تھر کانپنے لگی۔ اس سے اب کھڑا نہیں رہا گیا۔ وہ چارپائی پر بیٹھ گئی۔ چہرہ کا رنگ آنے والی مصیبت کے خوف سے اُتر گیا تھا۔ [illegible] لہجہ میں بولی۔ بھگوان! کیا ہونے والا ہے۔؟ بہو بیٹیوں نے کیا کیا؟ میں اس وقت کیا سن رہی ہوں؟

ضعیفہ کی رنجیدہ حالت کا کچھ بھی خیال نہ کر کے سنگدل دیوان جی نے کہا۔۔۔۔ ماتا! اور

یہ جیتی رہی تو راج محل میں اُس چھوکری کا ٹھکانا بھی بآسانی نہ لگے گا۔ اب اگر کسی طرح اُما کے ساتھ راجکمار کی شادی ہو جائے۔ تو بڑا مزہ ہو۔ دیکھوں۔ اب یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس طرح سوچ سمجھ کر دیوان جی نے راجکمار کے نام ایک تار لکھکر بھیجدیا۔ اور ایک مرتبہ پھر ضعیفہ رانی کی خبر لے کر اپنے گھر کا راستہ لیا +

تیسرا باب

ضعیفہ رانی

دُوسرے دن علے الصباح ہی دیوان جی پھر راج محل پہنچے اور رانی کی خیر و عافیت دریافت کرائی۔ رانی نے کہلا بھیجا۔ کہ اب میں پہلے سے اچھی ہوں۔ آپ کو اگر موقع ملے تو ایک بار مجھ سے مل جائیے دیوان جی تو یہ چاہتے ہی تھے۔ بغیر کسی تردّد کے آپ اندر گئے +

ضعیفہ بستر پر بیٹھی تھی۔ دیوان جی نے جاکر پرنام کیا۔ اُس نے پوچھا "میری بیماری کی خبر تم نے بھوپیندر کو تو نہیں دی"؟

دیوان جی نے کہا۔ ماتا! مجھے ناچار ہو کر آپ کی بیماری کی خبر اُنہیں دینی پڑی۔ کل آپ کی حالت دیکھ کر میں گھبرا گیا تھا۔ اس لئے تار دے دیا تھا۔ کل رات کو بھوپیندر ناتھ کا بھی تار آیا ہے۔ وُہ ابھی تھوڑی دیر میں آجائینگے۔

ضعیفہ نے کہا۔ تب کیا وُہ بہو کو ساتھ لے کر آئے گا۔ اگر وُہ بہو کو لایا۔ تو میں تم سے صاف کہے دیتی ہوں۔ کہ میں اُسے گھر میں نہ لانے دُونگی۔ راج محل میں اُس کے لئے جگہ نہیں اور اگر بھوپیندر اُسے گھر میں لایا۔ تو میں یہاں نہ رہُونگی۔ تم میرے لئے کہیں دوسری جگہ انتظام کردو۔ میں نے سوچا ہے۔ کہ اب میں کاشی باس کرُونگی۔ اسلئے تم مجھے کاشی پہنچا دو۔ میرا جو کچھ کا استری دھن ہے۔ اس سے میری گذر اوقات بخوبی ہوتی رہے گی۔

دیوان جی نے ضعیفہ کی سب باتیں چُپ چاپ سُن لیں۔ تھوڑی دیر بعد کہا۔ آپ کا مفہوم میں نے سمجھ لیا۔ یہ بھی میں نے سوچ رکھا ہے۔ کہ راجکمار اگر بہو کو لیکر آئینگے۔ تو اُنہیں راج محل

میں نہ اُترا رہوں گا۔ راجکمار کے لئے راجہ بہادر نے جو نیا محل بنوایا تھا۔ وہاں ہی راج
بہو کو ٹھہرانے کے لئے میں نے سوچ رکھا ہے۔ اسکا میں انتظام بھی کر چکا ہوں۔ مگر اس معاملہ
میں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ راجکمار کے متعلق آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ فکر
کرنے سے آپ کی بیماری بڑھ جائے گی۔ آپ کی خواہش اگر کاشی باس کرنے کی ہے۔ تو میں بھی
اس کے خلاف نہیں ہوں۔ مگر ابھی نہیں۔ کچھ دن بعد۔ اس وقت آپ کا یہاں رہنا نہایت
ضروری ہے۔ اگر آپ یہاں نہ رہیں گی۔ تو راجکمار کی موجودہ حالت دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ آپ
کے راج بنس کا نام ڈوب جائے گا۔ آپ کرم دھرم کی سمجھنے والی ہیں۔ اس لئے میں اب تک
یہاں ٹھہرا ہوں۔ ورنہ نہ معلوم کب کا یہاں سے چل دیا ہوتا۔ میری سمجھ میں اب آپ کو
عقلمندی اور حکمت عملی سے کام لینا چاہئے۔ میں نے جو بات سوچی ہے۔ اگر آپ اسے عملی جامہ
پہنائیں۔ تو میری رائے میں اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ [illegible] ان کی عزت رہ سکتی ہے۔
اتنا کہہ کر [illegible] ہوئے۔

ضعیفہ نے کہا "اچھا کہو۔ میں کیا کروں؟"

دیوان جی نے کہا۔ "اور کچھ نہیں۔ صرف آپ کچھ دنوں تک بستر پر پڑی رہیں۔ میں راجکمار
کو سمجھا دوں گا۔ کہ جس دن سے تمہارا [illegible] خبر سنی ہے اُسی دن سے آپ کی یہ حالت ہو
گئی ہے۔ اس وقت انہیں [illegible] اس بات کا اصرار کروں گا۔ کہ تم
اُما سندری کے ساتھ شادی کر لو جس سے تمہارے راج بنس کا نام بے عیب رہے۔ برتھا کے
ساتھ تو وہ شادی کر ہی چکے۔ اب وہ کسی طرح فسخ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اگر وہ برتھا کو بیوی
کی حیثیت میں قبول کرنا چاہیں تو کر لینے دیجئے۔ مگر برتھا کے بطن سے اگر لڑکا ہوا تو اُس سے
آپ کے خاندان کا [illegible] نہ ہو سکے گا۔ انہیں [illegible] ملے گا۔ تمام فکر مجھے اسی بات
کی ہے۔ ہاں اگر راجکمار نے اُما سندری کے ساتھ شادی کر لی۔ تو اُس کے پیٹ سے جو لڑکا
پیدا ہو گا۔ وہ خاندان [illegible] سکے گا۔ اور اُس [illegible] لڑکے کو ہر قسم کا حق حاصل ہو گا۔
اس لئے میری خواہش ہے کہ کسی طرح راجکمار کو سمجھا بجھا کر اُما سندری کے ساتھ ان کی شادی
کر دی جائے۔ اس شادی کے ہو جانے سے جو کچھ برائی اور خرابی ہے۔ وہ دور ہو جائے گی۔ تمام
جھگڑے مٹ جائیں گے۔ آپ کی اس بارہ میں کیا رائے ہے؟"

ضعیفہ نے کہا۔ "بھائی! اس [illegible] میں کیا کہوں۔ جو تمہیں مناسب معلوم ہو وہی

کر وہ بھوپیندر ناتھ سندری کے ساتھ شادی کرے یا نہ کرے۔ مگر [illegible] تو راج محل میں نہ آنے دینگی۔ میرے موت کے بعد بیشک ہی وہ محل میں آ جائے۔

دیوان جی کچھ کہنا ہی چاہتے تھے۔ کہ اتنے میں جلا نے آ کر کہا۔ دادی جی! راجکمار آ گئے۔ اُن کی گاڑی میں پھاٹک کے بھیتر ہوتی دیکھ کر آئی ہوں۔

دیوان جی نے ضعیف سے کہا۔ ہاں میں اب جاتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اُسے یاد رکھنا اور اُسی کے مطابق برتاؤ کرنا۔ یہ کہہ کر وہ جلدی سے باہر چلے گئے +

چوتھا باب

بھوپیندر کی واپسی

دیوان جی نے باہر آتے ہی دیکھا کہ بھوپیندر ناتھ اپنے کمرے میں داخل ہو کر نوکروں چاکروں سے اپنی [illegible] کی حالت دریافت کر رہے ہیں۔ دیوان جی کو دیکھتے ہی اُنہوں نے پوچھا۔ کیا آپ محل سے آ رہے ہیں۔ دادی جی کیسی ہیں:

[illegible] ہیں۔ مگر نا اُمیدی اب بھی ہے۔

بھوپیندر گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ تو میں اُنہیں ایک بار دیکھ آؤں ؟

دیوان جی نے کہا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ اس وقت آپ کا جانا مناسب نہیں۔ تعجب نہیں کہ اُنہیں پھر آپ کو دیکھتے ہی غش آ جائے۔ ڈاکٹر صاحب ابھی تھوڑی دیر میں آنے والے ہیں۔ ان سے رائے لیکر جانا اچھا ہوگا۔ [illegible] ذکر کرتے ہی [illegible] کر وہاں سے باہر چلے گئے۔ کمرہ میں اور کوئی نہ رہا۔ دیوان جی نے [illegible] [illegible] ساتھ نہیں آئیں :۔

بھوپیندر نے متعجب ہو کر دیوان جی کے چہرے پر نظر ڈالی۔ [illegible] ہو کہا دیکھتا ہوں کہ آپ نے سب کچھ [illegible] ملتمس کر کہا [illegible] یا [illegible] اس [illegible] ان کے خیر مقدم کیلئے

میں نے تمام انتظام کر لیا ہے۔ آپ کا نیا محل آراستہ و پیراستہ ہے۔ اس کے دروازوں پر کلش اور بندھن وار بھی لٹکا دی تھی۔ کیلوں کے درخت لگا دیئے گئے تھے۔ اور منتظر نوکر چاکر متعین کر دیئے گئے تھے۔ مگر یکایک دھر یہ مصیبت آ گئی۔ اور ضعیفہ رانی کے خوفناک درد ہو گیا۔ دیکھئے کیا ہوا جاتا ہے۔ اور کیا ہوتا ہے۔ مجبوراً آپ کو تار دے کر بلانا پڑا +

مجُو بیندر نے کہا۔ آپ نے یہ اچھا ہی کیا۔ آپ کا تار پاتے ہی میں جلدی سے اکیلا ہی چلا آیا۔ پریتھا کو اس وقت کلکتہ میں ہی چھوڑ آنا پڑا۔ کیونکہ میں بڑی دقتوں میں مبتلا ہو گیا۔ پریتھا کے ساتھ شادی کرنے کے لئے دوست۔ احباب۔ عزیز و اقارب سب ہی مصر ہوئے۔ پھر کیا کرتا؟ مجھے بھی ناچار ہونا پڑا۔ خیر یہ سب حالات میں مفصل طور پر آپ کو بعد میں سناؤں گا۔ اس وقت یہ بتائیے۔ کہ دادی جی یکایک کیسے بیمار ہو گئیں؟

دیوان جی نے کہا۔ کیسے ہو گئیں۔ یہ تو ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکیں گے۔ کیونکہ اس معاملہ میں میں خاص طور سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا۔ ہاں یہ ضرور جانتا ہوں۔ کہ ان کی عمر بہت ہو چکی ہے۔ اور متواتر رنج و الم سے وہ دن بدن سوکھتی جاتی ہیں۔ اس لئے انہیں یکایک دھچکا لگا تو کوئی تعجب نہیں۔ مگر میں نے جہاں تک سنا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آپ کی شادی کی خبر سنتے ہی غش کھا کر گر پڑی تھیں :-

مجُو بیندر نے حیرت انگیز لہجے میں کہا۔ آپ کہتے کیا ہیں؟ میری شادی کی خبر اُن کے کانوں تک کس نے پہنچائی +

دیوان جی نے فاخرانہ انداز سے کہا۔ یہ میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ آپ کی شادی کی خبر کل یہاں تمام گاؤں میں مشہور ہو گئی تھی۔ بلکہ بہت سے لوگ تو متعجب ہو کر مجھ سے پوچھنے آئے تھے۔ مگر جب میں خود ہی لاعلم تھا تو دوسروں کو کیا بتاتا۔ سنا ہے کلکتہ میں آپ نے نہایت ہی دھوم دھام سے شادی کی ہے۔ یہاں کا کوئی ایک آدمی کلکتہ گیا تھا۔ اسی نے سب کچھ دیکھ سنکر اور یہاں آ کر شادی کی خبر گاؤں میں پھیلا دی ہے۔ آج محل میں بھی یہ خبر کسی طرح پہنچ گئی۔ اور اُسے سن کر ضعیفہ رانی کو غش آ گیا۔

مجُو بیندر ناتھ خاموش ہو گئے۔

عین اُسی وقت ڈاکٹر صاحب آ پہنچے۔ انہوں نے کہا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی مجھے کلکٹر صاحب نے بلوایا تھا۔ ضعیفہ رانی کے بارہ میں انہوں نے مجھ سے بہت کچھ دریافت کیا۔ یہ بات

اُنہیں معلوم ہو چکی ہے۔ کہ آپنے کلکتہ میں شادی کر لی ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے دیوان جی کی طرف دیکھ کر کہا۔ شاید کل آپ اُن سے ملاقات کرنے کے لیۓ گئے تھے۔ صاحب نے مجھ سے یہ بات کہی تھی:۔

دیوان جی کا مُنہ خشک ہو گیا۔ اُنہوں نے کہا۔ کلکٹر صاحب نے مجھے خود ہی بُلایا تھا۔ اور وُہ نہ بُلاتے تو بھی میں جاتا۔ راجکمار یہاں موجود نہ تھے۔ اَور رانی جی کی ایسی خراب حالت ہو ہو گئی تھی۔ کہ اُن کی جان نکل جانے کا خوف تھا۔ اس لیۓ مَیں نے اُنہیں اُس کی خبر دینا مناسب سمجھا۔ جب میں اُن سے ملنے گیا۔ تو معلوم ہُؤا۔ اُنہیں بھی شادی کی خبر معلوم ہو گئی ہے ضعیفہ رانی بھی خبر پاکر غش کھا کر گر پڑی تھیں۔ یہ بھی اُنہیں کسی طرح معلوم ہو گیا تھا میں تو یہ سب دیکھ سُن کر دنگ رہ گیا۔

راجکمار نے پوچھا۔ اُنہوں نے اس بارہ میں کچھ کہا تھا؟

دیوان جی نے کہا۔ کہا کیوں تھا۔ بہت سی باتیں کہی تھیں۔ مگر اس وقت اُن کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ بعد میں آپ کو سب سُنا دُونگا۔ مَیں نے اُن کی نظریں بدلی ہوئی دیکھیں تھیں مگر یہ سب کام ہمارے دشمنوں کا ہے۔ ویسے بھی اپنے دشمنوں کی کمی نہیں۔ اَور پھر اِس شادی سے تو اُن کی تعداد اَور بھی بڑھ گئی۔ خیر اب ان باتوں کو جانے دیجئے۔ آپ تمام رات کے جاگے ہوئے ہَیں۔ اس وقت کھا پی کر آرام کیجئے۔ تاکہ تکان دُور ہو۔ بعد میں سب سمجھ بُوجھ لیا جاویگا۔ اس کے بعد اُنہوں نے ڈاکٹر صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ چلیئے ڈاکٹر صاحب! رانی جی کو دیکھ آئیں۔ یہ کہہ کر دونوں محل میں چلے گئے ؛

ذرا دیر بعد دیوان جی مع ڈاکٹر صاحب کے واپس آئے۔ اَور راجکمار سے کہا۔ بڑی مُصیبت کا سامنا ہے۔ ہم نے جا کر دیکھا۔ رانی جی کو پھر غش آ گیا ہے۔ آپ کے آنے کی خبر سُن کر اُنہوں نے سمجھا۔ کہ بہو رانی بھی ساتھ آئی ہونگی۔ یہ سوچتے ہی اُنہیں غش آ گیا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اُنہیں تسلی دی۔ کہ راجکمار تنہا ہی آئے ہیں۔ اَور آپ زندہ رہیں گی تو وُہ کبھی نہ آئیں گی۔ وُہ بچوں کی طرح رو رہی ہیں۔ اور کچھ سنتی ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے وُہ جانبر نہ ہو سکیں گی۔ راجکمار! آپ نے شادی کی اور منہ کو کے کی مجھ سے مشورہ لینا بھی آپ نے مناسب نہ سمجھا۔ اَور آخیر میں آپ ضعیفہ رانی کی ہلاکت کے باعث ہوئے۔ افسوس!

ماجکمار کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نِکل سکا ◆

پانچواں باب

کلکٹر صاحب سے بات چیت

بھُوپیندر سوچنے لگے۔ تو کیا مَیں ہی قصُور وار ہُوں۔ میری شادی کی وجہ سے ہی دادی جی کو تکلیف پہنچی ہے۔ آخر ش کیا مجھے ہی اس ہتیا کا بھاگی ہونا پڑیگا۔ دیوان جی کی حقارت آمیز باتوں سے اُن کے دل میں جیسے سُوئیاں سی چُبھ رہی تھیں۔ وُہ بہت دیر تک خاموش تصویر حیرت بنے بیٹھے رہے۔ اُنہوں نے سوچا تھا۔ پربھا کے ساتھ شادی ہوچنے پہ دادی جی ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ غصّہ کی جگہ محبّت اور عنایت نے لیگی۔ اور کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ یا نسہ اُلٹا پڑ گیا دل میں بال آگیا۔ دادی جی جب تک زندہ ہیں۔ تب تک پربھا راج محل میں بھی نہیں آسکے گی۔ سگائی تو میرے ساتھ بہت پہلے ہو چکی تھی۔ رہی شادی وُہ اب شاستروں کے احکام کے بموجب ہو گئی۔ سمرتی رتن مہاشے نے بڑے بڑے پنڈتوں کی رائیں اکٹھی کر لیں ہیں۔ اور کلکتہ کے بھی پنڈتوں نے اس بات کا کافی ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ شادی ہر طرح سے جائز ہے۔ راجکمار نے سوچا تھا۔ کہ دادی جی کو یہ تمام باتیں بخُوبی سمجھا دونگا۔ مگر اب سمجھانے کا موقع نہیں ہے۔ دادی جی کی حالت ایسی ہو رہی تھی۔ کہ اس وقت اُن کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آتا۔ بلکہ اُن کی حالت اس قدر نازک تھی۔ کہ خوف تھا۔ مبادا اِس صدمہ سے کہیں وُہ ہمیشہ کے لئے موت کی گود میں جا سوئیں۔ راجکمار سوچنے لگے۔ مگر ایسا ہوا تو میری بڑی ذلت وبدنامی ہو گی۔ و میرے نہ پربھا دونوں کے دل میں ایک گہرا زخم لگ جائے گا۔ اور پھر اس کا بھرنا مشکل ہو جائے گا۔ ان سب باتوں کو سوچکر بھُوپیندر ناتھ نے کسی سے کچھ کہنا سُننا مناسب نہ سمجھا۔ وُہ بالکل خاموش رہنے میں ہی مصلحت سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ اپنے دلی دوست منموہن سے بھی اُنہوں نے شادی کے متعلق کبھی کوئی بات نہ آنے دی۔

یہ سب کو معلوم ہو گیا۔ کہ راجکمار میں ان دنوں بڑی سخت تبدیلی آ گئی ہے۔ دیوان جی کو تو یہ بخوبی یقین ہو گیا۔ مگر اس موقع پر کس طریقہ سے میری تمنا پوری ہو گی؟ اِس بات کو نہ سمجھ سکے۔ ناچار وُہ بھی راجکمار کی طرح بیدل ہو گئے۔

اِس قسم کی حالت میں جو ہونا چاہیئے تھا۔ وہی ہوا۔ دیوان جی کے دل پر ایک تاریکی کا پردہ سا پڑ گیا۔ کوئی کام وُہ پہلے کی طرح حوصلہ سے نہ کرتے تھے۔ ذرا بھی مشکل کام آتا تو وُہ تمام کاغذات راجکمار کے پاس ہی بھیج دیتے تھے۔ اور انہیں کی پشت پر لکھ کر وُہ دریافت کر لیتے تھے کہ اِس معاملہ میں کیا کیا جائے؟ بھوپیندر ناتھ دیوان جی کے اِس نئے سلوک سے کچھ متحیر ہوئے اُنہوں نے پہلے تو ایک دو مرتبہ اُنہیں بلا بھیجا۔ اور کہا آپ ہی ان سب معاملات کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے؟ میرے پاس اِن کاغذات کے بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ دیوان جی نے کہا سب کام آپ کو خود ہی دیکھنا چاہیئے۔ آپ جب یہاں موجود نہ ہوں۔ تو بیشک میرا فرض ہے۔ کہ میں انہیں دیکھوں۔ آپ کا علاقہ بہت وسیع ہے۔ اس کے تمام حالات سے آپ کو واقفیت رکھنی چاہیئے اس بات کا جواب بھوپیندر ناتھ کو کچھ بھی نہ سوجھا۔

یہ تو اُن کے ذہن نشین ہو گیا۔ کہ دیوان جی جو کہتے ہیں۔ بہت صحیح کہتے ہیں۔ مگر کاغذات دیکھ کر وُہ کیا کریں؟ اُنہیں تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ وُہ سوچنے لگے۔ اتنے دنوں تک بے پروائی سے میں نے ناحق وقت خراب کیا۔ مگر جو ہو گیا۔ سو ہو گیا۔ اب سنبھلنا چاہیئے۔ اب فضول وقت ضائع کرنا مناسب نہیں۔ یہ سوچکر اُنہوں نے کاروبار کی طرف توجہ دینی شروع کی۔

ایک دن کلکٹر صاحب نے راجکمار کو بلایا۔ راجکمار اُن سے ملے۔ دونوں میں بہت دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔

کلکٹر صاحب نے کہا۔ آپنے جو شادی کی ہے۔ سُنا ہے کہ وُہ ہندو شاستر کے برخلاف کی ہے۔ آپ نے اپنی دادی اَور دیوان سے بغیر رائے لئے ہوئے یہ شادی کیونکر کی؟

راجکمار نے کہا یہ شادی ہندو شاستر کے احکام کے برخلاف ہرگز نہیں کی گئی۔ کاشی نودیپ بھٹ پلی وغیرہ کے مشہور مشہور پنڈتوں کی رائے سے کی گئی ہے۔

کلکٹر۔ آپ یہ کیا کہتے ہیں؟ دیوان جی نے تو مجھ سے کہا ہے۔ کہ ان پنڈتوں کے خلاف رائے شادی ہوئی ہے۔ اور آپ نے جان بوجھ کر بھی بغیر دیوان جی اور دادی کی صلاح و مشورہ کے پوشیدہ طور پر شادی کر لی ہے

راجکمار۔ یہ صحیح ہے۔ کہ دیوان جی نے مجھے متذکرہ بالا پنڈتوں کی رائے دکھائی تھی
مگر میں نے اور دوسری رائیں اکٹھا کی ہیں۔ اور اُن کے بموجب یہ شادی شاستروں کے
مطابق ہے:۔

کلکٹر۔ جھوٹ بات ہے۔ آپ نے جو رائیں اکٹھا کی ہیں۔ وُہ سب جعلی ہیں۔ دیوان جی
نہایت شریف اور نیک شخص ہیں اُنہوں نے جو رائیں اکٹھا کی ہیں۔ وہی ٹھیک ہیں۔ آپ نے
اپنی دادی جی اور دیوان جی کی رائے کے خلاف شادی کر کے بے انصافی کی ہے۔ ابھی تھوڑا
ہی عرصہ آپ کو بالغ ہوئے ہوا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ اب بھی اپنی ریاست کے کاروبار
سنبھالنے میں نا قابل ہیں۔ اس قسم کا کام کر کے آپ نے اس کا کافی ثبوت دے دیا۔ آپ نے
اپنی ذات۔ برادری۔ خاندان سب کو کلنک کا ٹیکا لگا دیا:۔

راجکمار۔ ان سب باتوں کا جواب میں اس وقت دینا نہیں چاہتا بموقع ملنے پر دونگا
کلکٹر! اس کے علاوہ میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ کلکتہ میں کتنے ہی بُرے لوگوں کی صحبت
میں پڑ کر اپنا وقت فضول مزخرفات میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ ریاست کے کام کاج کی طرف
قطعی توجہ نہیں دیتے۔ اس کی رپورٹ مجھے گورنمنٹ میں کرنی ہوگی مجھے یقین ہو گیا ہے
کہ آپ اپنی ریاست کے انتظام کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے آپ کی ریاست اب پھر کورٹ آف
وارڈس کے قبضہ میں چلی جائے گی:۔

کلکٹر صاحب کی یہ تحکمانہ گفتگو سُن کر بھوپیندر ناتھ کی آنکھوں کے آگے جیسے اندھیرا چھا
گیا۔ قوت متخیلہ نے جواب دے دیا۔ وُہ نہ سوچ سکے۔ کہ ان باتوں کا کیا جواب دیا جائے بہت
جی کڑا کر کے اُنہوں نے کہا۔ آپ نے میری نسبت جو کچھ سُنا ہے وُہ سب سچ نہیں ہے:۔
کلکٹر صاحب گرج کر بولے۔ سچ نہیں ہے۔ آپ نے شادی کی ہے۔ کیا یہ بھی سچ نہیں ہے؟!
میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے اُما سندری نامی کسی لڑکی کو دیکھا تھا۔ آپ کی دادی صاحبہ نے بھی
کو آپ کیلئے پسند کیا ہے۔ اُس لڑکی کی بھی آپ پر نظر تھی۔ اور وُہ آپ کو پیار بھی کرتی تھی۔ مگر
آپ نے اُس کے ساتھ شادی نہ کی۔ اُسے خاطر میں بھی نہ لائے۔ اور ایک غیر ہندو لڑکی کیساتھ
فوراً بغیر کسی کے صلاح و مشورہ لیے ہوئے شادی کر لی۔ سُنا ہے کہ اُما کے ساتھ اب مطلق کوئی شخص
شادی کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور کوئی کرنے کا بھی نہیں۔ اِس طرح آپ نے اُس کی زندگی اُس کے
ارمانوں اور آرزوؤں کا خون کر دیا۔ کیا آپ یہ نہیں سمجھ سکتے اگر وُہ آپ سے نا خوش کر کے کو آپ

یہ وعدہ خلافی کی ڈگری ہو جائے گی۔ اور کیا آپ کو یہ نہیں معلوم۔ کہ عدالت میں مقدمہ جانے سے آپ کی بہت ذلت ہوگی۔ میں ان تمام باتوں کی خبر گورنمنٹ کو دینے کیلئے مجبور ہوتا ہوں۔ مجھے بخوبی یقین ہوگیا ہے۔ کہ آپ ریاست کے کاروبار چلانے کے ناقابل ہیں۔

اس قسم کی بات چیت سے راجکمار کے دل کو سخت تکلیف پہنچی۔ وہ گھر لوٹ آئے۔ مگر گھر پہ اُنہوں نے کسی سے کسی قسم کی بات چیت نہیں کی۔

چھٹا باب

کھری کھری باتیں

اُس دن شام کے وقت دیوان جی راجکمار سے آکر ملے۔ اور ریاست کے کام کاج کے متعلق بات چیت کرنے لگے۔ باتوں ہی باتوں میں اُنہوں نے کلکٹر صاحب کا تذکرہ بھی چھیڑ دیا۔ اور پھر اُسی کے سلسلہ میں پوچھا۔ آج آپ کلکٹر صاحب سے ملنے گئے تھے۔ کیا بات چیت ہوئی؟

راجکمار نے تحمّل اور سنجیدہ لہجے میں بولے۔ بات چیت تو بہت سی ہوئی تھی۔ مگر اُس کا خلاصہ تھا یہی ہے۔ کہ وہ ہماری ریاست کو کورٹ آف وارڈس کے قبضہ میں دینا چاہتے ہیں۔

دیوان جی نے بناوٹی تحیّر سے پوچھا۔ کیوں؟

اُس لئے کہ میں ریاست کا کاروبار انجام دینے کے ناقابل ہوں"۔

یہ سُن کر دیوان جی جیسے ایک گہری فکر میں ڈوب گئے۔ ذرا دیر بعد بولے۔ آپ ریاست کا کاروبار انجام دینے کے ناقابل ہیں۔ ریاست کی موجودہ حالت میں اُنہوں نے کوئی خرابی بھی بتائی تھی۔

راجکمار نے کہا۔ اس معاملہ میں تو اُنہوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ ہاں! یہ سمجھا کہ ساتھ شادی کر لینے سے ہی میں ناقابل سمجھا گیا ہوں۔

دیوان جی کی جان میں جان آئی۔ اُنہوں نے کہا۔ یہ دوسری بات ہے۔ مگر اس سے ریاست

کورٹ آف وارڈس میں کیوں جائے گی؟ اگر ریاست پر کوئی قرض ہوتا یا اُس کے انتظام میں کوئی گڑبڑ ہوتی۔ تو ضرور ہی یہ بات کلکٹر صاحب کہہ سکتے تھے۔ آپ کی شادی سے اس معاملہ میں تعلق ہی کیا ہے؟ میری سمجھ میں تو یہ کلکٹر صاحب کی سراسر زیادتی ہے۔
"ممکن ہے۔ مگر اُنہوں نے تو مجھ سے یہی کہا"

دیوان جی نے کہا۔ ہم لوگوں کے دشمنوں کی کمی نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کلکٹر صاحب کے پاس جاکر اُن کے کان بھرا کرتے ہیں۔ اُس دن اُنہوں نے آپ کی شادی کا ذکر چھیڑ کر مجھے بھی دھکایا تھا۔ وُہ مجھ سے کہنے لگے۔ تم کچھ دیکھتے سُنتے نہیں۔ راجکما نے پوشیدہ طور سے اپنی شادی کر لی۔ اُس وقت تو چپ رہو کر مجھے بھی دو ایک باتیں کہنی پڑیں سچ پوچھئے تو آپ نے یہ شادی کر کے ایک بڑی بھاری مصیبت مول لے لی ہے۔ اس سے پہلے کسی کی کیا مجال تھی کہ کوئی ایک لفظ بھی آپ کے برخلاف کہتا۔ آپ کی اس طرح شادی ہونے سے لوگوں کے دلوں پر ایک بڑی چوٹ پہنچی ہے۔ لوگ اپنے اپنے انعامات اور حقوق سے مایوس ہو گئے اس وجہ سے وُہ آپ سے بہت ناراض ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ میری بھی شکایت کرنے لگے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے۔ کہ آپ نے بغیر سوچے سمجھے یکایک یہ شادی کیسے کر لی؟ راجکمار آپ سے اور زیادہ میں کیا عرض کروں۔ یہ تمام خرابیاں اسی شادی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ سچ پوچھا جائے تو میں یہی کہوں گا۔ کہ آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔

راجکمار نے کہا میں اس بات کو نہیں مانتا۔ میرے ماں باپ خود ہی پرتبھا کو منتخب کر گئے تھے۔ اور میرے ہی ساتھ اُس کی شادی ہو۔ اس لئے سگائی بھی میرے ساتھ پہلے ہی سے کر گئے تھے۔ ایسی حالت میں اگر میں اُس کے ساتھ شادی نہ کرتا۔ تو پاپ کا بھاگی ہوتا۔ یہ ضرور ہے کہ اگر شادی یہاں ہوتی۔ تو یہاں کے لوگوں کو راگ رنگ کی کمی نہ ہوتی۔ جب ہی مجلسیں گرم ہوتیں۔ اور اُنہیں انعام اکرام بھی خوب ملتے۔ لیکن اس میں میرا قصور نہیں۔ درحقیقت اس کے باعث وہی ہیں۔ آج کل نامعلوم کتنی لڑکیوں کی شادیاں بندرہ بندرہ اور سولہ سولہ برس کی عمر میں ہوتی ہیں۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اُن کے ساتھ جنہوں نے شادی کی ہے۔ اُن میں سے کتنے لوگ برادری سے خارج کئے گئے۔ عالی خاندان برہمنوں میں تو ہزاروں لڑکیاں بسی ہیں۔ جو بُوڑھی ہونے تک بھی کنواری ہی رہتی ہیں۔ لیکن اُن کے والدین کو کوئی بھی برادری سے خارج نہیں کرتا۔ اور یہ دیکھئے نہ کہ دادی جی نے میرے ساتھ شادی کرنے کیلئے جس

اُما سُندری کو لاکھ لکھا ہے۔ اُس کی عمر کیا پندرہ برس سے کم ہے۔ آپ نے بھی تو اُسے
دیکھا ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ شادی کرنے سے میری قومیت کو کوئی بٹہ نہیں لگتا۔ پرتجا کے
ساتھ ہی شادی کرنے سے میری قومیت میں فرق آجاتا ہے۔ معلوم نہیں پرتجا نے ایسا کونسا
قصور کیا ہے؟ جیسا دیس۔ ویسے ہی دیس کے لوگ اور ویسی ہی اُن کی دھرم بدھی اور شاستر
بھگتی۔ لیکن اب وہ اپنی دھرم بدھی اور شاستر بھگتی کو اپنے ہی پاس رکھیں۔ مجھے اُس کی ضرورت
نہیں۔ میں نے پرتجا کے ساتھ شادی کر کے کوئی بُرا کام کیا ہے؟ اِس کا نہ مجھے یقین ہے۔
اور نہ میں یہ منظور ہی کر سکتا ہوں۔ اور کیا آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ میں نے خود سر ہو کر پرتجا کے
ساتھ شادی کی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی اُس کے ساتھ شادی کرنے
کی خواہش کی تھی۔ لیکن اُس وقت آپ نے ہی یہ کہہ کر روک دیا تھا۔ کہ اس وقت خزانہ میں روپیہ
نہیں ہے۔ اسلئے کچھ عرصہ اور ٹھہر جائیے۔ ناچار ہو کر میں دو برس تک اور بھی ٹھہرا رہا۔
اس اثنا میں اگر آپ چاہتے۔ تو پنڈتوں کی رائے جمع نہ کرتے۔ اور اس بات کو کلکٹر صاحب کے
کانوں تک بھی نہ پہنچنے دیتے۔ شاید آپ کو اس بات کی خبر نہیں کہ آپ کی جمع کی ہوئی رایوں کی
عین مخالف رائیں بھی جمع کی گئی ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے۔ کہ مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا
چاہئے تھا۔ اُس دن آپ نے دادی جی کی جو بات کہی تھی۔ اُن کی بات تو چھوڑ ہی دیجئے۔
کیونکہ ایک تو عورتوں میں ایسی باتوں ... کی عقل ہی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے اُن کی بڑھاپے
کی حالت ہے۔ جو آپ انہیں سمجھا دینگے۔ وہی سمجھ جائینگی۔ انہوں نے ایکدن مجھ سے یہی کہا تھا۔
کہ پرتجا بے دھرم ہو گئی ہے۔ عیسائن ہو گئی ہے۔ اور میموں کی طرح گاڑی پر بیٹھ کر ہوا کھانے
جاتی ہے۔ لیکن آپ ہی بتائیے۔ کیا یہ سب باتیں صحیح ہیں جس دن میری شادی ہوئی اُس
دن شادی کی محفل میں مشرقی بنگال۔ مغربی بنگال۔ نودیپ۔ بھاٹپاڑا اور سنسکرت کالج
وغیرہ سبھی جگہ کے بڑے بڑے پنڈت موجود تھے۔ انہوں نے بڑی خوشی سے ہماری شادی
کرائی تھی۔ اور جاتے وقت پرتجا کے یہاں کھانا بھی کھایا تھا۔ تب آپ ہی بتائیے کہ اس
حالت میں پنڈتوں کی رائے کے مطابق شادی کر کے میں نے کون سی بے انصافی کی ہے۔ جو میں
اِس قدر خود سر ہو گیا ہوں؟

سونگ موہن محمود داری کی حالت لکھے ہوئے الفاظ دیوان جی کے رو برو رکھ دیے
اور اس نے جو کچھ پاس سے اصولوں سے ... کی زبان سے سونتی تھی۔ اب ... سمجھی

نہیں سُنی تھی۔ وُہ یہ بھی سمجھ گئے۔ کہ میری قلعی کھُل گئی ہیں جو یہ سب کچھ کر رہا ہوں بات
اب اِن سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دیوان جی کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ میرے جمع کی ہوئی شاستر کی
رایوں کے خلاف بھی کوئی رائیں اکٹھی کی گئی ہیں۔ اُنہوں نے سمجھ لیا۔ کہ بھُوپیندر اب وُہ بھُوپیندر
نہیں رہا۔ اُس نے اپنے اصلی رنگ رُوپ کو ظاہر کر دیا ہے۔ اب یہاں میرا زور نہیں چل سکتا
اور اب میرا یہاں رہنا بھی مناسب نہیں۔ اتنے دِنوں تک ہر طرح کرتا دھرتا رہ کر اب آئندہ مجھ
سے بھُوپیندر کے ماتحت کیسے رہا جائے گا۔ دیوان جی کو یہ سمجھنے میں بھی دیر نہ لگی۔ کہ اب میرے
متعلق بھُوپیندر کو شُبہ ہو گیا ہے۔ اگر شُبہ نہ ہوتا تو وُہ مجھ سے کہے بغیر ہی چپ چاپ شادی کیوں
کر لیتے؟ جس وقت اُنہوں نے شادی کی خبر سُنی تھی۔ اسی وقت سمجھ لیا تھا۔ کہ اب بھُوپیندر
ناتھ کو مجھ پر اعتبار نہیں رہا۔ جس نے اب تک کوئی کام بھی پوشیدہ طور پر نہیں کیا۔ چھوٹی چھوٹی
باتوں پر میری رائے لیتا تھا۔ اسی بھُوپیندر نے اتنا بڑا کام کر ڈالا۔ اور مجھے کسی طرح بھی اس
کا پتہ لگنے نہ پایا۔ یہ کیا بے اعتباری کی کوئی معمولی سی بات ہے۔ میری تمام عزت مٹی میں مِل
گئی۔ اب میں کس مُنہ سے لوگوں سے بات کروں گا۔

اِن سب باتوں کو سوچ کر دیوان جی نے ملازمت سے مستعفی ہونے کا ارادہ پیشتر سے ہی
کر رکھا تھا صرف بھُوپیندر ناتھ کے ساتھ بات چیت کرنی باقی تھی۔ وُہ بھی ہو گئی تھی۔ اور
اُس میں بھُوپیندر ناتھ نے اُنہیں صاف الفاظ میں قصوروار قرار دیا۔ اگر آپ چاہتے تو پنڈتوں
کی رائے جمع نہ کرتے۔ اور اس بات کو کلکٹر صاحب کے کانوں تک بھی نہ پہنچنے دیتے" بھُوپیندر ناتھ
کے یہ الفاظ دیوان جی کے دل میں تیروں کی طرح کھٹکنے لگے اُنہوں نے سمجھ لیا کہ میری چالاکی
نکمی ہو گئی۔ اور میری تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے
دِل میں ایک طرح کے غصہ اور انتقام کی آگ شعلہ زن ہوئی۔ ذرا دیر خاموش رہ کر اُنہوں نے
پوشیدہ دلی خیالات کو چھپایا۔ مگر چپ نہ رہا گیا۔ کرخت لہجے میں بولے۔ یہ سب میری بدقسمتی ہے میں نے
آپ کی بھلائی کے لئے آپ کے اِس مشہور خاندان کی نیکنامی اور شہرت کی حفاظت کے لئے جو کچھ
کیا تھا سب [illegible] کے بجائے بُرائی کا طوق گلے پڑا۔ لیکن میں اِس میں آپ کا کچھ
قصور نہیں سمجھتا۔ یہ تمام قصور میری قسمت کا ہے۔ نوشتۂ تقدیر سے کیا چارہ؟ اسوقت جو حالت
ہے۔ اِس پر غور کرنے سے مجھے یقین ہو گیا ہے۔ کہ اب اس ریاست کے کام میں مجھے ایک لمحہ بھر
کے لئے بھی دخل دینا مناسب نہیں۔ اس لئے میں آج سے اپنی خدمات سے سبکدوشی کی اجازت

چاہتا ہوں مجھ سے آپ جو چاہیں۔ اس وقت سمجھ بوجھ لیں۔ اب میں آپ کی خدمات ادا نہ کر سکوں گا ؛

یہ کہ کر دیوان جی یکایک اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فوراً ہی کمرے سے باہر ہو گئے لکھوپنید ناتھ دیوان جی کے اس خلاف اُمید طرز عمل سے دنگ رہ گئے اور یہ سوچنے لگے۔ کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے ؛

ساتواں باب

دادی جی کی کارگذاری

دیوان جی کے استیفے داخل کرنے کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی ! اس ناگہانی واقعہ سے سب کو تعجب ہوا جو لوگ دیوان جی کے واقعی بدخواہ تھے۔ اور اُن کو پھوٹی آنکھوں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے۔ اور جو اُن کے خیر سگال تھے۔ اُنہیں بہت رنج ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر گرد و نواح میں بھی مشہور ہو گئی دُوسرے دن راجکمار نے بھی مختلف لوگوں کے مُنہ سے اس کا تذکرہ سُنا۔ سُنتے ہی اُنہوں نے دیوان جی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ مگر اُس نے آکر جواب دیا۔ کہ وہ گھر پر نہیں ہیں کلکٹر صاحب سے ملنے گئے ہیں :۔

محل کے اندر یہ خبر پہنچتے دیر نہ لگی۔ بملا نے راجکمار کے پاس جا کر کہا۔ آپ کو دادی جی نے یاد کیا ہے :۔

راجکمار نے پوچھا۔ وہ اب کیسی ہیں ؟

بملا نے کہا۔ آج دو دن سے تو اُن کی طبیعت اچھی ہے۔ اب وہ اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے بھی لگیں ہیں :۔

راجکمار نے اندر پہنچتے ہی دادی جی کے قدموں میں جُھک کر پرنام کیا۔ کلکتے سے آنے کے بعد وہ دادی جی سے نہ ملے تھے۔ دیوان جی کے کہنے سے نہ تو اُنہوں نے اندر ہی آنا مناسب

سمجھا۔ اَور نہ دادی جی نے ہی بستر چھوڑا۔ مگر بیماری نہ رہنے پر بھلا کہیں بستر پر چین آتا ہے بڑھیا کو بے چین ہو کر اُٹھنے اَور چلنے پھرنے کے لئے ناچار ہونا پڑا۔ داجگمار کے پیروں میں پڑتے ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ بھوپیندر نے عاجزانہ لہجہ میں کہا۔ تم روتی کیوں ہو؟

بڑھیا کی زبان بند ہو گئی۔ اُس سے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ وُہ آنچل سے مُنہ ڈھانپ کر رونے لگی +

بھوپیندر نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔ دادی جی! اسی وجہ سے مَیں آپ کے پاس نہیں آتا تھا۔ اگر آپ ایسا کریں گی۔ تو بیچارہ [illegible] جائیگی۔ اِس سے تو بہتر ہوگا۔ کہ مَیں یہاں سے چلا جاؤں +

بڑھیا نے اپنی طبیعت کو سنبھال کر کہا۔ نہیں۔ اب روؤنگی۔ تم بیٹھ جاؤ۔ تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔

بھوپیندر نے کہا۔ تو مَیں بیٹھتا ہوں۔ مگر آپ آنسو نہ بہائیں مجھے بھی آپ سے بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مَیں آپ کی باتیں بغور سنُونگا۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپکو بھی میری باتیں سُننی ہونگی۔ یہ کہکر بھوپیندر ایک آسن پر بیٹھ گئے۔

بڑھیا نے کہا۔ بیٹا! تم مجھ سے اَور دیوان جی سے بغیر بتائے اَور مشورہ لئے ہوئے شادی کر آئے۔ کیا تمہارا اس طرح سے شادی کرنا مناسب تھا؟

بھوپیندر نے کہا۔ مناسب تھا۔ یا غیر مناسب۔ یہ میں اِس وقت نہیں کہہ سکتا۔ مگر میری سمجھ کے مطابق اچھا ہی ہُوا۔ دادی جی! آپ ایک بات سوچ کر دیکھئے۔ اگر میرے ایک بہن ہوتی اَور آپ کسی کے ساتھ اُس کی شادی کی بات چیت پکی رکھیں۔ مگر اخیر میں وُہ لڑکا اُس کے ساتھ شادی نہ کرتا۔ تو بتائیے۔ آپ کو کس قدر صدمہ پہنچتا؟ میری تو ٹھیک ایسی ہی بات تھی پرتبھا کے ساتھ میری شادی کی بات چیت کب کی طے پا چکی تھی۔ اِس وقت اگر میں اُس کے ساتھ شادی نہ کرتا تو مجھے پاپ ہوتا یا نہیں؟

مگر وُہ تو برادری سے خارج ہے۔ برادری سے خارج ہوئی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے میں تو اُلٹا پاپ ہے!!

یہ تو آپ سے [illegible] بات کہی گئی ہے۔ اَور جھوٹ کہکر یقین دلایا گیا ہے۔ یہ آپ سے کس نے کہا۔ کہ سُشیل کمار برادری سے خارج ہیں۔ جیسے ہم برہمن ہیں ویسے وُہ بھی ہیں

شادی کے موقع پر نودیپ۔ بھاٹ پاڑہ۔ کلکتہ وغیرہ کے پنڈت موجود تھے۔ اور اُنہوں نے اُنّے بھی دی تھی۔ اُنہیں کی رائے کے بموجب مَیں نے یہ جرأت کی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بغیر سوچے سمجھے اتنا بڑا کام کیسے کر بیٹھتا۔ اپنے خاندان کے سب سے دیرینہ سال بزرگ رائے مہاشے اور اپنے پروہت سمرتی رتن مہاشے بھی شادی کے وقت موجود تھے۔ اگر شادی شاستر کے برخلاف ہوتی تو وہ اس میں کیوں شامل ہوتے؟ اور اگر سوشیل ونیز تعلقات سے خارج ہوتے تو اُن کے یہاں کھانا کیوں کھا آتے؟

بڑھیا نے تحیرانہ انداز سے کہا۔ تو کیا رائے مہاشے اور سمرتی رتن بھی شادی کے موقع پر موجود تھے؟ میں تو سُنا ہے۔ وُہ کاشی گئے ہیں۔

بھوپیندر نے کہا۔ وُہ میری شادی کرا کر دُوسرے دن کاشی گئے ہیں۔

تب بیٹا! دیوان کیوں کہتا تھا۔ کہ تمہاری ذات چلی گئی۔ تمہارے خاندان میں کلنک لگ گیا۔ اور بھوپیندر عیسائی ہو گیا؟

یہ اُنہوں نے آپ سے کیوں کہا تھا؟ یہ تو وہی جانیں۔ اِس کا جواب میں کیسے دُوں؟ اتنا ضرور مَیں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ میری پربھا کے ساتھ شادی ہونی اُنہیں پسند نہیں اور اس لئے اُنہوں نے آپ سے اِس قسم کی فضول بکواس کی ہے۔ وُہ تو کلکٹر صاحب سے بھی کہہ آئے ہیں۔ کہ یہ شادی شاستر کے خلاف ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے کلکٹر صاحب نے کل بُلا کر مجھے دھمکی دی تھی۔ کہ تم ریاست چلا سکنے کے قابل نہیں ہو۔ اس لئے پھر تمہاری ریاست کورٹ آف وارڈس کے اختیار میں دے دی جائے گی۔ جب دیوان جی سے مَیں نے یہ بات کہی۔ تو وُہ ناراض ہو گئے۔ اور بولے۔ کہ اب میں ریاست کا کام نہیں کرونگا۔ اس کے بعد ہی وُہ اُٹھ کر چلے گئے۔ آج میں نے اُنہیں بُلانے کے لئے آدمی بھیجا تھا۔ مگر اُس نے واپس آ کر کہا۔ کہ وُہ کلکٹر صاحب سے ملنے گئے ہیں۔"

دادی جی نے کہا۔ مَیں نے بھی تو آج صبح سُنا ہے کہ کل دیوان جی ناراض ہو کر چلے گئے ہیں یہ تو بہت بُرا ہوا ہے۔ بلائے گھر باہر جہاں دیکھو دشمن ہی دشمن ہوتے جاتے ہیں۔

بھوپیندر نے کہا۔ اس کے لئے اب کیا کیا جائے؟ ہوتے جاتے ہیں تو ہو جانے دیجئے اس کے لئے آپ کچھ فکر نہ کریں۔ مَیں سب کچھ ٹھیک کر لُوں گا۔

بُڑھیا بولی۔ نہیں بیٹا! دیوان کو جِھڑ صاحت دینا۔ ایسا آدمی پھر نہیں ملے گا۔ اگر وُہ نہ

رہا تو تم ایک دن بھی اپنا کام کاج نہ چلا سکوگے۔

بھوپیندر نے کہا۔ کیا اُن کو مَیں نے چڑھایا ہے؟ وُہ خود ہی چڑھ گئے ہیں۔ اِس میں میرا کوئی قصور نہیں!

دادی جی نے کہا۔ قصور چاہے جس کا ہو۔ مگر تم اِس وقت اسے چڑھانا نہیں۔ کاش! وُہ ہمارے دشمنوں میں مل گیا۔ تو ہم پر بہت مُصیبتیں ڈھا سکتا ہے۔ یہ جو تم نے پرتبھا کے ساتھ شادی کی ہے۔ اسی کو لے کر وُہ ایک بڑا طوفان کھڑا کر سکتا ہے۔

بھوپیندر نے ہنس کر کہا۔ وُہ جو چاہے طوفان کھڑا کرے۔ مگر ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

بُڑھیا بولی! مگر بیٹا! بیٹھے بٹھائے دشمنی مول لینے سے کیا فائدہ؟ دیکھو اگر تم اُما سُندری کے ساتھ شادی کر لیتے۔ تو اتنا گول مال کیوں ہوتا؟

بھوپیندر نے کہا۔ یہ مَیں سمجھتا ہوں۔ مگر کیا کروں۔ مجھ سے ماں باپ کی حکم عدولی کر کے اُن کی رُوح کو صدمہ نہ پہنچایا گیا۔ دادی جی! اِس وقت اُما سُندری کہاں ہے؟

بیٹا وُہ یہاں ہی ہے۔ آہ! میری بیماری کے وقت وُہ دن رات میرے پاس بیٹھی رہتی تھی۔ ایسی لکشمی لڑکی میری نظروں سے نہیں گذری۔ اُس بیچاری کو دیکھ کر رحم آتا ہے۔ اُس کے نہ ماں ہے نہ باپ! تمہارے ساتھ شادی ہونے کی اُمید سے اُس کا دل بہت خوش ہوا تھا۔ اِس راج محل کو وُہ اپنا ہی گھر سمجھنے لگی تھی۔ بملا کی زبانی اُسے یہ معلوم ہو گیا کہ تمہاری شادی **پرتبھا** کے ساتھ ہو گئی ہے۔ جب سے یہ خبر سُنی ہے تب سے بیچاری کا پھول سا چہرہ کُمھلا گیا ہے۔ دن رات رویا کرتی ہے۔ بُڑھیا اِس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکی۔ اُسکی آنکھیں آبگوں ہو گئیں اور دل جیسے بیٹھ گیا۔

دادی جی کی بات چیت سُننے سے نہ معلوم کیوں؟ راجکمار کا دل کانپ اُٹھا۔ وُہ کچھ دیر تک چپ چاپ بیٹھے۔ پھر بولے! دادی جی! مَیں اُما سُندری کے بارے میں ایک بات سوچی ہے، بتاؤ تو سہی وُہ کہاں ہے؟ مَیں ایک مرتبہ اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

بملا راجکمار کو اُما سُندری کے کمرے میں لے گئی۔

آٹھواں باب

تصویر حسرت

اُما سُندری بہادھوکر راج محل کے ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یُورپ کی طرف کی ایک کھڑکی کھُلی ہوئی تھی۔ صُبح کے آفتاب کی سنہری کرنیں درختوں کے پتّوں سے چھَن چھَن کر کمرے میں روشنی کا سماں دکھا رہی تھیں۔ اُسی دُھوپ میں ایک کُرسی پر بیٹھی ہوئی اُما سُندری ہاتھ میں کتاب لئے ہوئے پڑھ رہی تھی۔ اُس کے سیاہ مگر گھونگھروالے بال بَل کھاتی ناگنوں کی طرح کُرسی کے آس پاس لہرا رہے تھے۔ جیسے آفتاب شفق کی خوش رنگ آرائشوں سے پاک رہ کر اپنی پُوری روشنی دکھا سکتا ہے۔ اُسی طرح بغیر زیورات اور آرائشوں کے اُما سُندری اپنا جمال دکھا رہی تھی۔ شانوں تک بکھرے ہوئے بالوں اور درد سے بھری ہوئی آنکھوں نے اُسے رحم کی مُورتی بنا دی تھی۔ کملا نے تیزی سے آکر کہا۔ بہُو رانی! تم کیا کر رہی ہو؟ اُٹھو۔ راجکمار آتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر ہو گئی ؛

اُما سُندری نے یکایک چونک کر دیکھا۔ راجکمار کو اندر آتے دیکھ کر ہاتھ کی کتاب رکھ کر فوراً اُٹھ بیٹھی۔ اور مُنہ پھیر کر جلدی جلدی اپنے کپڑے سنبھالنے لگی۔

اُما سُندری کی وُہ دلفریب اور نشۂ شباب سے سرشار آنکھیں دیکھ کر راجکمار کا دل آپے سے جاتا رہا۔ اُن کے دل کی بُجھی ہوئی آگ پھر یکایک بھڑک اُٹھی۔ اُس کے حُسنِ جانسوز کی شعاعوں نے پھر راجکمار کے دل پر بجلی گرا دی۔ وُہ بہت مشکل سے سنبھلکر اُما سُندری کے پاس گئے اور آرزومندانہ لہجے میں بولے۔ اُما سُندری! تم اچھی تو ہو؟

اُما کے کلیجے میں جیسے چھُری اُتر گئی۔ آبدیدہ ہو کر حسرت آمیز لہجہ میں بولی۔ جی ہاں! آپ تو اچھے ہیں؟ اسکے بعد اُس نے اپنی درد آمیز نظروں سے۔ راجکمار کی طرف دیکھ کر پُوچھا۔ آپ پرتھا جی جی کو بھی لائے"!

بھوپیندر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اُما سُندری کے مُنہ سے پرتھا کی بات!

بڑا تعجب ہے۔ اُما سندری اتنی وسیع دل کی کیسے ہو گئی؟ اُن کی آنکھیں نمگوں ہو گئیں۔ وہ شفقت آمیز لہجے میں بولے۔ نہیں پریتھا کو نہیں لایا۔

اُما سندری نے کہا۔ کیوں؟ لائے کیوں نہیں؟ مَیں بھی اُنہیں دیکھ لیتی۔ اُن کے دیکھنے کی مجھے بڑی آرزو ہے۔

بھوپیندر ناتھ کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ سوچنے لگے۔ اُما سندری کو آج یہ کیا ہو گیا۔ اُنہوں نے کہا۔ دادی جی کی بیماری کا تار پاکر میں فوراً چلا آیا۔ پریتھا کو نہ لا سکا۔

اس کے بعد کچھ دیر تک اُما سندری اور راجکمار دونوں چپ چاپ کھڑے رہے۔ اُما سندری اپنے پیروں کو دیکھ رہی تھی۔ اور اپنے بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے وہاں بچھی ہوئی شطرنجی کو کھسکانے کی کوشش کر رہی تھی۔

بھوپیندر ناتھ نے لجاجت آمیز لہجہ میں کہا۔ دیکھو۔ اُما سندری! دراصل میں بڑی مشکلات میں گرفتار ہو گیا تھا۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہو گیا ہو گا۔ کہ پریتھا کے ساتھ میری سگائی بہت پہلے ہو چکی تھی اور ماں باپ ہم دونوں کی شادی ایک طرح پر کر بھی چکے تھے۔ اگر شادی میں کوئی کسر باقی تھی۔ تو یہی کہ ہمارے دونوں ہاتھ ایک نہ ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں مَیں نے مرحوم والدین کی اجازت کے برخلاف کارروائی کر کے اُن کی روح کو صدمہ پہنچانا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس لئے پریتھا کے ساتھ شادی کر لی۔ اگر پریتھا کے ساتھ میری شادی طے نہ ہوئی ہوتی اور سگائی پہلے ہی نہ ہو جاتی۔ تو مَیں ضرور تمہارے ساتھ شادی کرتا۔ اس کے آگے بھوپیندر ناتھ کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور تھرتھرا گیا۔

جیسے ذرا سی جنبش سے بھرا ہوا پیالہ چھلک پڑتا ہے۔ اُسی طرح اُما سندری کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ مگر اُس نے جی کڑا کر کے اُن کو روک لیا۔ اور مایوسانہ انداز سے بولی۔ پریتھا جی کے ساتھ شادی کر کے آپ نے اچھا ہی کیا۔ مَیں بہت خوش ہوئی آپ اگر اُن کے ساتھ شادی نہ کرتے تو مجھے دُکھ ہوتا۔ ایک ہی سیپ میں دو موتی ہوتے ہیں ایک سے بادشاہوں کے تاج کو زینت دی جاتی ہے۔ دوسرے کو کھرل میں خاک سیاہ کر کے سرمہ بناتے ہیں۔ اتنا کہتے کہتے یکایک اس کی نگاہیں جھک گئیں۔ اور وہ پھر اپنے پیروں کی طرف دیکھنے لگی۔

کون کہہ سکتا ہے؟ کہ اُس لڑکی کے دل میں اِسوقت کیا کیا خیالات کی ترنگیں اُٹھ کر ہلچل مچا رہی تھیں۔ اُس کا دل اس وقت درد و غم کا ایک اتھاہ ساگر ہو رہا تھا۔ کلیجہ پر جیسے سانپ لوٹ رہا تھا۔ کسی کو کیا خبر ہے کہ اُما کی پُر درد آنکھوں نے آنسوؤں کا ایک سیلاب بہا دیا تھا۔ اُس کے نازک دل نے کیسے کیسے جانکاہ صدمے اُٹھائے تھے۔ کیا دُکھ درد کی ستائی ہوئی اُما کو اِن باتوں سے تسلی ہو سکتی تھی؟ اِس کی شکل ایسی دردناک تھی۔ کہ آنکھ پھر بھی کسی سے نہ دیکھا جاتا تھا۔ دُنیا میں اُس کا غمگسار کون تھا؟ اور اُس کے بے چین دل کو کون تسکین دے سکتا ہے؟ معلوم نہیں اُس کی قسمت میں کاتب ازل کے بیدرد اور بے رحم ہاتھوں نے کیا لکھ دیا تھا؟ دُنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار نظر آتی تھی۔ صبح سے شام تک وہ متواتر رویا کرتی تھی۔ مگر غم کی آگ نہ بجھتی تھی۔ آنسو دل کی جلن کو کم نہ کرتے تھے۔ بلکہ آگ پر تیل کا کام کرتے تھے۔ یقیناً وہ اپنے دل ہی دل میں کہتی ہوگی۔ راجکمار! اگر یہ تمہارے ساتھ ہی شادی کرنی منظور تھی؟ تو پھر آپ نے مجھے کیوں دیکھا؟ مجھ پر پیار و محبت کی جادو بھری نگاہیں کیوں ڈالیں؟ آپ کی یہ محبت بھری آنکھیں میری آنکھوں سے کیوں لڑیں؟ میرے کشتِ دل میں آپ نے محبت و اُمید کا بیج کیوں بویا؟ اس اَبلا کے دل کو آپ نے اپنا مندر کیوں بنایا؟ اس بدنصیب کی زندگی کے معمولی سُکھ کو بھی آپ نے کیوں غارت کر دیا؟ میرے دل میں یہ محبت کی آگ کیوں روشن کر دی جو آج مجھے اپنے تیز شعلوں سے جلا کر خاک سیاہ کئے دیتی ہے۔ ایک ویران جنگل سے اس جنگلی بیل کو اُکھیڑ کر آپ نے اپنے شاہی باغ میں کیوں لگایا۔ ہائے! لگانے کے ساتھ ہی وہ جنگلی بیل جل کر خاک ہو گئی۔ اے سندر! اے سنگدل!! تم نے یہ کیا کیا؟

اُما نے ایک آتشین سانس لی۔ گویا اس سانس نے ہی اُس کے دل کا تمام حال بیان کر دیا۔ راجکمار اُس کے دل کی حالت کا اندازہ کر کے حسرت آمیز لہجہ میں بولے۔ تمہارے ساتھ میری شادی تو نہ ہو سکے گی۔ مگر پھر بھی میں تمہیں نا اُمید نہ کروں گا۔ یہ کہتے کہتے بھوپیندر کا گلا بھر آیا۔ اور وہ بڑی مشکل سے بولے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ کسی قابل اور خوبصورت لڑکے سے تمہاری شادی کر دوں گا۔ اور اس کے تمام اخراجات میں اپنے پاس سے دوں گا۔ اس کے علاوہ میں تمہیں تمام قیمتی زیورات اور ایک لاکھ روپیہ دوں گا۔ اُما سُندری تم مجھے معاف کرو۔ اور اب اس غم کو بھول جاؤ۔

اُما سُندری سے اب نہ رہا گیا۔ اُس کی چشم پُر آب نے آنسوؤں کی جھڑی لگا دی۔ وہ رونے

لگی ۔ وہ خوب روئی ۔ ذرا دیر میں اُس نے اپنے دل کو سنبھال کر کہا ۔ راجکمار! آپ کا اس میں کیا
قصور ہے؟ سب میری قسمت کا قصور ہے ۔ نوشتۂ تقدیر سے کیا چارہ؟ مجھ سے معافی مانگ
کر آپ مجھے ادھم اور بھی کانٹوں میں گھسیٹتے ہو ۔ لڑکپن میں میرے ماں باپ مر گئے تھے ۔
ایک دور کے رشتے کے چچا تھے ۔ انہوں نے میری پرورش کی تھی ۔ وہ کبھی نہ کسی طرح خود
تکلیف اُٹھا کر مجھے پالا پوسا ۔ جس دن میرے ماں باپ مرے تھے میں اُسی دن کیوں نہ
مر گئی ۔ مجھے سیانی دیکھ کر چچا میری شادی کی فکر کرنے لگے ۔ مگر ان کے پاس اتنی دولت کہاں
تھی کہ وہ میری شادی کر دیتے ۔ ادھر ... ... جس سے ... کرنے ... میں
قدم رکھا ۔ اُنہیں دنوں میں یکایک آپ کے ساتھ شادی کا تذکرہ چھڑ گیا ۔ کس طرح اس کی
شروعات ہوئی ۔ یہ مجھے نہیں معلوم ۔ مگر اس سے نہ معلوم میرے دل میں کیوں ایک حالت
خوف طاری ہو گئی ۔ میں سوچنے لگی کہ میں ایک غریب کی لڑکی ہوں ۔ راجہ کے ساتھ میری شادی
کیسے ہو گی؟ مجھ میں راج رانی ہونے کی قابلیت کہاں؟ اس کے بعد میں یہاں آئی اور ان آنکھوں
نے آپ پر نظریں ڈالیں ۔ نہ معلوم کیوں؟ آپ کو دیکھتے ہی میرے دل کی ایک عجیب و غریب حالت
ہو گئی ۔ اس کے پہلے میری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی تھی ۔ میں اپنے دل ہی دل میں سوال کرنے
لگی کہ کیا میں آپ کے قابل ہوں؟ جواب ملا کہ نہیں ۔ تو تو ان کی پیش خدمت ہونے کی بھی قابلیت
نہیں رکھتی ۔ مگر پھر یہ سوچا کہ اگر میں آپ کو عرصہ تک ان آنکھوں سے دیکھتے رہنے کا ہی حق
حاصل کر لوں ... ... محل کے ہی ایک کونے میں پڑی رہوں ۔ تو میرے لئے یہی
جنت ہے ... میں بہت ہی سکھی ہو جاؤں گی ۔ یہ کہتے کہتے اُس کے دل میں دُکھ کا ایک جوار سا
اُٹھ آیا اس کی آنکھیں بھر آئیں ۔ اُس کے خوبصورت سرخ ہونٹ کانپنے لگے ۔
کے قدموں میں گھٹنا ٹیک کر بیٹھ گئی اور رقت آمیز لہجے میں بولی ۔ راجکمار! میری رکشا کرو جس کا
کنارہ نہیں ۔ ایسے دریا میں مجھے نہ ڈال دو ۔ میں تم سے دولت نہیں مانگتی ۔ نہ مجھے اس کی خواہش
ہے ۔ نہ کسی کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں ۔ میں تمہارے چرنوں کی داسی ہوں ۔ میری تمام
خواہشیں دنیا کے تمام عیش و آرام کو چھوڑ کر اب تمہارے ... ... میں ... میرا یہ
کسی چیز کا بھوکا نہیں ۔ محبت کے عوض محبت نہیں چاہتی ۔ میں دل کو ہر چند سنبھالتی ہوں ۔ مگر وہ نہیں
ملتا ۔ میرا سب ... ہو چکا ہے ۔ مگر تمہارا ... کا نقش میرے دل سے کسی طرح نہیں مٹتا
... نہیں ہٹتا ۔ تمہارے چرنوں ... تو مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ۔ تمہارے ... اپنے دل

و جان تک دے چکی ہوں۔ اپنے اس راج محل کے کسی ایک کونے میں مجھے تھوڑی سی جگہ دیدو۔ اور داسی بنا کر رکھ لو۔ مجھے اب پیروں سے نہ ٹھکراؤ۔ تمہارے ساتھ میں ہر قسم کی تکلیفیں اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ سب کچھ تیاگ دُونگی۔ تمہارے بیوگ میں دن بدن گُھل جاؤں گی۔ مجھے کسی شے کی آرزو نہیں۔ تم سے محبت نہیں مانگتی۔ تمہارا دل نہیں مانگتی۔ میں تم سے صرف تمہارے ساتھ رہنے کی اور تمہاری خدمت کرنے کی اجازت چاہتی ہوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ درکار نہیں۔ اُمّا۔ اُس کے آگے اور کچھ نہ کہہ سکی۔ اُس کا گلا رُندھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا کر آنکھوں سے پریم کی دھارا بہانے لگی۔

کُنور بینید رناتھ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اُن کا دل قابو میں نہ رہا۔ ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسے غش آ جائے گا۔ آثار خراب تھے۔ وُہ عجیب مخمصے اور کشمکش میں مبتلا تھے اُما نے اُس کی محبت کا راگ کیسے دلکش اور حیرت انگیز لہجے میں گایا ہے۔ یہ راگ مدہوشی کی سے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بلکہ اس میں سرشار ہو رہا تھا۔ پھر بھوپیندر کیوں نہ مدہوش ہو جاتا۔ ذرا دیر کے لئے اس کی حالت بالکل تبدیل ہو گئی۔ محبت کے اتھاہ ساگر میں ہچکولے کھانے لگا۔ آہ! اُما کے خیالات میں کیسی خود فراموشی ہے۔ افسوس میں نہیں سوچ سکتا۔ کہ اس محبت بھرے دل کی کس طرح قدر کروں۔ اور اس دلفریب مگر خوشنما پھول کو کیونکر ہاتھ لگاؤں کہ اس کے کانٹے سے محفوظ رہوں۔ میں اُما کی اس قدر دانی اور دلسوزی کی داد کیونکر دوں؟ اُن کے دل میں آیا۔ کہ اُما سُندری کو اُٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لوں۔ اُس سینے سے۔ جس کو اُما نے اپنی اُمیدوں کا کاشانہ اور اپنی آرزوؤں کا آشیانہ تصور کیا ہے۔ وُہ سینہ جس کی لطیف سطح پر اُما کے خیالات کی لہریں اٹھکیلیاں کرتی ہیں۔ اور کہوں۔ کہ پیاری اُما! اُٹھو۔ اُٹھو۔ تم میری ہو۔ اور میں تمہارا ہوں مجھے فخر ہے کہ تم جیسی دیوی مجھ سے محبت رکھتی ہے۔ اس محبت کے مقابلہ میں میری ہستی کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ میرا اور تمہارا تعلق اب ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ اس میں کوئی نہیں خلل انداز ہو سکتا جس کے لئے تم اپنے آپ کو نیوچھاور کرتی ہو۔ وُہ تمہارے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہے۔ دُنیا کی کوئی زبردست سے زبردست طاقت اُسے نہیں روک سکتی۔ تم جیسی دیوی میرے لئے مایۂ ناز ہے۔ محبت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مگر اتنے میں ہی اُنہیں اُس دن کا واقعہ یاد آ گیا۔ جس دن پر تھا اور اُن کی تصویریں یکایک گر پڑی تھیں۔ اس سے اُن کا سینہ یکایک دھڑک اُٹھا۔ جس طرح کوئی مسافر راستہ چلتے چلتے زہریلے سانپ کو دیکھ کر اپنا

قدم یکایک روک لیتا ہے۔ اسی طرح سے بھوپیندر نے اپنے دل کو یکایک روک لیا۔ اُنہوں نے حسرت ناک لہجے میں کہا۔ اُما! اُٹھو۔ اُٹھو۔ کوئی دیکھ لیگا۔ تم یہ کیا کرتی ہو۔ یہ کہکر وُہ جلدی سے کمرے کے باہر ہو گئے +

نواں باب

شکست

اُما سُندری کا دلی منشا معلوم کر کے بھوپیندر ناتھ کے دل میں بڑا صدمہ پہنچا۔ پرتھا کے محبت کی زنجیر سے اگر وُہ جکڑے نہ ہوتے۔ تو آج اُما سُندری کی جلائی ہوئی آگ میں ضرور ہی کود پڑتے۔ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے وُہ آج کے واقعہ پر غور و خوض کر رہے تھے۔ وُہ سوچنے لگے۔ کہ اب اُما سُندری کے معاملہ میں کیا کرنا چاہیئے؟ مگر بہت غور و خوض کرنے پر بھی وُہ فیصلہ نہ کر سکے +

اتنے ہی میں دیوان جی اُن کے کمرے میں داخل ہوئے۔ دیوان جی کو یکایک دیکھ کر پہلے اُنہیں تعجب ہوا۔ بعد میں مُسکراتے ہوئے بولے۔ آئیے آئیے۔ آج صُبح آپ گھر پر نہ تھے کہاں گئے تھے؟

دیوان جی نے متین لہجہ میں کہا۔ آج مَیں کلکٹر صاحب سے ملنے گیا تھا۔

"کیوں؟ کلکٹر صاحب نے کیا آپ کو بُلوایا تھا؟"

"نہیں اُنہوں نے تو نہیں بُلوایا۔ مَیں خود ہی ملاقات کرنے گیا تھا۔ جب مَیں نے آپ کے یہاں سے مستعفی ہونے کا ارادہ کر لیا ہے۔ تو بغیر اُن کے کہے چلے جانا مناسب نہیں"

"تو پھر اُن سے مُلاقات ہُوئی یا نہیں؟"

"نہیں۔ وُہ کل دورے پر چلے گئے ہیں"

بھوپیندر ناتھ ہنس پڑے۔ دیوان جی اُن کی اس ہنسی سے کچھ چونک سے پڑے +

بھوپیندر ناتھ نے کہا۔ مَیں نے بارہا آپ ہی کی زبان سے سُنا ہے۔ کہ تعجیل کا رِ شیاطین

ساتھ شادی کرنے کا ارادہ نہ کرجاتے تو میں آپ سے سچ کہتا ہوں۔ کہ میں اُما کے ساتھ ہی شادی کرتا۔ مگر میں نے سوچا۔ کہ اگر ماں باپ کا کہنا نہیں مانتا۔ تو پاپ کا بھاگی ہونگا۔ اور اسی لئے میں نے پرتیما کے ساتھ شادی کرلی۔ مگر اُما کو دیکھ کر مجھے بڑی دیا آتی ہے۔ اس کے نہ تو ماں باپ ہیں اور نہ کوئی سہارا ہے۔ بیچاری غریب لڑکی ہے۔ یہاں آکر اُس نے نہ معلوم کون کون سے سکھوں کی خواہش کی ہوگی۔ مگر آخیر میں بیچاری کو نااُمید ہونا پڑا۔ اُس کی اس نااُمیدی کو دیکھ کر ہی مجھے بڑا دُکھ ہوتا ہے۔ مگر میں نے اس دُکھ کو کم کرنے کے لئے یہ سوچا ہے۔ کہ کسی لایق فایق اور نیک لڑکے سے اس کی شادی کردی جائے۔ لڑکا خواہ غریب ہی ہو۔ مگر با اصُول اور ذی فہم ہو۔ میں نے یہ سوچ رکھا ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا لڑکا مل جائے۔ تو میں اُما سُندری کو بطور جہیز ایک لاکھ روپیہ دے دُونگا۔ اب یہ کام آپ کے ذمہ ہے۔ کہ آپ اُما کے لئے کوئی قابل لڑکا تلاش کرکے اس کے ساتھ اُس کی شادی کردیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اگر آپ اس معاملہ میں ذرا سی بھی کوشش کرینگے تو یہ کام آسانی سے ہوجائے گا۔ مگر اس سے پہلے کہ آپ لڑکا تلاش کریں۔ اُما سُندری سے مشورہ کرکے اُسے راضی کرلینا چاہئے۔ کہ وہ اپنی شادی کرے گی۔ کیونکہ میں ہر طرح سے اُسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ ہونا چاہئے۔

بھوپیندر ناتھ کی بات چیت سُن کر دیوان جی چونک پڑے۔ وہ پھر سوچنے لگے۔ کہ بھوپیندر ناتھ کے مزاج میں ایسی تعجب انگیز تبدیلی کیسے آگئی۔ یہ کیا پرتیما کی پاک زندگی کا ہی اثر ہے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ اب اس زندگی میں بھوپیندر ناتھ کسی کے ہاتھ کا کھلونا نہیں بن سکتا۔ اُس نے اپنے آس پاس کے ماحول کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا ہے۔ اب اگر میں دیوانی کا کام کرونگا تو مجھے انہیں کی مرضی کے مطابق چلنا پڑے گا۔ [illegible] بات ہے۔ کہ اُما سُندری راج رانی ہو سکے گی۔ مگر ایک لاکھ [illegible] آتی ہے۔ جو کبھی کبھی بھلائی کی صورت نکل آتی ہے۔ [illegible] دیکھوں اب کیا ہوتا ہے۔ ایک لاکھ روپیہ [illegible] روپیہ جمع نہیں کیا جا سکتا [illegible] چاہئے۔ کہ میں یہ چال چلی [illegible]

[illegible]

[illegible]

لڑکا تلاش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ اُما سُندری کی شادی ہو جائے گی۔ آپ نے جس خاندان میں جنم لیا ہے۔ وہ ہمیشہ سے غریب پرور اور فیاض رہا ہے۔ ایک اناتھ لڑکی کے لئے ایک لاکھ روپیہ دان کرنا آپ ہی جیسے روشن خیال اور فیاض شخص کا کام ہے۔

بھوپیندر ناتھ بولے۔ آپ کو ایک کام اور بھی کرنا ہوگا۔ **اُما سندری** اسوقت راج محل میں ہے۔ اگر یہاں سے آپ اُسے اپنے گھر لے جا سکیں۔ تو بہت مناسب ہو۔ ضرور ہی اُسے اس معاملہ میں سمجھانا بجھانا پڑے گا۔ اگر وہ سمجھانے بجھانے سے راضی ہو جائے۔ تو فوراً ہی لے جائیے۔ دادی جی اب اچھی ہیں۔ آج میں اُن سے ملنے گیا تھا۔ میں اب دو چار دن میں کلکتہ جاؤں گا۔ تب تک آپ ذات برادری کے لوگوں کو ٹھیک کر رکھیں۔ آپ کا خط پاتے ہی میں **پرتبھا** کو لیکر چلا آؤنگا۔ میری شادی میں جو راگ رنگ اور جلسے نہیں ہوئے ہیں کلکتہ سے آکر میں وہ بھی اعلےٰ پیمانہ پر کر دوں گا۔ کسر پوری ہو جائے گی۔

بھوپیندر کی یہ سنجیدہ باتیں سُنکر دیوان جی کے حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اُنھوں نے آج سمجھا۔ کہ بھوپیندر ناتھ نے مجھے بہت شکست دی۔

چوتھا حصّہ ختم ہوا

پہلا باب

زندگی کی ساتھی

پرتبھا اور نروپما نہا دھو کر چٹائی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پرتبھا رامائن پڑھ رہی تھی۔ اور نروپما یکسوئی سے اُسے سن رہی تھی۔ جس جگہ نروپما کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ پرتبھا سمجھا دیتی تھی۔ جب رام چندر ڈنڈک بن میں بھرمن کر رہے تھے۔ تب ایک دن اُنہوں نے رشیوں کے رُوبرو راکھشسوں کو مارنے کا عہد کیا تھا۔ سیتا جی نے رام چندر سے اصرار کیا کہ آپ دھنش بان کو چھوڑ کر ایک تپسوی کی طرح رہئے۔ اُنہوں نے سوچا کہ رام چندر جب بن میں رہتے ہیں۔ تو اُن کے ہاتھ میں دھنش بان رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہاں تپسیا اور کہاں کھشتری دھرم! یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اس لئے اُنہیں کمانداری کے ساتھ ساتھ ثمرو سے بہرہ ور ہونا غیر ممکن ہے۔ گوشہ نشین مرتاض اگر کسی وجہ سے کسی کی ہلاکی کے پیچھے پڑ جائیں تو پھر اُس کی ریاضت کا نتیجہ ہی کیا ہوگا۔ تمام پارسائی خاک میں مل جائے گی۔ کیونکہ ریاضت اور ہلاکی دونوں باہم گر ضدین ہیں۔ اس طرح سیتا جی نے کئی دلائل اور براہین پیش کرتے ہوئے اپنے شوہر کو راکھشسوں کے قتل کے عہد سے منحرف کرنا چاہا۔ مگر رام چندر جی کو دیکھئے ان کو اپنی بیوی کے معترضانہ اور ظاہرہ مخالفانہ تقریروں سے پیشانی پر شکن تک نہیں آئی۔ بلکہ برعکس اس کے خوش ہوئے۔ اور اُس دیوی کو سمجھایا۔ کہ میں نے کسی خاص مصلحت کی وجہ سے رشیوں کے رُوبرو راکھشسوں کے قتل کرنے کا عہد و پیمان کیا ہے۔ اور اس عہد و پیمان کی خلاف

اس کمرے سے باہر نکل جائیں۔ اتنے میں سروجا تو قریب کے دروازے سے جھٹ [illegible]
پریتما وہ بھی اس [illegible] کو گئی۔ کہ اتنے میں راجکمار ظرافت آمیز لہجہ میں بول اٹھے۔ واہ! تمہاری
مہمان نوازی کا طریقہ بہت عجیب و غریب ہے۔ میں تمہارے گھر مہمان کی حیثیت میں آیا ہوں۔ اور تم مجھے دیکھ
[illegible] عجیب طرح کا اخلاق ہے۔

پریتما نے راجکمار کیطرف منہ پھیر لیا۔ وہ خنداں پیشانی سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنے میں دائی بھی
آ پہنچی۔ فرط حیرت سے جھجکتی ہوئی بولی۔ بیٹا تم کب آئے۔ سب لوگ تو اچھی طرح ہیں۔ سوشیل بابو ابھی
تھوڑی ہی دیر ہوئی کہیں چلے گئے ہیں۔ میں انہیں ابھی بلائے دیتی ہوں۔

پریتما دائی کے آتے ہی کمرے سے باہر ہو گئی۔ راجکمار دائی سے بات چیت کرتے کرتے سوشیل
کے کمرے میں چلے گئے۔ اور وہاں ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئے۔

ذرا دیر بعد سوشیل کمار بھی آ گئے۔ راجکمار کو یکایک دیکھ کر وہ متحیر اور خوش ہوئے۔ راجکمار نے کہا۔ دادی
جی اچھی ہو گئیں ہیں۔ میں پریتما کو لینے کیلئے آیا ہوں۔ یہاں سے پرسوں جاؤنگا۔ آپ کو بھی ساتھ چلنا ہوگا۔
سوشیل کمار نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔ آپ فرماتے ہیں۔ تو میں ضرور جاؤں گا۔ پریتما
پہلے پہل سسرال جاتی ہے۔ اس لئے اُن کے ساتھ میرا جانا بھی مناسب ہے۔

راج محل

آج مہندرناتھ اپنی نئی نویلی بہو کو لیکر محل میں آنے والے تھے۔ محل میں جشن شادی کی دھوم
مچی ہوئی تھی۔ خوش الحان مغنیاں [illegible] رہی تھیں۔ اُن کی آواز سے ایک دلاویز نغمہ کی صدا نکل رہی تھی
ٹھنڈی ٹھنڈی طرب خیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ کمروں میں مخمل کا شاہی فرش بچھا ہوا تھا۔ چھوٹے
چھوٹے فوارے دل کو لبھانے والی پھوار برسا رہے تھے۔ پھولوں کی لپٹیں دل و دماغ کو معطر کئے دیتی تھیں۔
مختلف اقسام کے خوشرنگ پھول گملوں میں لگائے گئے تھے۔ روشیں درست اور آراستہ کی گئی تھیں
صحن فرش فروش اور شیشہ آلات سے آراستہ تھا۔ [illegible] میں [illegible]۔ [illegible] ہوئے تھے۔ دھوپ [illegible]
[illegible] رہی تھی۔ [illegible] سہیلیوں کے ساتھ مست خرام تھی۔ [illegible] نغمہ کی صدا [illegible]

سے مستانہ وار جھوم کر در و دیوار کی بلائیں لے رہی تھیں۔ عورتیں بناؤ سنگار کئے ہوئے منگل کے گیت گاتی تھیں۔ سب کے چہرے کلیلیں کر رہے تھے۔ دلوں میں مسرّت خیز گدگدیاں ہو رہی تھیں۔ اُفق مشرق فیروزہ بانا پہن چکا تھا۔ اور اُفق مغرب اُودے رنگ کی طرح مائل تھا۔ محل کے اندر کیلے کے درخت لگائے گئے تھے۔ دروازوں پر بندھن وار بندھی ہوئی تھی۔ پاس پڑوس کی عورتیں اندرون خانہ کے دروازے کے پاس کھڑی ہوئی۔ آپس میں ہنسی مذاق کر رہی تھیں۔ پہلے پرتھا کو عموماً سب نے دیکھا تھا۔ مگر اُس وقت وُہ دس برس کی ایک کمسن لڑکی تھی۔ پہلے وُہ ایک ناشگفتہ شرم و حیا میں چھپی ہوئی ناشگفتہ کلی تھی۔ اب اُبھر کر کھلنے کی تیاری کر رہی تھی۔ تمام عورتیں اُسے دیکھنے کے لئے بیتاب ہو رہی تھیں۔ ایک بُوڑھی عورت جو بڑی تیز طرّار اور ہوا میں گرہ لگاتی تھی۔ اُس نے کہا دیکھو زمانہ کیسے بدل گیا۔ اب تمام باتیں اُلٹی ہونے لگیں۔ پہلے جب چھوٹی سی بہو گھر آتی تھی۔ تب ساس اُسے گود میں اُٹھا کر اندر لے جاتی تھی۔ وُہ نظارہ کیسا دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ مگر اب دیکھو بڑی بڑی بانس جیسی بہوئیں آنے لگیں ہیں۔ بھلا کہو تو اب اس دھینگڑ بہو کو کون گود میں اُٹھائے گا +

بُڑھیا کی بات سُنتے تمام نوجوان لڑکیاں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ اور ایک نوعمر لڑکی بول اُٹھی۔ بہاری کی چاچی: میری سمجھ میں تو اگر تم ہی اسے گود میں لے لیتیں تو اچھا ہوتا۔

لڑکیاں پھر ہنسنے لگیں۔ ہنسی کی خاص وجہ یہ تھی۔ کہ بہاری کی چاچی سب سے زیادہ دُبلی پتلی اور کمزور تھی۔ مگر بڑھیا آسانی سے خاموش ہو جانے والی نہیں تھیں۔ وُہ بولی اگر میں تم سب جیسی طاقتور ہوتی تو میں ہی گود میں لے لیتی۔ مگر میں کمزور ہوں۔ اس لئے اب یہ کام تمہیں ہی کرنا چاہئے۔ ہمارے وقت میں تو ایسی بہوؤں کو کوئی لاتا ہی نہ تھا۔ جس سے گود میں لینے کی تمہیں عادت ہوتی۔ مگر اب سے تمہارے گھروں میں جتنی آئیں گی۔ ایسی ہی ادھیڑ آئیں گی۔ بہو پنیدر نے اس کا دروازہ ہی کھول دیا ہے۔ اس لئے تمہیں ابھی سے گود میں لینے کی مشق کر لینی چاہئے +

لڑکیاں پھر زور سے ہنس پڑیں۔ مگر پہلی لڑکی خاموش نہ رہ سکی۔ وُہ بولی بہاری کی چچی! ہمیں اس قسم کی مشق از سرِ نو کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس دیس میں ہمارے بہت پہلے سے ادھیڑ بہوؤں کو گود میں لینے کا ابھیاس ہے۔ اب کلین برہمنوں میں سفید بالوں والی لڑکیوں کی شادیاں ہوتی ہیں تب بھلا اُن کی ساس کیا کرتی ہونگی :-

لڑکی کا آخری جواب سُنکر عورتیں خوب جی کھول کر ہنسیں۔ بہاری کی چاچی خود بھی ایک کلین کی لڑکی تھی :-

بڑھیا جل بھن کر راکھ ہو گئی - اور یہ کہ کر وہاں سے اُٹھ گئی - کہ دیکھو - تمہارا یہ سبھاؤ اچھا نہیں باتوں باتوں میں تم بہت آگے بڑھ جاتی ہو۔

ایک اَور لڑکی اپنی پاس والی لڑکی سے کہنے لگی - دیکھو بہن ! اگر راجکمار اُما سے شادی کرتے تو بہت اچھا ہوتا - اُما بہت ہی اچھی لڑکی ہے - اُس کی عمر بھلے ہی چودہ پندرہ برس کی ہو - مگر خوبصورتی تو اُس کے عضو عضو پر لوٹ پوٹ ہو رہی ہے - جسم کی ساخت بھی کتنی اچھی ہے ساکشات لکشمی جیسی معلوم ہوتی ہے - دُوسری نے اُس کا ہات دبا کر کہا - تم سے چُپ نہیں بیٹھا جاتا - کیا یہ اُما کے تذکرے کرنے کا وقت ہے ؟ اَور اس وقت اِس ذکر کرنے سے حاصل ہی کیا ہے ؟

بہن ! تم جو کہتی ہو - وُہ تو ٹھیک ہے - مگر اس بیچاری کو دیکھ کر مجھے بہت دُکھ ہوتا ہے غرض کو شادی کر دینے کی اُمید دے کر لائے تھے - اَور یہاں دونوں دین سے کھو دیا - یہ کتنے دُکھ کی بات ہے - اِس سے تو اُس کو موت ہی آجاتی تو اچھا تھا - اُما کہاں ہے ؟ یہاں تو وہ کھائی نہیں دیتی ہے ؟

" وُہ کیا یہاں بیٹھی ہے - دیوان جی اُسے اپنے گھر لے گئے ہیں - یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ دیوان جی ہی اسے یہاں لائے تھے - راجکمار نے اُس کے ساتھ شادی نہ کی - اس وجہ سے راجکمار کے ساتھ دیوان جی کا بڑا بھاری جھگڑا ہو گیا تھا - مگر سُنتی ہوں - کہ اب وُہ رفع دفع ہو گیا ہے " کس طرح ؟

" بہن ! اگر تم کسی سے کہو نہیں - تو میں بتلاتی ہُوں - اُس دن جب میں دیوان کے یہاں نیوتے میں گئی تھی - تو دیوان جی کی بیوی کہتی تھیں - کہ اُما کی شادی کیلئے راجکمار نے ایک لاکھ روپیہ دینے کے لئے وعدہ کیا ہے - مگر کوئی قابل لڑکا ہونا چاہئے "

" یہ تو بہت ہی اچھا ہُوا - اَور کچھ نہیں تو بیچاری کسی ٹھکانے سے تو لگ جائے گی - مگر ابھی تک اُس کے لئے کسی لڑکے کی تجویز ہوئی یا نہیں " ؟

" ایسے لڑکے کیا راستے میں پڑے ہیں - جو اتنی جلد مل جائینگے - مگر سُنا ہے - کہ **منموہن** اُما کے ساتھ شادی کرنے کے لئے بہت بے چین ہو رہا ہے - اُس کا نام تو تم نے بھی سُنا ہوگا - یہ وہی پاجی ہے جو شراب پی کر اپنی بہو کی ہڈی پسلی درست کرتا تھا - وُہ بیچاری بہت ہی غریب تھی زندگی بھر میں اُسے کبھی سُکھ نہ ملا - فکریں کرتے کرتے ہی بیچاری آدھی رہ گئی - اَور آخیر میں اسی دُکھ سے چار دن کے بُخار میں چل بسی - اپنے پیچھے ایک لڑکی چھوڑ گئی ہے - وُہ بدذات آج دو برس سے شادی کرنے کی فکر میں گھوما کرتا ہے - مگر اُس کے چال چلن کا ذکر جو سُنتا ہے وہی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اَب سُنے

تیسرا باب

نوید و یاس

اُس دِن راج محل میں خوشی کے جلسے ہو رہے تھے۔ نیوتے میں آئی ہوئی عورتوں کی آواز سے در و دیوار گونج رہے تھے۔ دل کھول کر ہر چیز تقسیم کی جا رہی تھی۔ پر تبھا کے متعلق عورتوں کے دل میں جو ایک جھوٹا خیال ذہن نشین ہو گیا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی آج وُہ حرفِ غلط کی طرح اُڑ گیا۔ اُن کے حُسن سلیقہ اور شیریں کلامی کی تعریف ہونے لگی۔ بیش قیمت زیوروں سے مرصّع ہو کر وُہ بالکل مہارانی معلوم ہوتی تھی۔ ایک عورت کہنے لگی۔ کون کہتا تھا۔ کہ پر تبھا میم صاحبہ بن گئی ہیں۔ اور ہندوستانی عورتوں کے طور و طریق۔ چال ڈھال چھوڑ کر عیسائیوں کے قدم بقدم چل رہی ہے۔ بعض عورتیں بھوپیندر ناتھ کے ماں باپ کے انتخاب کی داد دے رہی تھیں۔ ایک عورت آنسو بہانے لگی۔ کاش! آج وُہ خود ہوتے اور اپنی آنکھوں سے اس جوڑی کو دیکھتے! یہ عمُوماً تمام عورتوں کی زُبان پر تھا۔ کہ بھوپیندر نے بہت اچھا کیا۔ جو پر تبھا سے شادی کر لی۔ اگر یہ شادی نہ ہوتی تو بڑی جگ ہنسائی ہوتی۔ بعض عورتیں علیحدہ بیٹھی ہوئیں۔ پر تبھا اور اُما سُندری کے حُسن میں خطِ تمیز کھینچ رہی تھیں۔ آخیر میں یہی رائے قائم کی گئی۔ کہ خوبصُورتی میں پر تبھا ہی بڑھی ہوئی ہے۔ تو بھی اُما سُندری کے لئے بہتوں نے دُکھ کا اظہار کیا۔ ہاں کتنی ہی حاسد عورتوں نے رقیبانہ انداز سے کہا۔ کیوں بہن! کیا تمہاری سمجھ میں تمام لڑکیوں کو رانی ہو جانا چاہئے؟ رانی ہونے کیلئے قسمت بھی ہونی چاہئے۔ اور میری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ کہ اُما کی قسمت بُری کیوں بتائی جاتی ہے! اس کی قسمت اچھی تھی! اسی لئے تو اُسکے چکدار چہرے پر راجکمار کی نظریں پڑ گئیں اُسکی دکشنا میں اُنہوں نے ایک لاکھ روپیہ دینا قبول کیا۔ وُہ رانی نہ ہوئی تو کیا ہوا؟ ایک لاکھ روپئے بھی تو کم نہیں ہوتے۔ تم سب کہتی ہو۔ کہ وُہ بدنصیب ہے۔ مگر مَیں تو کہتی ہُوں۔ کہ اس کی قسمت بہت ہی اچھی ہے۔ بیچاری ایک غریب کی لڑکی ہے۔ نہ معلوم کس مفلس کے گھر بیاہی جاتی! ایسی ہونگی جو اس سے بھی زیادہ خوبصُورت ہیں اور غریبوں کے جھونپڑوں میں پڑی ہوئیں دن کاٹ رہی ہیں۔ اُن کیلئے تو کوئی اتنا دُکھ نہیں کرتا۔ اُن کے شوہروں کے پاس اگر ہزار ہزار روپئے ہوں تو اُن کا اُدھار ہو جائے۔ باپ رے باپ! ایک لاکھ روپیہ! ایک لاکھ روپئے کس کے یہاں رکھے

ہیں؟ میں تو کہتی ہوں - تم سب اُما کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے ہی رنج کرو - تم میں سے کس کے یہاں لاکھ روپئے ہیں؟ اِس تقریر کا یہ نتیجہ ہوا - کہ اُس دن پھر اُما کا تذکرہ کسی نے نہیں کیا۔

جن جن ادھیڑ عورتوں نے پرتبھا کو لڑکپن میں دیکھا تھا - اور جو اُس کی ماں سے بخوبی واقف تھیں - وہ سب پرتبھا کے پاس آ آ کر پھر سے میل و ملاپ بڑھانے لگیں - اور دعائیں دینے لگیں نئی عورتیں بھی پرتبھا سے راہ و رسم پیدا کرنے لگیں - پرتبھا سب سے بہت عاجزی و انکساری سے ملتی جلتی تھی - جو ذرا دیر بات چیت کرتا تھا - گرویدہ ہو جاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو وہاں کھیلتے تھے - پرتبھا اُنہیں اپنے پاس بلاتی اور اُنہیں بہت پیار کرتی تھیں - اُسکا نام پوچھتی - منہ چومتی اور کسی کو چھوٹی چھوٹی کہانیاں سُناتی - غرض سب چھوٹے بڑے پرتبھا کے حُسن و اخلاق کی تعریف کرتے تھے یہ تعریفیں دادی جی کے کانوں تک بھی پہنچنے میں دیر نہ لگی - کئی عورتیں کہنے لگیں - دادی جی! بہورانی نے تو آج محل میں نور برسا دیا ہے - ایسی سوشیل بہوئیں نے اپنی آنکھوں نہیں دیکھی جیسا رُوپ ہے - ویسا ہی گُن ہے - اس قدر ہوشیار اور پڑھی لکھی ہونے پر بھی غرور کا نام نہیں سب کے ساتھ پیار و محبت سے باتیں کرتی ہے - ہم نے تو پہلے سوچا تھا - کہ اتنا پڑھ لکھ کر وہ عیسائیوں کی جیسی لڑکی ہو گئی ہو گی - مگر ایسا نہیں ہے - بہو ہے یا ساکشات لکشمی ہے - ہم میں جسے تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا آتا ہے - اس کا دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے - اور اُنہیں زمینی مخلوق سے بات چیت کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے - دادی جی بہو کی تعریف سُنکر بہت خوش ہوئیں اور اپنے مرحوم بیٹے اور بہو کی یاد کر کے خوشی کے آنسو بہانے لگیں۔

دوپہر کو کھانا وغیرہ کھا پی کر عورتیں ایک ایک کر کے اپنے گھر جانے لگیں - دیوان جی کی بیوی بھی نیوتے میں آئی تھیں - اور اُن کے ساتھ اُما سُندری بھی آئی تھی - [illegible] اُما سُندری کے یہاں چلی گئی تھی - جب دیوان جی کی بیوی کھا پی کر گھر جانے لگیں - تو وہاں اُما کو نہ پا کر وہ اکیلے ہی چلی گئیں - تھوڑی دیر بعد اُما جب واپس آئی - تو اُس نے دیکھا - دیوان جی کی بیوی نہیں ہیں - اس لئے وہ وہاں کچھ دیر تک ٹھہر گئی - اُسے اس بات کی بڑی خواہش تھی - کہ پرتبھا کے ساتھ بات چیت کروں مگر کوئی سُنیگا - تو کیا کہیگا - اس خوف سے اُسے بات چیت کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا - اس وقت اُوشا اُسکے ساتھ ساتھ پرتبھا [illegible] ہوئے اُسنے کہا - اُوشا جی ایک مرتبہ اندر چلو نہ؟

اُوشا نے کچھ متعجب ہو کر کہا - کیوں؟ کیا تمہیں بات چیت کرنے کی خواہش ہے؟

اُما نے کہا - ہاں اگر تم یہ نہ بتانا - کہ میں کون ہوں؟ اور میری شادی کی بابت کچھ تذکرہ نہ

اوشا نے گویا پرتبھا کے دل کی بات سمجھ لی۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا "اُما کی شادی ابھی نہیں ہوئی۔ ابھی تک کسی لڑکے کی بھی تجویز نہیں کی گئی"۔

پرتبھا نے کچھ مسکرا کر کہا "کیوں؟ کیا لڑکے والے کیا زیادہ روپئے مانگتے ہیں؟ مگر میری سمجھ میں تو اُما کے لئے جہیز کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ تو بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔ اُما کے دل پر پھر گہرا چرکا لگا اور چہرہ شرم سے سُرخ ہوگیا۔

پرتبھا نے پوچھا۔ اُما! تم نے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں۔ تم بیچ بیچ میں ہمارے یہاں آیا کرو۔ ہم تم دونوں ایک ساتھ پڑھا کریں گی۔ اُما کو دیکھ کر پرتبھا کو نروپما یاد آگئی۔ یہاں بھی اگر اُسے نروپما کی طرح کوئی سہیلی مل جائے تو وہ نروپما کی کمی کو بہت کچھ بھول جائے"۔

اُما پرتبھا کے سوال کا کوئی جواب نہ دے سکی۔ اُوشا کو بھی بیساختہ کوئی جواب نہ سوجھا ذرا دیر بعد اُوشا نے کہا۔ اُما دیوان جی کے یہاں رہتی ہے وہاں سے یہاں روز کیسے آسکتی ہے ہاں کبھی کبھی آجایا کرے گی۔

پرتبھا ہنس کر بولی۔ دیکھو اُوشا بہن! اُما میں اور میری بھوجی نروپما میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ دونوں بالکل ایک سی معلوم ہوتی ہیں۔ نروپما سے مجھے بہت محبت ہے۔ اُما کو دیکھتے ہی مجھے اُس کی یاد آگئی۔ نروپما میری بھوجی ہے۔ مگر جب سے اُس کی شادی ہوئی ہے اُسی وقت سے ہی میں اُس کا نام لے کر اُسے پکارتی ہوں۔ اب بھی وہی عادت پڑی ہے۔ نروپما کو میں نے بہت کچھ لکھا پڑھا دیا ہے۔ ہم دونوں گھر کا کام کاج کر کے لکھنے پڑھنے بیٹھتی تھیں۔ میں دیوان جی کی بیوی سے کہوں گی۔ تاکہ وہ یہاں اِنہیں آنے دیا کریں۔ کیا اِس میں وہ کچھ روک ٹوک کریں گی؟

اُوشا بولی "آپ نے پوچھا۔ کہ کیا اُس میں وہ کچھ روک ٹوک کریں گی؟ مگر۔۔۔۔۔۔ مُنہ سے اتنی بات نکلتے ہی اُوشا کا دل کانپ اُٹھا۔ اُس نے سوچا۔ اب یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتے ہوئے وہ یکایک اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور بولی "اُما چلو۔ اب تمہیں دیوان جی کے گھر پہنچا آؤں۔ تمہیں جانے میں دیر ہو گئی ہے۔ تعجب نہیں کہ دیوان جی کی بیوی کچھ کہنے سننے لگیں"۔ یہ کہہ کر اور پرتبھا سے رخصت ہو کر اُوشا اُما کو ساتھ لئے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

چوتھا باب

خواب میں بیداری

اُما آج تمام دن سے عالم رویا میں چکّر لگا رہی تھی۔ مگر جیسے ہی اُس کی پرتھیا سے ملاقات ہوئی۔ ویسے ہی اُس کی نیند سی ٹوٹ گئی تھی۔ وُہ دیوان جی کے گھر آکر شام ہونے سے قبل ہی اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔ اور چراغ بُجھا کر بستر پہ پڑ رہی۔ لیکن پناہ اُس نے اسلئے نہیں لی تھی کہ میں سو رہوں۔ وُہ چاہتی تھی۔ کہ تنہائی [illegible] میں میں اپنی حالت پہ غور کر لوں۔

بستر پہ پڑتے ہی اُما رونے لگی۔ اُس کی آنکھوں سے سیلاب جاری ہو گیا۔ پھیلا ہُوا پانی جب سمٹ کر کسی گذرگاہ سے نکلتا ہے۔ تو اُس کا بہاؤ بہت تیز اور طاقت بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے ماں باپ کی موت کے وقت بھی وُہ اتنا نہ روئی تھی۔ آنسوؤں سے اُس کا سرہانا بھیگ گیا۔ وُہ سوچنے لگی۔ راجکمار کو مَیں نے کیوں دیکھا؟ اُنہوں نے مجھ پہ کیوں پیار و محبت کی نگاہیں ڈالیں؟ مَیں نے بھی کیوں اُن سے پریم کیا؟ کاش! مجھے پہلے سے اس بات کا علم ہوتا کہ بھوبیندرناتھ پرتھیا سے شادی کرینگے۔ تو کیا میں اُن سے پیار کرتی۔ کیا بار بار اُنہیں دیکھنے کی تمنا کرتی؟ [illegible] دل میں چٹکیاں لیتی رہیں۔ جیسے بچوں کا بنا بنایا گھروندا دم زدن میں موسلادھار بارش سے بگڑ جاتا ہے۔ اُسی طرح میری زندگی کا شیرازہ دم کے دم میں بکھر گیا۔ آرزوؤں کی جگہ درد و غم و حسرت نے اپنی عالی شان عمارت کھڑی کر دی۔ کچھ نہیں [illegible] طوفان اسکی بنیادیں ہلا دے گا۔ یا نہیں جیسے طوفانی سمندر میں پڑی ہوئی کشتی ہوا کے زور سے پانی میں تھپیڑیں کھاتی ہیں اُسی طرح میری یہ زندگی کی کشتی آج ڈانواں ڈول ہو رہی ہے۔ اُن دنوں اس تذکرے کے سوا اور کوئی بات اچھی ہی نہ لگتی تھی۔ راتوں جاگ جاگ کر من کے لڈو کھاتے تھے۔ آج جب حسرت و یاس کی جگر خراش تنہائی میں اُن کی یاد کرتی ہوں۔ تو کلیجے میں سوئیاں سی چبھنے لگ جاتی ہیں۔ ہائے کیا میں رونے دھونے کے لئے ہی بنائی گئی ہوں کیا میری زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہ آئیگا۔ جسے یاد کر کے ذرا خوش ہو جایا کروں۔ آج سے پہلے اُما کبھی اتنی مایوس اور شکستہ خاطر نہیں دیکھی گئی تھی۔ جب تک پرتھیا کو نہیں دیکھا تھا۔ تب تک اُما کے دل کے کسی ایک کونے میں بھوبیندرناتھ کے پانے کی ایک جھلکتی ہوئی تصویر اُمید باریک نظروں سے نظر آتی تھی۔ یہ اُمید کیوں تھی؟ اُما اسے نہ جانتی تھی۔ آج پرتھیا سے بات چیت کرنے کے بعد وہ جھلکتی ہوئی تصویر بھی

دل کے اُس گوشۂ تنہائی سے نامعلوم کہاں غائب ہوگئی۔ جس خیالی نشہ میں وُہ عرصہ سے چُور ہو رہی تھی آج وُہ نشہ ذرا سی دیر میں کافور ہوگیا۔ نامعلوم کہاں چلا گیا؟

اُما بہت دیر تک روتی رہی۔ روتے روتے جب جی ہلکا ہوا۔ اور آنسو بھی نہ بہے تب وُہ ذرا شانت ہوئی۔ اور آج کے تمام واقعات کو سوچنے لگی۔ پریتھا کی مورتی اُسکے سامنے کھڑی ہوگئی۔ وُہ دل ہی دل میں کہنے لگی۔ پریتھا کے برابر خوبصورت اور کون ہے؟ سچ مچ ہی وُہ رانی ہونے کے قابل ہے۔ اُس کا دماغ کس قدر لطیف ہے۔ اور دل کتنا خوبصورت ہے اُس نے آج میرے ساتھ کیسی محبّت کا اظہار کیا تھا۔ ہائے! زندگی بھر میں مُجھے کسی نے اتنا پیار نہیں کیا۔ ماں باپ کے پیار کی تو مُجھے یاد ہی نہیں۔ بھُوپیندر نے ضرور ایکبار مُجھے پیار کیا تھا۔ مگر شاید وُہ بھی پریتھا کی طرح پیار کرنا نہیں جانتے۔ اگر جانتے تو کیا آج وُہ مجھے اِس طرح پَیروں سے ٹھکرا دیتے؟ پریتھا نے آج مجھ سے کیسی بے لوث محبت کا اظہار کیا تھا۔ وُہ تو مجھے اپنی سگی بہن جیسی بلکہ اُس سے کہیں زیادہ عزیز معلُوم ہوئی۔ ایسے میٹھے الفاظ میں نے پہلے کبھی نہیں سُنے تھے۔ کسی نے بھی تو کبھی مجھ سے ایسی پیاری پیاری باتیں نہیں کیں۔ اُما سوچنے لگی۔ پریتھا سچ مچ کوئی دیوی ہے۔ اور اگر میں اس کی دامن گیر ہی بن سکے اپنی رہ سکوں۔ تو میری زندگی کی تمام خواہشیں پُوری ہو سکتی ہیں۔ مگر میں اُسکے پاس کیسے رہ سکتی ہوں؟ تب میں کیا کروں گی؟ منموہن کے ساتھ میری شادی کی گفتگو ہو رہی ہے جیجی تھی! میری شادی؟! نہیں۔ اب میں کسی کے ساتھ بھی نہ کرُوں گی۔ تو کیا کرُونگی؟

لڑکی نے اپنے دل کی آنکھوں سے تمام طرف تاریکی ہی تاریکی دیکھی۔ اُسے کہیں روشنی کا ایک دُھندلا سا عکس بھی نظر نہ آیا۔ وُہ سوچنے لگی۔ کہ اس خوفناک اور گھٹا ٹوپ تاریکی میں ہمیشہ کے لئے ڈُوب جانے میں کیا بُرائی ہے؟ معلُوم ہوتا ہے۔ اسی میں شانتی ہے۔ اِسی میں سُکھ ہے۔ اور یہی ابدی راحت ہے۔ نہیں۔ نہیں۔ تاریکی میں نہیں ڈُوبُوں گی۔ اگر وہاں بھی سب کو نہ بھُول سکی۔ تو پھر اور بھی بڑی مُصیبت ہوگی۔ خوفناک مُصیبت ہوگی۔ تو کیا اس دیس کو چھوڑ کر کسی دُوسری جگہ چلی جاؤں۔ مگر جانے سے ہی کیا ہوگا۔ واقعات کی یاد تو ساتھ ساتھ رہے گی۔ اور دل بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتا ہے: تو پھر میں اور کیا کرُوں؟"

اُما کا دماغ اِس سے زیادہ اور فکر نہ کر سکا۔ اس سے کئی بار اُس کی نیند اُچٹ گئی۔ اور پھر لگ گئی۔ مگر اُسے یاد نہ رہا۔ کہ میں نے کیا کیا خواب دیکھے تھے؟ آخر میں اُس نے ایک ایسا خواب دیکھا کہ اُسے اب وُہ بھُولنے سے بھی نہ بھُول سکی۔

اُما کو ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ میں فکر سے بیتاب ہو کر جہاں تہاں گھوم رہی ہوں کہ کہاں جاؤں؟ اور کس کی پناہ لوں؟ گھومتے پھرتے وُہ ایک ایسی جگہ پہنچی۔ جہاں اُسکے ماں باپ رہتے تھے۔ اُن کا درشن پاتے ہی اُما کی تمام فکریں اور تمام مصائب بات کی بات میں بھول گئے۔ اُسے بڑی خوشی ہوئی۔ وُہ ماں کے پاس دوڑ گئی۔ اور اُسکے آنچل سے مُنہ چھپا کر رونے لگی رمتے روتے اُس کے دل کا بار کچھ ہلکا ہو گیا۔ وُہ لجاجت آمیز لہجے میں بولی۔ ماں! تم مجھے اکیلی چھوڑ کر یہاں کیوں چلی آئیں؟ تمہارے بغیر میری مُصیبتوں کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہا۔ دُنیا میں کہیں بھی سہارا و پناہ نہ پاکر میں جہاں تہاں واویلا مچاتی پھرتی تھی۔ ماتا! مجھے کسی نے بھی پناہ نہ دی۔ میں نے تمہیں بڑی مشکلوں سے پایا ہے۔ اسلئے اب مَیں تمہیں کسی طرح بھی نہ چھوڑوں گی۔ اور تم بھی مجھے اب اکیلے نہ چھوڑنا"

اُما کے مصائب و تکالیف کا حال سُنکر ماں کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ ذرا دیر بعد وُہ مایوسانہ انداز سے بولی۔ اُما! تو ہم لوگوں سے بغیر کہے سُنے یہاں بے دھڑک چلی آئی۔ اس وجہ سے تیرے بابا تجھ پر بہت ناراض ہوئے ہیں۔ دیکھ وُہ تجھ سے بولنا بھی نہیں چاہتے۔

اُما نے مُنہ پھیر کر دیکھا۔ سچ مچ اُس کے باپ کچھ ناراض سے معلوم ہوتے تھے۔ اُس کے دُکھ سے گویا اُن کے دل میں ذرا بھی تکلیف نہ پہنچی۔ اُما کو دیکھ کر وُہ بولے۔ اُما! تو یہاں کیوں آئی؟

اُما نے روتے روتے کہا۔ "پتا جی! تم تو یہاں چلے آئے۔ پھر میں وہاں کس کے پاس رہتی؟ مجھے تو دُنیا میں ٹھہرنے کے لئے کہیں بھی جگہ نہ ملی"

"نہیں تیرے ٹھہرنے کے لئے جگہ ہے۔ تو اپنے بابا کے پاس جا کر رہ۔ جب وقت آئے گا تب ہم تجھے یہاں لے آئینگے"

"میرے بابا! پتا جی! میرے بابا کہاں ہیں؟ مَیں نے تو اُنہیں کبھی نہیں دیکھا"

"اچھا! تو اُنہیں بھی دیکھ لیگی۔ تو گھر کا دروازہ کھولکر باہر جا۔ وُہ راستے میں تجھے کھڑے ہوئے ملیں گے وُہ تجھے جہاں لے جائیں وہاں ہی چلے جانا۔ اور جو وُہ کہیں وہی کرنا۔ اگر تو اُن کی بات نہ مانے گی۔ تو بہت دُکھ پائے گی۔ لے سُن! وُہ تجھے باہر سے پکار رہے ہیں۔ جا اُن کے پاس ابھی چلی جا"

اُما نے سچ مچ ہی سُنا۔ کہ کوئی اُسے پکار رہا ہے۔ "اُما! اُما! ادھر آ"

اُما کو ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ گویا میں سچ مچ ہی اپنے ماں باپ سے بات چیت کر رہی تھی۔ "اُما! اُما! ادھر آ" یہ الفاظ اُس کے کانوں میں اب بھی گونج رہے تھے۔ اُما جلدی سے اُٹھ بیٹھی اور

اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر سڑک پر چلی گئی۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ایک ضعیف العمر شخص جس کی عمر اسّی برس سے بھی زیادہ تھی۔ اور جس کی ڈاڑھی مونچھوں کے تمام بال سفید ہو رہے تھے۔ سڑک پر کھڑا ہوا صاف شفاف نورانی چاندنی کو اور بھی منور کر رہا ہے۔ اُما اُس کے پاس جا کر بولی "کون بابا؟ کیا آپ ہی مجھے پکار رہے تھے؟

بوڑھے نے کہا۔ ہاں! میرے ساتھ چپ چاپ چلی آؤ۔ راستہ میں کسی قسم کی بات نہ کرنا" اُما کاٹھ کی پتلی کی طرح بوڑھے کا ہات پکڑ کر جلدی جلدی قدم بڑھاتی ہوئی چلنے لگی! اور تھوڑی ہی دیر میں نہ معلوم کہاں غائب ہو گئی؟

پانچواں باب

دیوان جی کا گھر

علی الصباح دیوان جی کے گھر کی ایک داسی نے اُٹھ کر دیکھا۔ کہ باہر کا دروازہ کھلا پڑا ہے، اتنے سویرے دروازہ کھول کر کون باہر گیا ہوگا؟ یہ جاننے کے لئے وُہ بہت پریشان ہوئی! اُس نے دو ایک کمرے کے دروازے کھولے تو معلوم ہوا۔ کہ وُہ سب اندر سے بند ہیں اور سونے والوں میں سے ابھی تک کوئی بھی نہیں اُٹھا۔ تب اُسے بہت خوف معلوم ہوا۔ کہیں رات کو چور نہ گھسے ہوں اِس خوف سے وُہ چلا اُٹھی۔ اری ماں۔ او ماں! اُٹھو تو۔ صدر دروازہ کھلا ہوا ہے اُسے کس نے کھولا؟ ہائے! رات کو چور نہ گھسے ہوں"۔

داسی کا چلانا سُنکر دیوان جی کی بیوی بھی جاگ اُٹھیں۔ اور جلدی سے باہر آکر بولیں "ہیں! تو کہتی کیا ہے؟ گھر میں چور گھسے تھے۔ دیکھ۔ دیکھ! کچھ چوری تو نہیں ہو گئی"!

داسی خائف ہو کر روتی ہوئی کہنے لگی "مالکن! چوروں نے لوٹ لیا"!

"کیا لوٹ لیا؟ دیکھ تو کون کون چیزیں چوری گئی ہیں" "رسوئیں خانہ اور برتن بھانڈے والی کوٹھری تو جا کر دیکھ"۔ داسی دیکھ کر لوٹ آئی اور بولی "مالکن! رسوئیں خانہ اور برتنوں کی کوٹھری سے تو کوئی بھی چیز نہیں گئی۔ دونوں گھروں میں قفل جوں کے توں بند ہیں"؟

"کہیں باہر تو کوئی چیز نہیں رکھی تھی"؟

"نہیں۔ باہر تو میں نے کوئی چیز نہ چھوڑی تھی"!

گھر میں اِس قسم کی گڑبڑ مچی ہوئی دیکھ کر دیوان جی کا چھوٹا لڑکا جو لگ بھگ چار برس کا تھا جاگ اُٹھا۔ اور ڈر کے مارے رونے لگا۔ اُما اُس کو بہت پیار کرتی تھی۔ نہ جانے کیا آفت آگئی۔ یہ سوچکر وُہ اُما کے کمرے کی طرف دوڑا۔ وہاں اُس نے دیکھا۔ کہ اُما نہیں ہے۔ بس پھر کیا تھا؟ وُہ اَور بھی زور زور سے رونے لگا اُس کے رونے کی آواز سُنکر داسی اُما کے کمرے میں دوڑی ہوئی گئی۔ رمیش کو روتے دیکھ کر وُہ بولی۔ رمیش تم کیوں روتے ہو؟

رمیش اَور بھی چلّانے لگا۔ روتے روتے بولا۔ اُما جی جی کہاں گئیں؟

داسی یہ دیکھ کر گھبرا گئی۔ اُس نے دیکھا۔ کہ سچ مچ اُما وہاں نہیں ہے۔ اُما کہاں گئی؟ [illegible] تو کھُلا ہوا ہے۔ داسی اُسی وقت رمیش کو گود میں لیکر باہر آگئی۔ اَور چلّا کر بولی۔ [illegible] مالکن! اُما کہاں گئی؟ اُما کا کمرہ تو کھُلا ہُوا ہے"!

داسی کی بات سُنکر مالکن کا مُنہ خشک ہو گیا۔ اَور اُن کے مُنہ سے کوئی بات بھی نہ نکل سکی جلدی سے اُما کی کوٹھری میں جاکر دیکھا کہ سچ مچ ہی اُما نہیں ہے۔ یہ کیا غضب ہُوا؟ اُما کہاں گئی؟ وُہ دوڑ کر اپنی خواب گاہ میں گئیں اَور دیوان جی کو جھنجھوڑ ہِلا کر بولیں "اجی! جلدی اُٹھو یہاں تو بڑا غضب ہو گیا"

دیوان جی اپنی نیند میں مخل دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اَور کروٹ بدل کر پھر سو رہے جب بیوی نے ہات پکڑ کر [illegible] نیند کی خماری میں ہی بولے "تم مجھے حیران کرنے کیوں آگئیں؟ مجھے ناحق تکلیف مت دو۔ میں ابھی نہیں اُٹھونگا۔ جاؤ۔ تم بھی سو جاؤ۔

بیوی نے غضبناک لہجہ میں کہا۔ کیا یہ وقت آرام کی نیند لینے کا ہے۔ اُٹھو، اُٹھو جلدی اُٹھو دیکھو تو یہاں کیا غضب ہو گیا ہے"؟ یہ کہکر اُس نے دیوان جی کا ہات پکڑ کر خوب زور سے جھجکو دیا۔

ٹھکا پڑنے پر نیند بھاگ گئی۔ دیوان جی بھی اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ وُہ دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملتے ملتے بولے۔ اتنا شور کیوں مچا رہی ہو؟ کیا ہُوا۔ وُہ بھی تو کہو۔

"ہُوا کیا۔ تم خود ہی نہ دیکھ لو۔ اُما نہ معلُوم کہاں چلی گئی؟ اُس کی کوٹھری کا دروازہ کھلا پڑا ہُوا ہے۔ اَور صدر دروازہ بھی کھلا ہے"؟

"اُما کہاں جائے گی؟ یہیں کہیں گھر ہی میں ہوگی؟ اچھی طرح دیکھو"!

"تم ہی اُٹھ کر دیکھو نہ؟ ہم نے تو اُسے سب جگہ ڈھونڈ لیا۔ کہیں بھی پتہ نہیں ہے"

"اچھا"! یہ کہکر دیوان جی پیروں میں سلیپر ڈال کر کمرے سے باہر ہو لیے۔ داسی نے اَور مالکن

نے صبح کا تمام واقعہ سنا دیا۔ دیوان جی متفکر ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے وہ اپنے دل ہی دل میں کہنے لگے۔ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے! اُما کہاں گئی ہوگی؟ وہ جاتی گی بھی کہاں؟

کچھ دیر تک فکر کرتے کرتے آپ داسی سے بولے "جا تو ذرا امام دین سے کہدے میرے کپڑے لے آئے۔ میں راج محل میں جاؤں گا۔ تم اس معاملہ میں یہاں زیادہ شور غل نہ مچانا چپ چاپ رہنا۔ یہ کہکر اُنہوں نے کپڑے بدلے اور فوراً ہی راج محل کی طرف چل دئے۔

چھٹا باب

پاپ بھاگی

راج محل کا پہرے دار دیوان جی کو راج محل میں آتے دیکھ کر کچھ متعجب سا ہوا۔ وہ بندوق بائیں کندھے پر رکھ کر ٹہل رہا تھا۔ دیوان جی کے سامنے آتے ہی اُس نے فرشی سلام کیا۔ دیوان جی کچہری میں جا پہنچے۔ نوکر چاکر صفائی کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے ایک نوکر سے کہا تم اندر سے بکلا کو بلا لاؤ۔ اُس نے اندر جا کر اندرون خانہ کے پہرے دار سے کہا۔ تب اُس نے ایک لڑکے کو حکم دیا۔ وہ داسیوں کے پاس گیا۔ اور ایک کو دیوان جی کا حکم سنایا۔ ذرا دیر میں بکلا آ گئی۔

بکلا کو دیکھتے ہی دیوان جی نے کہا۔ کہو! مہاراجکمار اُٹھے ہیں یا نہیں؟

بکلا نے کہا۔ نہیں۔ ابھی تو نہیں اُٹھے۔

"بھوانی اُٹھی ہیں؟"

"ہاں! وہ تو کبھی کی اُٹھی ہیں۔ اس وقت مندر کی پوجا کر رہی ہیں۔"

"اچھا! تم جلدی سے مندر جاؤ۔ میں راجکمار سے اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام ہے کسی طرح ابھی اُن کے پاس خبر پہنچا دو۔"

"اچھا" کہکر بکلا اندر گئی۔ اُس نے مندر میں جا کر دیکھا۔ کہ بھوانی پوجا سے فارغ ہو کر گیتا پڑھ رہی ہیں۔ وہ پاس جا کر کھڑی رہی۔ جب بھوانی نے خوب پڑھ چکیں اُس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو بکلا نے کہا۔ رانی جی! دیوان جی کسی ضروری کام سے راجکمار سے ملنا چاہتے ہیں۔

پر تعجب سے کہا۔ جا کر دیکھو وہ ابھی اُٹھے ہیں یا نہیں؟

"میں دیکھ آئی ہوں۔ وہ ابھی سوئے ہیں۔"

"دیوان جی سے تھوڑی دیر بیٹھنے کیلئے کہہ آؤ۔ وہ ابھی اُٹھینگے۔"

بملا چلی گئی۔ پرتبھا پاٹ ختم کر کے راجکمار کے کمرے میں گئی۔ راجکمار کو جاگے ہوئے دیکھ کر اُس نے کہا بملا ابھی آ کر کہہ گئی ہے۔ کہ دیوان جی کسی ضروری کام کی وجہ سے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ راجکمار بستر سے اُٹھ بیٹھے۔ اور ہاتھ منہ دھو کر کچہری میں جا پہنچے۔ دیوان جی نے رات کا واقعہ مختصر طور پر سُنایا۔ راجکمار حیرت زدہ ہو گئے۔ جونہی راجکمار نے اپنے دل میں یہ سوال کیا کہ اُما سُندری یکایک غائب ہو کر کہاں چلی گئی؟ تو نہی اُنہیں وہ خواب یاد آ گیا جس میں اُنہوں نے دیکھا تھا کہ میں پرتبھا کے ساتھ راج محل میں آ گیا ہوں۔ جا بجا خوشیوں کے جلسے ہو رہے ہیں اتنے میں آدمیوں کی بھیڑ میں اُما دکھائی دی۔ اُس نے ایک ندی کو اپنی انگلی سے دکھاتے ہوئے کہا "راجکمار! میں اس میں ڈوب کر جان دیدونگی"۔ اس خواب کی [illegible] کانپ اُٹھا۔ اور تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے وہ سوچنے لگے۔ کہ اُما نے سچ مچ ہی کسی ندی میں ڈوب کر جان دیدی؟ پچھلے دن اُنہوں نے اُما کو دیکھا تھا دیکھتے ہی اُن کا دل یکایک کانپ اُٹھا تھا۔ اُما کے دل کی حالت کیا ہے یہ بھی راجکمار جان چکے تھے۔ سچ مچ خود دار لڑکی نے نا اُمید ہو کر جان دیدی؟ راجکمار کچھ دیر تک اسی قسم کی فکریں کر کے دیوان جی سے بولے مجھے شک ہوتا ہے۔ کہ شاید اُما لڑکی نے اضطراب اور نا اُمیدی سے کوئی خوفناک کام کر گذری ہو کہیں اس نے خودکشی نہ کر لی ہو۔

دیوان جی بولے۔ اُما خودکشی کیوں کرے گی؟ کل تو وہ بہت خوش دکھائی دیتی تھی۔

بھوپیندر نے کہا جب میرے ساتھ اُس کی شادی ہونے کی بات چیت ہوئی۔ تب اُس کے دل میں قدرتاً خواہشات پیدا ہوئی ہونگی اس کے بعد جب میں یہاں پرتبھا کو لے کر آ گیا تو ممکن ہے کہ کل ہی اپنی اُمیدوں پر اوس پڑتے ہوئے دیکھ کر کوئی خوفناک کام کر گذری ہو۔

دیوان جی سوچنے لگے۔ راجکمار کا خیال صحیح ہو سکتا ہے۔ عورت کے چتر کو برہما بھی نہیں جان سکتا۔ اُن کے دل کی بات کا جاننا بھی آسان نہیں اور پرائے دل کے حالات کون جانتا ہے؟ کسی کے دل میں کیا کیا خیالات بھرے رہتے ہیں۔ کون کون سی آرزوؤں کا مجمع رہتا ہے اس کو کس نے دیکھا ہے۔ مگر وہ تو راجکمار کے ساتھ شادی نہ ہونے پر بھی دولتمند ہو سکتی تھی۔ ایک لاکھ روپئے بات بھی اُسے معلوم تھی۔ پھر وہ خودکشی کیوں کریگی؟ یہ دوسری بات ہے۔ کہ اُسے راجکمار سے بہت زیادہ محبت ہو گئی ہو۔ اور ایسی حالت میں خودکشی کر لینا بھی ممکن ہے۔ دیوان جی اس طرح سوچ وچار کرنے کے دیر بعد بولے!

راجکمار نہیں آپ سے۔ ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ گو وہ میرے پوچھنے کے قابل نہیں اور نہ مجھے کوئی استحقاق ہے۔ مگر واقعات و حالات کچھ ایسے ہیں۔ کہ بغیر اُنکے جانتے ہوئے اُما کا پتہ لگنا مشکل ہے۔ اس لئے پوچھتا ہوں..... اُس نے...... اُس نے........ کیا کبھی اظہار محبت کرتا تھا۔

راجکمار کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ گھبرائی ہوئی آواز سے بولے۔ ہاں کیا تھا۔ جب میں نے اس سے ایک لاکھ روپیہ دینے کا ذکر کیا۔ تب وہ رونے لگی۔ اور میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر بولی۔ آپ مجھے اپنے چرنوں سے دُور ہٹانے کی کوشش نہ کریں۔ میں آپ سے روپیہ نہیں چاہتی مجھے اپنے محل میں داسی بنا کر رکھ لو۔ میرے لئے یہی بہت ہوگا۔

دیوان جی راجکمار کی باتیں سُنکر سکتہ میں آگئے ذرا دیر بعد بولے۔ "تو آپ کا خیال یقیناً صحیح ہے" مجھے بھی اسی وجہ سے اُس کے خودکشی کرنے کا شک ہوا۔"

"فرمائیے۔ اب کیا کیا جائے"؟

"پہلے تو آپ اپنے گھر کے نزدیک والے تالاب میں مچھلی پکڑنے کے بہانے سے اُسکے مُردہ جسم کا پتہ لگانے کی کوشش کیجئے۔ اور ندی میں تلاش کرنیکے لئے چند ہوشیار آدمی بھیجئے۔ دو چار آدمیوں کو ریلوے سٹیشن پر اور دو ایک آدمیوں کو اُسکے گاؤں بھیجنا مناسب ہوگا۔"

"تب تو تھانے میں اس کی خبر بھیجنی چاہئے۔ ورنہ آگے پیچھے اس کا جو رشتہ کا چچا ہے اُسے جھگڑا کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔"

"اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ پوشیدہ طور پر تلاش کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ میری سمجھ میں بھی یہی آتا ہے۔ کہ تھانے میں اس واقعہ کی رپورٹ لکھا دینی چاہئے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اُما کے لاپتہ ہونے کے معاملہ میں شہر میں مختلف قسم کے چرچے ہونگے۔ دیوان جی! کیا کیا جائے؟ یہ سب میری ہی بدقسمتی کی دلیل ہے۔ اگر اُس وقت میں اُما کو نہ دیکھتا۔ تو آج یہ بدنامی نہ اُٹھانی پڑتی اب میرے پاپوں کا پرائشچت ہو رہا ہے۔ مگر دیوان جی! میرے اس پاپ کا پرائشچت نہیں ہو سکے گا۔ اس مہا پاپ کا دُنیا میں کوئی پرائشچت ہی نہیں۔ اگر اُما مر گئی۔ تو سمجھ لیجئے۔ میں ہی اُسکی موت کا سبب ہوں۔" یہ کہتے کہتے راجکمار کی آنکھیں بھر آئیں۔

دیوان جی بھی رنجیدہ ہو کر دل ہی دل میں کہنے لگے "اور میں بھی تو اس پاپ کا بھاگی ہوں"۔ پھر مہندرناتھ بولے۔ "اب اور بیٹھے بیٹھے فکر کرنی فضول ہے۔ جو مناسب معلوم ہو کیجئے۔ وقت چلا جا رہا ہے۔"

دیوان جی ایک لمبی سانس لیکر راج محل سے چلے گئے۔

اُسی دن اُما کے یکایک غائب ہو جانے کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ کسی کسی نے کہا۔ ضرور چندر ناتھ نے ہی اُما کو کہیں کھسکا دیا ہے۔ اگر وہ یہاں رہتی۔ تو انہیں ایک لاکھ روپئے دینے پڑتے۔ اِس لئے اُما کے یکایک غائب ہو جانے میں ہمیں تو کوئی تعجب نہیں معلوم ہوتا۔ اُما [illegible] تو کچھ بات نہ تھی۔ مگر [illegible] میں بھی یہ خبر مشہور ہو گئی۔ بعض لوگ کچھ اور ہی خیال کرنے لگے۔ برے لوگوں کو ہمیشہ انسانی زندگی میں بری ہی باتیں سوجھتی ہیں۔ اور اِس میں اُن کا قصور ہی کیا ہے۔ مکھی ہمیشہ غلاظت پر ہی بیٹھتی ہے۔ وہ لوگ اُما کے چال چلن کے متعلق نہ معلوم کیا کیا بری باتیں بکنے لگے۔ وہاں جا بجا صرف اُما کا ہی تذکرہ ہونے لگا۔

ساتواں باب

گہرا زخم

راج محل میں جہاں تہاں اُما کے غائب ہو جانے کی خبر پہنچ گئی۔ پرتبھا نے بھی اُسے سُنا۔ اُس نے اُما کو صرف ایک ہی مرتبہ دیکھا تھا۔ اور راج محل کے کسی شخص نے اُس کے حالات بھی نہیں سنائے تھے۔ تو بھی اُس کا دل اُما کو دیکھتے ہی اُس کی طرف کھنچ گیا تھا۔ اب اُما کے یکایک غائب ہو جانے کی خبر سُنکر اُس کو بڑا دکھ ہوا۔ اُس نے ایک [illegible] اُوشا کو بلایا۔ اُوشا کے آنے پر پرتبھا بولی۔ اُوشا بہن! تم نے سُنا ہی ہوگا۔ کہ اُما دیوان جی کے گھر سے نہ معلوم کہاں چلی گئی؟ اور اب اُس کا کہیں بھی پتہ نہیں لگتا۔ بھلا تم تو بتاؤ۔ اُما کہاں گئی ہوگی؟ اور اُس کے اس طرح یکایک چلے جانے کا کیا سبب ہے؟ اُما کیوں غائب ہو گئی۔ اِس [illegible] اُوشا نے بہت [illegible] سمجھ لیا تھا۔ اُس نے سوچ لیا تھا۔ کہ راجکمار کے ساتھ شادی نہ ہونے سے ہی اُما نے دُکھ اور خودداری سے خودکشی کر لی ہے۔ مگر اِس بات کو [illegible] پرتبھا سے کیسے کہے۔ اُوشا کچھ دیر تک خاموش رہ کر بولی۔ بہن! میں کیا بتاؤں؟

پہلے دن کی بات چیت سے پرتبھا اُما کے متعلق بہت کچھ [illegible] سمجھ چکی تھی۔ اِس لئے اُس کے حالات جاننے کے لئے وہ قدرتی طور پر بہت پریشان ہو رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ اُس دن تم نے کہا تھا [illegible] لیں گے ہیں۔ مگر تم نے یہ نہیں بتایا۔ کہ وہ اُسے یہاں کیوں لائے تھے۔

اُما کے [illegible] کچھ بھی نہیں ہے؟

تمہیں کیوں نہیں؟ اس کا ایک رشتہ کا چچا ہے۔ مگر اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ وہ بہت غریب ہے۔ اسلئے اُما کی شادی نہ کر سکا۔ دیوان جی شادی کر دینے کیلئے ہی اُسے یہاں لے آئے تھے؟

تب تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیوان جی بہت نیک اور رحمدل شخص ہیں۔ اُما کی شادی کا خرچ شاید وہ خود ہی کرنا چاہتے ہونگے۔

اُوشا کو بیساختہ ہنسی آگئی۔ اُسے ہنستے دیکھ کر پرتبھا کو کچھ حیرت سی ہوئی۔ یہ دیکھ کر اُوشا بولی۔ تمہیں ان سب باتوں کے سننے کی کیا ضرورت ہے؟ میں اب کچھ نہیں کہونگی۔

پرتبھا اور بھی جاننے کیلئے بے قرار ہوگئی۔ تمام باتیں صاف صاف سننے کیلئے وہ اُوشا سے بہت کچھ اصرار کرنے لگی۔ اُوشا نے سوچا جب پرتبھا کی شادی ہو گئی ہے۔ تب اُس سے تمام باتیں کہہ دینے میں ہرج ہی کیا ہے۔ یہ سوچکر وہ بولی۔ دیکھو بہن! میں تمام باتیں تمہیں سنا دونگی مگر تم قسم کھا کر کہو کہ کبھی کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں کرونگی کہ یہ باتیں مجھ سے اُوشا نے کہی تھیں۔

پرتبھا نے ہنسکر کہا۔ دیکھو اُوشا بہن! میں قسم تو کبھی کھاتی نہیں مگر ہاں میں تم سے اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں جیتے جی اس معاملہ میں کسی سے بھی تمہارا نام نہ لونگی۔

جب اُوشا کو یقین آگیا۔ تو وہ آہستہ آہستہ اُما کا حال سنانے لگی۔ پرتبھا کے میم صاحب بن جانے کی گپ اُسے سنکر پرتبھا کے ساتھ شادی کرنے میں تارادتی کی ناراضگی۔ دیوان جی کا اُما کو لانا۔ اُما کا راج محل میں رہنا۔ راجکمار اور اُما کا ایک دوسرے کو دیکھنا۔ راجکمار کے خیالات کی تبدیلی۔ پھر راجکمار کا کلکتہ جاکر شادی کرنا۔ شادی کی خبر سنکر بڑھیا کا چلا جانا۔ اُما کا دیوان جی کے گھر جاکر [illegible] پرتبھا کے پاس آنا۔ اور پھر اُسی دن رات کو اُما کا غائب ہو جانا۔ اُوشا نے یہ تمام باتیں پرتبھا کو سنا دیں۔ پرتبھا نے بھی چپ چاپ سن لیں۔

ذرا دیر بعد پرتبھا نے ایک لمبا سانس لیکر کہا۔ ان سب باتوں کی مجھے ذرا بھی خبر نہ تھی تمہارے منہ سے آج یہ باتیں سنکر میرا [illegible] اُما کیلئے آج اور بھی دکھی ہوا۔ میں ہی اس بیچاری کے سکھ کے راستے میں خار ثابت ہوئی۔ اور شاید اسی وجہ سے وہ کہیں چلی گئی۔ بیچاری جنم کی دکھیا تھی ماں باپ کوئی نہ تھے۔ اُس نے سوچا ہوگا۔ راجکمار کے ساتھ شادی ہو جانے سے میرے تمام دکھ دور ہو جائینگے۔ اور میں سکھی ہو جاؤنگی۔ مگر اُس کے سکھ کی اُمیدوں پر اوس پڑ گئی اور اسی وجہ سے وہ کوئی خوفناک کام کر بیٹھی۔ مگر اس میں اُس کا کیا قصور۔ [illegible] عقل ہی کتنی ہوتی ہے جو اُس کا دل [illegible] سمجھنے کی اُس میں طاقت نہ تھی۔ اگر مجھے پیشتر سے ان سب باتوں کی خبر ہوتی۔ تو میں اپنا سب کچھ دے کر بھی کسی اچھے لڑکے کے ساتھ اُس کی شادی کر دیتی اور جس میں وہ سکھی ہوتی [illegible]

اُوشا کچھ ہنس کر بولی۔ بہن! تم نے جو کچھ کہا۔ وُہ تمہارے منہ سے زیب دیتا ہے۔ مگر راجکمار نے بھی اس کو سُکھی کرنے کے لئے بڑی کوششیں کی تھیں۔ تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ راجکمار ایک اچھے لڑکے کو تلاش کر کے اُسکے ساتھ اُما کی شادی کر دینا چاہتے تھے! اور شادی کے وقت اُما کو ایک لاکھ روپیہ بطور جہیز دینا قبول کیا تھا۔

پریتبھا اُوشا کی بات سُنکر بہت متحیر ہوئی! اور بیتابی سے پُوچھنے لگی کیا اُما کو یہ لاکھ روپئے ملنے کی اُمید تھی؟ اُوشا نے جواب دیا۔ ہاں! خوب اچھی طرح سے!!

پریتبھا یکایک خاموش ہو رہی۔ اُس کا دل کانپنے لگا۔ اُما کے دل کے حالات کا اندازہ لگانے میں اب اُسے ذرا بھی دیر نہ لگی۔ ہائے! ہائے!! اُما نے راجکمار کو پیار کیا تھا! پیار کرنے سے ہی آج اُس کو اِس مُصیبت میں گِرنا پڑا۔ پیار کی قیمت کیا ایک لاکھ روپیہ ہو سکتی ہے؟ اگر سچی محبت کرنیوالی مفلس لڑکی نے ایک لاکھ روپئے کو کچھ بھی نہ سمجھا۔ تو اسمیں تعجب ہی کیا ہے؟ اُما! تم مُبارک ہو تمہارا پریم مُبارک ہے اور دھنیہ ہے۔ تمہارا آتم تیاگ مُبارک!!! یہ سوچتے سوچتے پریتبھا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اُوشا پریتبھا کے دلی خیالات کچھ کچھ سمجھ گئی۔ مگر وُہ کچھ بولی نہیں۔ ذرا دیر بعد پریتبھا نے کہا۔ بہن اُوشا! اُما کے لئے میرا دل بہت ہی بے چین ہو رہا ہے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وُہ خودکشی کر کے مر گئی ہوگی۔

اُوشا نے کہا۔ بہن! یہ میں کیسے کہوں۔ آج تین چار دن ہو گئے۔ اب تک اُس کا کچھ بھی پتہ نہیں چلا۔ اگر وُہ مری نہ ہوتی۔ تو اور کہاں جاتی۔ اُس کا اور کون ہے؟ جس کے یہاں وُہ جاتی سُنا ہے۔ کہ اُس کا ایک رشتہ میں چچا لگتا ہے۔ وُہ موجُود ہے۔ مگر وُہ اُس کے گھر بھی نہیں گئی۔

اِس طرح بات چیت ختم ہونے پر اُوشا اپنے گھر چلی گئی۔ پریتبھا رنج و غم سے پریشان ہو کر بہت دیر تک اُما کے متعلق مختلف قسم کی فکریں کرنے لگی۔ کبھی مرتبہ تو وُہ تنہائی میں اُس کے لئے خُوب جی کھولکر روئی۔ وُہ دل ہی دل میں کہنے لگی۔ ہائے! اگر میں ان سب باتوں کو پیشتر سے جانتی تو میں خود ہی راجکمار کو اُما کے لئے دے دیتی۔ اُما! تم نے میرے لئے دیس چھوڑ دیا۔ اور اپنی جان بھی دیدی۔ ہائے! میں ہی تمہاری موت کی باعث ہُوں۔ میرے سُکھ اور میری زندگی کو دھکّا ہے۔ بہن! تو میرے دل میں گہرا زخم لگا گئی۔ مہاراج جی! مہاراج جی!! یہ کیا ہُوا!

پانچواں حصّہ ختم ہُوا

چھٹا حصہ

پہلا باب

پرائیشچت

اُما کو غائب ہوئے تقریباً دو سال ہو گئے۔ اتنے دنوں میں عموماً سب اُسے بھول گئے تھے
اگر نہیں بھولے۔ تو صرف تین شخص۔ ایک پرتھا۔ دوسرے رابگما۔ اور تیسرے دیوان جی؟؟"

پرتھا کا دل نہایت رقیق القلب اور درد مند تھا۔ وہ دنیا میں کسی کو بھی دُکھی و ملول
نہیں دیکھ سکتی تھی۔ دوسرے کو سُکھی کرنا ہی اُس کی زندگی کا خاص مقصد تھا۔ اُس کی ہمیشہ
یہی خواہش رہتی تھی۔ کہ میرے ذریعہ سے دوسروں کو سُکھ پہنچے اُس کا دل اِس فکر سے ہمیشہ متفکر
رہتا تھا۔ کہ گو مَیں نے دیدہ و دانستہ کچھ نہیں کیا۔ تاہم میری ایک بہن کو میری وجہ سے بہت دُکھ پہنچا
میری وجہ سے اُسکی زندگی تلخ ہو گئی۔ اور اُس نے مجبوراً خودکشی کر لی۔ میری موجودگی نے اُس کی
اُمیدوں اور آرزوؤں کا خون کر دیا۔ آہ پرتھا! تُو نے بڑا پاپ کیا۔ اگر دنیا ایسی ہی ناپائدار تھی۔ تو ایشور
نے اُسے اتنی دلفریبی کیوں عطا کی؟ غریب اُما کی زندگی کا نتیجہ اگر رنج و غم تھا۔ تو اُسکے دل میں محبت کا بیج کیوں
بو یا گیا؟ دنیا اسی کا نام ہے عیش و عشرت۔ شان و شوکت سب ناپائدار ہیں۔ اسکی نقش بر آب سے
زیادہ حیثیت نہیں۔ محبت کی جائے۔ تو اُس سے جسے زوال نہیں اگر کچھ ذخیرہ جمع کرنا منظور
ہے۔ تو وہ نیکیوں کا ذخیرہ ہونا چاہیے۔ جو ساتھ جائیگا۔ اور کم از کم اِس دنیا میں دوسرے کیلئے
مشعلِ طریقت کا کام دے گا۔ دھن دولت۔ مال اسباب جمع کر لینا ہی کیا ہے۔ یہ سب بھی
کسی وقت وبالِ جان ہو جاتے ہیں۔ یہی انسانیت ہے۔ اور یہی انسانی زندگی کا اصلی مدعا پرتھا

رات دن انہیں خیالات میں ڈوبی رہتی تھی۔

پرتیبھا سے سب خوش تھے۔ دادی جی اُسے ساکشات لکشمی خیال کرتی تھیں۔ راج محل کے تمام کاموں کی نگرانی وہ نہایت خوش اسلوبی سے کرتی تھی۔ ہر طرف اُسکی [illegible] مچی ہوئی تھی۔ مگر جب کبھی اُسے ماں کی یاد آتی تھی۔ اُسکا کلیجہ دہل جاتا تھا کبھی کبھی عالم تنہائی میں بیٹھ کر وہ گھنٹوں ماں کیلئے آنسو بہاتی تھی

ماں کے غائب ہونیکے بعد راجکمار کی زندگی میں بڑی تبدیلی آگئی تھی۔ وہ بھی ماں کیلئے دل ہی دل میں کڑھا کرتے تھے۔ مگر اس درد کا اظہار انہوں نے کسی کے روبرو کبھی نہیں کیا۔ حتیٰ کہ پرتیبھا سے بھی انہوں نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ پرتیبھا نے بھی اس خیال سے کہ راجکمار کے دل کو صدمہ پہنچیگا۔ جان بوجھ کر کبھی تذکرہ نہیں آنے دیا۔ مگر پرتیبھا راجکمار کی دلی تکلیف سے واقف ہو چکی تھی۔

راجکمار کو یقین کلی ہو گیا تھا۔ کہ ماں اس دنیا میں اب نہیں ہے۔ اسلئے انہوں نے سوچا۔ کہ اسکی شادی کیلئے جو ایک لاکھ روپیہ دینا [illegible] کسی ایسے کام میں لگا دینا چاہئے جس سے عوام کو فیض پہنچے۔ اس خیال سے انہوں نے [illegible] میں دے دیا۔ اُن دنوں ضلع میں پانی کا بڑا قحط پڑا ہوا تھا۔ اور اس وجہ سے مختلف امراض کا زور ہو رہا تھا۔ اسلئے کلکٹر صاحب نے اُس روپے سے جابجا کنوئیں۔ تالاب بنوا دئے۔ اس سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچا اور عوام نے راجکمار کو خوب دعائیں دیں۔

اسکے علاوہ راجکمار نے پرتیبھا کے مشورے سے ایک یتیم خانہ کھلوایا۔ اس کے دو علیحدہ حصے کئے گئے۔ ایک یتیم لڑکوں کا۔ دوسرا یتیم لڑکیوں کا۔ ان میں پہلے کے کسٹوڈین راجکمار اور دوسرے کی پرتیبھا مقرر کی گئی۔ جسدن یتیم خانہ کی عمارت تیار ہوئی اُس دن کمشنر کلکٹر وغیرہ تمام [illegible] عہدہ دار افسر موجود تھے۔ راجکمار نے مختصر سی تقریر کی۔ اس میں ظاہر کیا کہ میں دونوں حصوں کیلئے چار لاکھ روپئے دیتا ہوں۔ اگر یتیموں کی تعداد زیادہ ہو جائیگی اور اس روپئے کے سود سے کام نہ چلیگا۔ تو اور بھی دونگا۔ لڑکوں کی طبیعت اور اُن کے خلقی و فطرتی مذاق کا اندازہ لگا کر انہیں تعلیم بھی دی جائیگی۔ لڑکیوں کو معمولی تعلیم کے علاوہ سینا پرونا۔ بننا اور خانہ داری کے کاروبار۔ گانا بجانا اور دھرم کی تعلیم بھی دی جائیگی۔ اسکے لئے اچھی اچھی قابل مسٹرس رکھی جائینگی۔ اور [illegible] لڑکیوں کے ساتھ ساتھ ایک مکان میں رہینگی۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی۔ تو عیسائی مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے یتیموں کیلئے بھی معقول انتظام کیا جائیگا۔ راجکمار کے یہ بلند خیالات سنکر سب بہت خوش ہوئے۔ اور انہیں مبارکباد دینے لگے۔

اُس دن کمشنر صاحب نے راجکمار کے عالی حوصلوں کی بڑی تعریف کی۔ دیوان جی راجکمار کی اس عجیب وغریب تبدیلی کو دیکھ کر بہت ہی متعجب ہوئے۔ اُنہیں اچھی طرح یقین ہو گیا۔ کہ اس تبدیلی کا اصلی سبب راج ہنس پرتبھا کے سوا اور کوئی نہیں۔ راجکمار کو اپنے ہاتھ کا کھلونا بنائے رکھنے کیلئے اُنہوں نے جو جو جال بچھائے تھے۔ وہ سب بے سود ہوئے۔ اگر کچھ فائدہ ہوا۔ تو صرف اس قدر کہ ایک لڑکی کی ہتیا کا پاپ اُنکے سر چڑھا۔ ان سب باتوں کو سوچ سمجھ کر دیوان جی کے دل کو چوٹ لگی۔ اُنہوں نے اپنا پاجی پن چھوڑ دیا۔ اور ریاست کی ترقی میں سرتوڑ کوشش کرنے لگے۔ خیر خواہی نے بدخواہی پر فتح پاکر اُسے اپنے ہی رنگ میں رنگ لیا۔

کچھ دنوں بعد گورنمنٹ نے بھوپیندر ناتھ کو راجہ بہادر کا خطاب عطا کیا۔ اس موقع پر محل میں خوب دھوم دھام سے جلسے ہوئے۔

انہیں دنوں پرتبھا حاملہ ہو کر بیمار پڑی۔ حکیم و ڈاکٹروں نے تبدیل آب وہوا کا مشورہ دیا۔ رانی کی خواہش کماری پہاڑ پر جانے کی تھی۔ اسلئے وہ اُنہیں وہاں ہی لے گئے۔ اور کچھ دنوں بعد ہی پرتبھا کی حالت میں نمایاں تبدیلی آگئی۔

سب کے سب خوش تھے۔ اور دن بہت اچھی طرح گذر رہے تھے۔ ایک روز پرتبھا نے یکایک آکر کہا۔ بھیا! مہاراج جی آئے ہیں۔ سشیل اُسی وقت باہر گئے۔ اور مہاراج کو لے آئے۔

دوسرا باب

روشن ضمیری

اماوس کی اندھیری رات میں گویا چاند نکل آیا۔ مردہ جسم میں زندگی آگئی۔ نیند کی جگہ بیداری نے لی۔

مہاراج جی نے سشیل بھوپیندر، پرتبھا اور رُوپا کے سامنے اپنی پُر اثر معنی خیز تقریر سے گویا معرفت اور حقیقت کا دریا بہا کر اُن کو بہا دیا۔ سب کے سب نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق دل کھول کر اس علم و ہنر کی کان سے دامن عقل و شعور بھرا۔ اور نشۂ معرفت سے سرشار ہو کر جھومنے لگے۔ اُسوقت

عقیدت مندی پر تھا۔ انہیں آپ محسوس کیا۔ زمین کیسی خوبصورت ہے۔ آسمان کتنا دلفریب ہے کائنات کیسی خوش منظر ہے ہر جگہ ہر مقام پر اُس کی قدرت کا تماشہ نظر آنے لگا۔ دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ اِن سب کے صفحات دل پر بہت اچھی طرح سے دنوں میں کھنچ گیا۔ ہر شخص اپنی زندگی کو مفید و شاندار بنانے کیلئے تیار نظر آنے لگا۔ سب دِل و جان سے فریفتہ ہو گئے۔ اور اپنے اپنے خیالات و ارادوں کے غور و خوض میں محو نظر آنے لگے۔

سُوشیل کُمار تین چار دِن تک کسی سے کبھی کچھ نہ بولے۔ کھانے اور سونے کا سوا وُہ اکثر باہر ہی رہتے تھے۔ کبھی جھرنے کے پاس کبھی پہاڑوں کی چوٹی پر اور کبھی کسی جھاڑی میں تنہا بیٹھ کر نہ معلوم کیا سوچا کرتے تھے۔ اُن کا چہرہ ہمیشہ سنجیدگی لئے رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وُہ کسی نکتہ ادق کے سُلجھانے کی فکر میں ہر وقت سرگرم رہتے ہیں۔

ایک دِن نشست گاہ میں بھوپیندر ناتھ ایک آرام کرسی پر لیٹے ہُوئے گیتا جی کا مطالعہ کر رہے تھے۔ سُوشیل کُمار ایک دُوسری آرام کرسی پر پڑے ہوئے اپنے خیالات میں محو تھے۔ اور نروپما دیوی تھا ایک قالین پر بیٹھی ہوئی آہستہ آہستہ آپس میں کچھ بات چیت کر رہی تھیں۔ اِسی وقت سُوشیل کُمار یکایک اُٹھ بیٹھے۔ اور بھوپیندر ناتھ سے بولے۔

بھوپیندر بابُو! دیکھئے تو ہم لوگ ابھی تک کیسی غلطی میں پڑے ہُوئے تھے؟ اِتنے دِنوں تک ہم آپ کی خواہش میں سُراب کے نظاروں کو دیکھ کر اُن کے پیچھے دوڑتے رہے۔ مگر سچ مچ ایک دھوکا تھا۔ مہاراج جی نے ہمیں بچا لیا۔

سُوشیل کے مُنہ سے یکایک متذکرہ بالا باتیں سُنکر بھوپیندر ناتھ وغیرہ سب کے سب ہی چونک اُٹھے۔ اور حیرانہ نگاہوں سے اُن کے مُنہ کی طرف تاکنے لگے۔

سُوشیل کُمار نے کہا۔ بھوپیندر بابُو! معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ میری باتیں سُنکر کچھ متعجب ہو گئے ہیں۔ اور شاید خیال کرتے ہونگے۔ کہ مَیں کچھ دیوانہ ہو گیا ہُوں۔ مگر میں مبالغہ نہیں کرتا نہ دیوانہ پن کی باتیں کرتا ہُوں۔ مَیں جو کچھ کہتا ہُوں۔ وُہ بالکل صحیح ہے۔ اسمیں مبالغہ کا نام و نشان تک نہیں مہاراج جی نے سچ مچ ہی ہمیں بچا لیا۔ ہمارا بڑا بھاری کھرم مٹ گیا۔

سُوشیل کُمار کی باتیں سُنکر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ سب تحیر آمیز نظروں سے اُن کی طرف دیکھتے رہے۔

سُوشیل نے کہا۔ دیکھئے ہم کیسی تاریکی میں تھے۔ ہم سب ایک عالی شان محل بنانا چاہتے ہیں مگر

اُس محل کی تعمیر کیلئے صرف تھوڑے سے چُونے اور ریتی کیلئے مصروف ہو رہے ہیں۔ اینٹوں کے بنانے یا اکٹھا کرنے کیلئے جو محل کے لئے سب سے ضروری چیز ہے کچھ بھی کوشش یا تدبیر نہیں کرتے میں پُوچھتا ہُوں۔ کہ صرف چُونے یا ریتی سے کیا آپ کا محل بن جائیگا۔

بھارت ورش کے ہر ایک شخص۔ ہم جس قومی محل کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ اُسکی ہر ایک اینٹ کے برابر ہے۔ جو لوگ بھارت ورش میں بستے ہیں۔ جنہوں نے بھارت ماتا کو ماتا کہہ کر قبول کیا ہے۔ وُہ سب بھارت ماتا کی اولاد ہیں۔ ہندو مسلمان۔ بودھ۔ جین۔ عیسائی سب بھارت ماتا کی اولاد ہیں۔ آریہ۔ اناریہ۔ یہودی۔ پارسی وغیرہ سب کے سب ایک ماتا کی اولاد ہیں۔ سب کا ماتا کی جائداد پر یکساں استحقاق ہے۔ جب تک یہ سب قابلیت نہ حاصل کرینگے۔ تب تک یہ قومی محل ہرگز نہیں تعمیر ہو سکتا۔ تھوڑی سی بہت اینٹوں سے کام نہیں چلے گا۔ تمام اینٹوں کو کھڑا کرنا پڑیگا۔ ایسا کرنے سے ہی یہ محل باسانی شاندار اور پائدار بن سکے گا۔ اس معمولی مگر مکمل تعلیم کی عدم واقفیت سے ہی آج تک بھارت ورش میں یہ قومی عمارت نہ کھڑی ہو سکی۔ اسی وجہ سے ہم دن بدن زوال پذیر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم میں سوشیل خرابیاں ہوتی جا رہی ہیں۔ ذرا یہاں کی کول۔ بھیل وغیرہ قوموں کی طرف تو نگاہ کرو۔ آج سے ہزاروں برس پیشتر جو اُن کی حالت تھی۔ اُسمیں کیا کچھ تھوڑی سی تبدیلی ہوئی ہے؟ اُنکی تعداد کیا کم ہے؟ دس ہزار برس اس سے بھی بہت پہلے وُہ جتنے ناقابل۔ آج بھی اُتنے ہی ناقابل ہیں۔ مہاراج جی کے تقریر کے بموجب تو کہنا ہوتا کہ ایسی حالت میں تو ہم کبھی بھی اپنے آپ کو قابل بنا سکینگے اس کا بنانا غیر ممکن ہے۔ اور اگر کسی طرح بنا بھی لیا۔ تو ایک معمولی ہوا کے جھونکے سے ہی اُسکے گرنے کا احتمال رہیگا اور اُسکے صدمے سے ہمارا بدن بھی زخمی ہو جائے گا۔ میں ارادہ کر چکا ہُوں کہ اسی کام میں میں اپنی زندگی قربان کر دُونگا۔ میں یہ جانتا ہُوں۔ کہ میں بالکل معمُولی شخص ہُوں۔ مگر میرے سینہ میں دل ہے۔ حوصلہ ہے عہد ہے۔ یہ سب کیا میرے لئے تھوڑا ہے؟ میں نیت کر چکا ہُوں۔ کہ اپنے پرانے لوگوں کے پاپوں کا پرائشچت میں کر دوں۔ اور اُن کی بہبودی ترقی کیلئے اپنے آپ کو ہر طرح سے نثار کر دُونگا۔ اپنی بھارت ماتا کے اِن بچّوں کی خدمت کرتے کرتے ہی میں اپنی جان دُونگا۔ ہائے بھارت ماتا کے پیارے بچّوں کی حالت آج کیسی دردناک ہے۔ بھوکے بلے موت مر رہی ہے یتیم بچے بھوک سے پریشان ہو ہو کر تڑپ رہے ہیں۔ اُن کی جگر خراش آواز سے کسی کے کانوں میں جُوں تک نہیں رینگتی میں اس راہ میں مستعدی سے کھڑا ہو کر کسی سے تو دو دونگا جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ اِن کی مدد کرُوں گا

بھائی بھوپیندر ناتھ میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اپنی اس چھوٹی سی زمینداری سے جہانتک ہو سکے گا۔ سب کا سب رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کر دونگا۔ اپنا تمام وقت اسی ایک کام میں لگاؤں گا۔ اچھوت جاتیوں کا ہر طرح سدھار کرونگا۔ انکے لئے سکول کھولوں گا۔ ہر طرح کی دلجوئی کر کے انہیں پڑھاؤنگا۔ صنعت گری کی تعلیم دلاؤنگا۔ انہیں بلند حوصلہ بنا کر ان کے دل و دماغ کو وسعت دونگا۔ ان کی خاندانی حالت کا سدھار کرونگا۔ ان کے چال چلن کو عام پسند بناؤں گا۔ ان کو ایسا بناؤں گا۔ جیسے ایک سداچاری شخص کی زندگی ہونی چاہئے۔ بھائی! جسدن ہم ان اچھوت جاتیوں کو قابل بنا کر اپنے سینہ سے لگائینگے۔ اسی دن ہمارا برہمن خاندان میں جنم لینا سپھل ہوگا اسی دن ہم سچے برہمن ہونگے۔ اور اسی دن ہم اپنے آپ کو بھارت ماتا کا سچا سپوت کہلانے کے ادھکاری ہونگے سوشیل کمار اس سے آگے اور کچھ نہ کہہ سکے۔ وہ بچوں کی طرح پھول پھول کر رونے لگے اور انہوں نے اپنا منہ رومال سے ڈھانپ لیا۔

بھوپیندر۔ پرتبھا۔ اور نرمدا سب کی سب آنسو بہانے لگیں۔

سوشیل کمار جب ذرا ہلکے ہوئے۔ تو نرمدا کی طرف دیکھ کر بولے۔ نیرو! آج تک میں نے تم سے کبھی بھی دل کھول کر بات چیت نہیں کی۔ تمہارے ساتھ ہمیشہ سنجیدگی سے بیوہار کرتا رہا۔ ممکن ہے۔ کہ تم میرے اس قسم کے سلوک سے مختلف مرتبہ متحیر ہوئی ہو۔ مگر اس میں میرا قصور نہیں۔ میرے دل میں جو آگ جلا کرتی تھی۔ اس میں میں جلتا تھا۔ اور شانتی حاصل کرنے کیلئے چاروں طرف دیوانہ وار بھٹکتا پھرتا تھا۔ دیدی! مہاراج جی کی مہربانی سے آج میں نے شانتی کا راستہ تلاش کر لیا ہے۔ اور راستہ میں مجھے شانتی ملنے کی پوری پوری امید ہے۔ کیا اس منزل میں تم بھی میرا ساتھ دوگی؟

یہ سنتے ہی نرمدا سے نہ رہا گیا۔ موقع محل نہ دیکھ کر وہ یکایک اٹھ بیٹھی۔ اور سوشیل کے پاؤں پر جا کر گر پڑی۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ سوامی! میں تو آپ کے چرنوں کی داسی ہوں۔ آپ جس راستہ سے چلینگے۔ میں بھی اسی راستے سے چلوں گی۔

اتنا کہہ کر نرمدا دلی جوش سے رونے لگی۔ یہ نظارہ دیکھ کر بھوپیندر۔ اور پرتبھا بھی اپنے دل پر ضبط نہ کر سکے ﴿

تیسرا باب

ماتر منڈل

دُوسرے دن صبح سُوبیندر ناتھ اکیلے ہی ٹہلنے کے لئے چلے گئے۔ سُوشیل کمار اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پرتبھا اور **سروپا** بھی اُن کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ **پرتبھا** نے کہا۔ بھیّا! کل آپ کی باتیں سُن کر میرے دل میں جو خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ اُنہیں میں کہہ نہیں سکتی۔ آپ نے جو عہد کیا ہے۔ وُہ آپ کو بہت زیب دیتا ہے۔ مگر ایک بات پر سوچنا اور غور کرنا تو شاید آپ بھُول ہی گئے۔ اُس دن مہاراج جی نے فرمایا تھا۔ کہ ہمیں اچھُوت جاتیوں [illegible] عورتوں کی ترقی میں بھی حصّہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ بغیر اسکے سماج کے جسم کا آدھا حصّہ کمزور [illegible] ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔ نہ تو رُوحانی ترقی ہوگی۔ اور نہ ملکی ترقی [illegible] اگر عورتیں [illegible] ڈوبی رہینگی۔ تو بتایئے۔ پھر ترقی کیونکر ہوگی؟

سُوشیل کمار کچھ سوچکر بولے۔ بہن! تم جو کہتی ہو۔ وُہ ٹھیک ہے۔ پر نہ سمجھو۔ کہ میں نے [illegible] بارہ میں کچھ نہیں سوچا ہے۔ نہیں غور کرکے بھی مجھے اسکی کوئی تدبیر نہ سُوجھی۔ کیا کروں؟ میں اکیلا ہوں۔ اور اکیلے شخص سے سب کام نہیں ہو سکتے۔ دیس کے لوگ اِن سب باتوں پر اچھی طرح غور نہیں کرتے۔

پرتبھا نے کہا آپ جس طرح معمولی طور سے ایک کام کی شروعات کرتے ہیں۔ اُسی طرح اگر اِس کام کو بھی شروع کر دیں۔ تو کیا ہرج ہے۔ لڑکیوں کیلئے پاٹھ شالائیں تو بہت ہیں۔ مگر زیادہ تر جو تعلیم پاٹھ شالاؤں میں دی جاتی ہے وُہ بہت [illegible] اِس پر بھی یہ بڑی مشکل ہے کہ لڑکیوں کی شادی [illegible] زیادہ بچپن کی ہی عمر میں ہو جاتی ہے۔ اور تب اُن کا پاٹھ شالا جانا بند ہو جاتا ہے۔ نتیجہ لکھنا پڑھنا ختم ہو جاتا ہے۔ تب بتلائیے۔ کہ اسطرح معمولی لکھنا پڑھنا سیکھنے سے لڑکیوں کی قابلیت کیونکر بڑھ سکتی ہے؟ نہیں کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے۔ جس سے شادی ہو جانے پر بھی لڑکیاں لکھنا پڑھنا برابر جاری رکھیں۔ میری سمجھ میں اگر ایک گروہ تعلیم یافتہ سنیاسنیوں کا بنایا [illegible] جو گاؤں گاؤں قصبے قصبے اور شہر شہر میں گھُوما کریں۔ گرہستوں کے گھر میں جاکر عورتوں کو

اُپدیش دیا کریں اُن کی زندگی اور فرائض کو اچھی طرح ذہن نشین کرایا کریں تو عورتوں میں تعلیم کا پرچار بہت کچھ ہونے لگے۔ جب تک مائیں اچھی نہ ہونگی۔ تب تک اولاد کے اچھے ہونے کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے؟ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وُہ ضرور کیجئے۔ اُس کی بھی ضرورت ہے۔ مگر اُس کے ساتھ ساتھ ہمارے مُلک میں جس سے اچھی ماتاؤں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اُس کے کرنے کی بھی کوئی فکر کیجئے۔

یہ سُنکر سُوشیل کمار کو بڑی خوشی ہوئی۔ وُہ مسرت آمیز لہجے میں بولے **بیر بھا**! میں تمہارے خیالات سُنکر بہت ہی خوش ہوا۔ تم جس قسم کی سنیاسنیوں کے بارہ میں کہتی ہو۔ اِس میں شک نہیں کہ اُن کا ایک گروہ ہونے سے بڑا فائدہ ہوگا۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ ایسی سنیاسنیوں کا گروہ کہاں اور کیسے بنے گا؟

بیر بھا نے کہا۔ بھتیا! آپ نے کلکتہ کی سرسوتی پاٹھ شالا اور اُس کی محرک سرسوتی ماتا کے تو درشن کئے ہی ہونگے۔ میں اُنکے یہاں اکثر جاتی تھی۔ وُہ جیسی تعلیم یافتہ ہیں۔ ویسی ہی سداچارنی اور تپسونی بھی ہیں۔ مجھ پر وُہ بہت مہربان تھیں۔ میرے دل میں اُن کا درشن کرتے ہی یہ خیال آیا تھا۔ کہ اِس قسم کی سنیاسنیوں کا ایک گروہ ہونا چاہیئے۔ جب میری شادی نہ ہوئی تھی۔ تب میں سوچا کرتی تھی۔ کہ اگر کسی وجہ سے میری شادی نہ ہوئی۔ تو میں سرسوتی ماتا کے قدموں میں ہی اپنی جگہ بناؤنگی۔ جس طرح ماتا جی نے سرسوتی پاٹھ شالا کھول کر عورتوں کو تعلیم دینے کا ذریعہ نکالا ہے اُسی طرح سے اگر ذرا بھی سنیاسنی تیار ہو جائیں۔ اور وُہ گانوؤں گانوؤں اور قصبوں قصبوں میں پاٹھ شالائیں قائم کر کے چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو تعلیم دیں۔ اور عورتوں کے ساتھ میل جول کر اُنہیں نیک مائیں بنا سکیں۔ تو ہمارے مُلک کی بہت کچھ بہتری ہو سکتی ہے۔ آپ کا یہ کہنا بہت کچھ صحیح ہے۔ کہ اِس طرح کی سنیاسنیوں کا گروہ ملنا مشکل ہے۔ میں بھی عموماً یہی سوچا کرتی ہوں۔ مگر اُس دن مہاراج جی کے مُنہ سے میں نے ایک بڑی ہی اچھی بات سُنی تھی۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ اِس سے پہلے جب مہاراج جی کلکتہ تشریف لائے تھے۔ اور میں اُن کے درشن نہ کر پائی تھی۔ تو میں نے اُنہیں خواب میں دیکھا تھا۔ اِس مرتبہ میں نے اُس خواب کا اُن سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا۔ کہ میں خواب میں آپ کے ساتھ تپسوی کے آشرم میں گئی تھی۔ اور وہاں میں نے بہت سی ریشی کنیائیں اور ریشی تپنیاں دیکھی تھیں۔ میری یہ بات سُنکر مہاراج جی ہنسنے لگے۔ اور فرمانے لگے۔ تمہارا یہ خواب بالکل مِتھیا نہیں ہے۔ میرے آشرم میں ریشی کنیائیں اور ریشی تپنیاں تو نہیں۔ مگر تپسونی ضرور کئی ہیں۔ اُن گروہ کا نام ”ماتر منڈلی“ ہے۔ میں نے

پوچھا۔ کلکتہ میں جس طرح **سرسوتی ماتا** ہیں۔ وہ بھی کیا ویسی ہی ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ہاں وہ بھی تقریباً ویسی ہی ہیں۔ میں نے کہا۔ تو مہاراج جی! آپ مجھے اُن کے درشن کرانے کیوں نہیں لے چلتے؟ کیا وہ کبھی اِس دیس میں نہیں آتیں؟ جس طرح آپ جا بجا گھوم پھر کر لوگوں کو مشغلِ طریقت دکھاتے ہیں۔ اُسی طرح وہ بھی دیس میں آکر عورتوں کو کیوں تعلیم نہیں دیتیں۔ یہ سُنکر مہاراج جی ہنسنے لگے۔ اور پھر بولے۔ وقت آنے پر وہ بھی آئینگی۔ میں نے پوچھا۔ وہ کہاں رہینگی؟ وہ بولے۔ اُن کا زیادہ تر مقام تو کاشی ہوگا۔ مگر دوسری جگہوں میں بھی اپنے آشرم کھولینگی۔ بھیّا! مہاراج کی یہ باتیں سُنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اُسی وقت میرے دل میں ایک خواہش ہوئی۔ میں نے کہا۔ مہاراج جی! اگر آپ اِس گُماری پہاڑ پر ایک آشرم قائم کرنے کا اصرار کریں۔ تو بہت خوب ہو۔ اگر وہ یہاں آشرم بنائیں۔ تو میں اُس کا تمام خرچ دینے کا انتظام کرسکوں گی۔ آپ نے میرے بھائی کے مُنہ سے سُنا ہوگا۔ کہ میرے شوہر نے اِس گُماری پہاڑ کے قریب ہی میرے لئے ایک زمینداری خرید دی ہے۔ اُسکی سالانہ آمدنی آٹھ ہزار روپئے سالانہ کے قریب ہے۔ یہ جائیداد میرا استری دھن ہے۔ میں اتنے روپئے لیکر کیا کرونگی؟ آپ کی دیا سے مجھے کسی بات کی کمی نہیں۔ اس لئے آپ اگر اجازت دیں۔ تو میں یہ آٹھ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد "ماتر منڈل" کو دان کردوں۔ مہاراج جی نے کہا۔ تمہاری یہ تجویز سُنکر میں بہت خوش ہوا۔ **ماتر منڈل** میں جتنی عورتیں ہیں۔ وہ سب کی سب سنیاسنی ہیں۔ انہوں نے سب کچھ تیاگ کردیا ہے۔ اُن کی ضرورتیں بھی بہت ہی محدود ہیں۔ تو وہ اِن روپیوں کو لے کر کیا کرینگی؟ ہاں! تمہارا جو گاؤں گاؤں اور قصبوں قصبوں میں ودیالیہ کھولنے کا ارادہ ہے۔ اُس میں اِس روپئے سے بہت کام چل سکتا ہے۔ تمہارا خیال بہت ہی اچھا ہے۔ میں اِس وقت کاشی جاتا ہوں۔ پھر وہاں سے ہمالیہ اپنے آشرم میں جاؤں گا۔ وہاں **ماتر منڈل** کی محرّک ماتا جی تپسوِنی سے تمہاری تجویز کے بارہ میں ذکر کروں گا۔ اور حضر تم بھی راجکُمار اور سُشیل کُمار سے اِس کا تذکرہ کردینا۔

سُشیل کُمار **چمپا** کی باتیں سُنتے سُنتے خوشی سے پھول گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ تم نے کھوبینہ بابو سے اپنی اِس تجویز کا ذکر کیا تھا؟

پھر **چمپا** بولی۔ ہاں کہا تھا۔ اُن کی مجبوری یہ [illegible] کہ ہم نے وہاں ایک اناتھ آشرم کھولا ہے۔ اور اُس میں مختلف اناتھ لڑکے اور لڑکیاں آئی ہیں۔ اُن میں کئی بیوہ لڑکیاں بھی ہیں۔ اُن کو دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ اگر یہاں پر **ماتر منڈل**" کا ایک آشرم کھولا جائے۔ تو انہیں پستورتوں کی رہنگرانی رکھ کر اُنکی

زندگی [illegible] بنانے میں تمہیں مدد دوں۔

سشوشیل کمار بولے۔ بہن! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب بھارت کے اچھے دن آ رہے ہیں۔ مجھے آج بڑی خوشی ہوئی ہے بہن! میں تمہیں دعا دیتا ہوں۔ کہ تمہارا کلیان ہو۔ اور تمہاری زندگی دھرم پراین ہو۔

چوتھا باب

پاک پریم

بیٹی تم یہاں درخت کے نیچے اکیلی بیٹھی ہوئی کیا [illegible] ہو گئی شام ہونے کو آ گئی۔ تپسونیاں آشرم میں اکٹھا ہو کر بھجن کر رہی ہیں۔ مگر تم یہاں ہی بیٹھی ہو۔ تمہارے خیالات کا کبھی خاتمہ نہیں ہوتا۔ اس خوفناک پہاڑ کی چوٹی پر ایسی شام کے وقت تمہارا اکیلا رہنا مناسب نہیں۔ چلو بیٹی۔ آشرم میں چلو۔

ایک ادھیڑ عمر [illegible] نے ایک نوجوان لڑکی سے مندرجہ بالا الفاظ نہایت ہی شیریں اور دردمند لہجہ میں کہے۔ لڑکی ایک لمبی سانس لے کر اٹھ بیٹھی۔ اور تپسونی کے پیچھے پیچھے چپ چاپ چلنے لگی۔

گرمی [illegible] رات کے آٹھ بجے تھے۔ آفتاب ابھی ذرا دیر پہلے گوشہ مغرب میں [illegible] چھپا تھا۔ تپسونی اور نوجوان لڑکی آہستہ آہستہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اترنے لگی جس راستے وہ اتر رہی تھیں۔ اس کے دو رویہ قطاروں میں دیودار ساگون شیشم بان اور جھاؤ وغیرہ کے عالی شان سر بفلک درخت سر اٹھائے ہوئے کھڑے تھے۔ ان درختوں کی ڈالیوں اور پتوں میں کھڑکھڑاہٹ سے ایک [illegible] نغمہ کی صدا نکل رہی [illegible] معلوم ہوتا تھا۔ گویا ایشور کی شکتی کا گن [illegible] گا رہے ہیں۔

پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اتر کر تپسونی [illegible] گئی۔ لڑکی بھی اس کے پاس جا پہنچی۔ آشرم یہاں سے تھوڑی ہی دور [illegible] ہوا کے جھونکوں سے [illegible] دور ہوئی۔ تب تپسونی نے ایک گیت گایا۔

بھگوان! آرتی سکھد تمہاری! (ٹیک)

روی ششی - دیپک جوت جگائی - نیل گگن کی تھاری

اُڈگن تاروں کی راشی سجائی منی مکتا اُنوہاری

ملیہ پون سُگندھ دھوپ شور بھی انہد دھن سُکھکاری

دانیہ ڈول درت جھومت نچت بن۔ شوبھا جن من ہاری

ہر کرت پریم سے ہو کر بھی پد دھ۔ نانا ساج سنواری

کرت آرتی راڑھ بھیم پربھو کی جگ جن آرت ہاری

بھگوان! آرت سکھد تمہاری!

تپسونی کی عقیدت اور جذبہ آمیز رسیلی آواز نے شام کی پُرفضا سہانی چھٹکی ہوئی چاندنی میں درختوں اور پتوں پر وجد کا عالم طاری کر دیا۔ وہ مے حقیقت سے سرشار ہو کر جھوم جھوم کر تال دینے لگے۔ چاند کی کرنیں صاف شفاف پانی میں تھرک تھرک کر ناچنے لگیں کیسی دلکش آواز تھی۔ گیت کے ایک ایک پد نے خود اُسے بیخود بنا دیا آرتی کرتے کرتے وہ خود عقیدتمندانہ جذبات سے متوالی ہو گئی۔ لڑکی بھی فرط بیخودی سے بیقرار ہو گئی دلِ عاشق میں صبر کہاں؟ دل میں ایک خوشگوار کسک سی پیدا ہو گئی اور جذبات لطیف اندر ہی اندر مسرور آمیز چٹکیاں لینے لگے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں سے دل کی جلن بجھانے لگی۔ تپسونی کی دلکش نغمہ سرا آواز نے اُس کے میٹھے سُروں میں معرفت کا ایک دریا سا بہا دیا۔ [illegible] درختوں کو اپنے [illegible] کا پیغام سنا رہی تھی۔ مگر عالم تخیل میں وہ مالک کے چرنوں میں [illegible] بیٹھی ہوئی اُس کی آرتی [illegible] سکوت طاری ہو گیا لہجہ کی سوز نے اپنا رنگ جما دیا۔ [illegible] کے چرنوں میں بھگتی کا ایک دریا بہا دیتا تھا۔

گیت ختم ہوتے ہی نوجوان لڑکی [illegible] سانس لیکر [illegible] دیکھ کر تپسونی نے کہا۔

"بیٹی! اِس گیت کو سُن کر کیا تمہارے دل میں کچھ بھی خوشی نہ ہوئی۔ دیکھو قدرت کی دیوی نے مالک کی شام کی آرتی کیلئے کیسے کیسے ساج سجائے ہیں۔ اپنی اِس سجاوٹ سے وہ ہم سب دنیاوی زندگیوں کو گویا مشعلِ ہدایت دکھا رہی ہے [illegible] سب کچھ ہے۔ اِس راستہ میں خوف و دکھ کا نام نشان نہیں یہ وہ دولت ہے جو ہمیں مستغنی المزاج اور بے پرواہ بنا دیتی ہے یہی سب دکھوں اور جھگڑوں [illegible] ہے [illegible] بیٹی! [illegible] پریم سے پریم بڑھانے کی کیا تمہارے دل میں خواہش نہیں ہوتی؟"

نوجوان لڑکی کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے - اور ان آنسوؤں نے جذبات و درد دل کا ایک دفتر بیان کر دیا گلہ بھر آیا - بھرائی ہوئی آواز میں مایوسانہ انداز سے بولی "ماتاجی! ہوتی ہے... مگر اس کے آگے اُس کے مُنہ سے باوجود ہزار کوشش ایک لفظ بھی نہ نکل سکا حسرت و درد نے زبان پر مُہر لگا دی -

تپسونی نے کہا بیٹی! تم چُپ کیوں ہو رہی ہو؟ تمہارے دل میں کیا ہے؟ صاف صاف کیوں نہیں کہتیں -

لڑکی کا گلا بھر آیا - درد آمیز لہجے میں بولی - ماتاجی! میں نے اپنے دل کی بات آپ سے کبھی نہیں چھپائی آپ کے پاک اُپدیشوں سے مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے - مگر میں کیا کروں - میرا دل بہت نازک اور کلیجہ کمزور ہے - میں جانتی ہوں کہ ایشور ہی ہمارے لئے سب کچھ ہے - اُن کی شرن لینی ہمارا فرض ہے - مگر یہ سب سمجھتے ہوئے بھی میں کچھ نہیں سمجھتی -

"کیوں؟"

لڑکی خاموش ہو رہی -

تپسونی نے کہا بیٹی! دیکھتی ہوں کہ تم اب تک بھی اپنے اُس راجکمار کو نہیں بھولی ہو - تمہارا دل اُسی میں لگا ہوا ہے - تم اُسی کو اپنا سوامی اور پریتم سمجھتی ہو - تمہاری نظروں میں راجکمار ہی سب کچھ ہو بیٹھا [illegible]

راجکمار کا نام سُنتے ہی لڑکی کے کلیجہ میں چھُری اُتر گئی - اُس نے سر نیچا کر لیا - اور سوچنے لگی ! سچ ہے - محبت انسان کو خود غرض بنا دیتی ہے - ہائے میں کیسے اپنے ابھاگے اور بے چین دل کو تسکین و تشفی دوں - جو اس میں پریم کی آگ زور و شور سے بھڑک رہی ہے - جس نے تمام خیالات کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر خاک کر دیا ہے - حسرت نے جو کسر رکھ چھوڑی تھی - اس وحشت کی آگ نے اُس کا بھی خاتمہ کر دیا - سوچتی تھی - کہ اُن کی نظروں سے دور ہو جاؤنگی - تو بھول جاؤنگی - مگر اس دل کو کیا کروں ؟ یہ کسی طرح نہیں مانتا - مگر میں چاہتی - اور مجھ پر صرف نفس پرستی کے سرشور جذبات نے ہی یہ دھاوا مارا ہوتا - میں خاموش ہو سکتی تھی - پانچ زندگی کی خوشنما کیا - یوں کی دل کھول کر سیر کر سکتی تھی - مگر نہیں - ہستی خون ہوئی جاتی ہے - لیکن اس قابل نہیں پاتا - میں عورت ہوں - میں نے کا ز یعدی اور ساوتری کے ملک میں جنم پایا ہے - جسے ایک مرتبہ [illegible] جس پر نظر پڑ گئی پڑ گئی - اگر میری [illegible] تو اس جنم میں نہیں اگلے جنم میں

سہی! میں **بھوگن** ہونگی۔ بھبھوت رماؤں گی۔ مگر اُن کا خیال دِل سے کبھی ایک لمحہ کے لئے دُور نہ
کروں گی۔ یہ سوچتے سوچتے اُس کی آنکھوں سے پریم کی دھارا بہنے لگی۔

تپسونی نے کہا بیٹی! تو کیوں گریہ وزاری کرکے اپنے آپ کو گھلا رہی ہے۔ دیکھ! تو ابھی تک
غلطی میں پڑی ہے۔ دُنیاوی چیزوں کا اصلی سروپ کیا ہے؟ اسے تو نہیں جانتی میری بھی ایک
دن یہی حالت تھی۔ جب میرے شوہر اور بیٹوں کا انتقال ہوا۔ تو رنج و غم سے پاگل سی ہو گئی تھی۔
دن رات روتی کلپتی رہتی تھی کبھی ایشور کا شکوہ کرتی تھی۔ کبھی دیوتاؤں کی مذمت کرتی تھی اور کبھی
اپنی بھول پر ہی اپنا سر پھوڑ لیتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد میری سمجھ میں آگیا۔ کہ وہ سب میری غلطی اور ناسمجھی
تھی۔ اور ناسمجھی کی وجہ سے میں دُکھ درد کی شکار ہو رہی تھی۔ حقیقت میں نہ کوئی پیدا ہوتا ہے اور نہ
مرتا ہے۔ موت اور زندگی تبدیلی کے سوا اور کچھ نہیں۔ سونے کا ٹکڑا کبھی خم کھا کر کنڈل بن جاتا ہے
اور کبھی کرن پھول بن جاتا ہے۔ مگر اُسکی ہر ایک حالت میں سونا قائم رہتا ہے۔ وہ ضائع نہیں
ہوتا۔ اسی طرح سے جیو ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے کو اور دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے کو دھارن کر لیتا ہے
مگر اس کی ہر ایک حالت میں ہر ایک جسم میں جیو برابر رہتا ہے۔ دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں
وقت پر تبدیلی نہ ہوتی ہو۔ اسی تبدیلی کا نام ہی موت و زندگی ہے۔ اور یہ حالت ضروری ہے۔ جو پیدا
ہوتا ہے۔ وہ ایک دن مرتا بھی ہے۔ اُسکے لئے رنج کرنا بے سود ہے۔ دُنیا کے تمام سُکھ فانی ہیں تمام
تعلقات عارضی ہیں۔ اگلے جنم میں اس جیو کے نہ معلوم کتنے جیووں سے تعلق ہو چکے ہیں جیو ایسا مو
ہی اور لالچی ہے۔ کہ جہاں دیکھتا ہے کہ مجھے سُکھ ملیگا۔ اُسے اپنا سمجھنے لگتا ہے۔ بیٹی کیا میں اپنے
شوہر و بیٹوں کو سچ مچ پیار کرتی تھی۔ نہیں نہیں۔ میں اُنہیں پیار نہ کرتی تھی۔ صرف اپنے آپ کو پیار
کرتی تھی...... اپنے عیش و آرام کو...... اپنے شوہر سے میں کتنا سُکھ پاتی تھی؟ اور بچوں سے کتنے
سُکھوں کی اُمیدیں کرتی تھی۔ اسلئے وہ مجھے پیارے تھے۔ اُنہیں میں سے حقیقتاً پیار کی نظروں سے
نہ دیکھتی تھی۔ میری پیار کی نظر اپنے جسم اور اپنی خواہشات پر تھی۔ اسی لئے تو مجھے اتنا دُکھ تھا پریم کا
یہ طور و طریق اور دستور نہیں ہے۔ پریم میں تو اپنے آپ کو بھول جانا پڑتا ہے۔ خود غرضی کی جڑ کاٹ
دینی پڑتی ہے۔ اور خواہشات پر فاتح ہونا پڑتا ہے۔ اس حقیقی پریم کی تعلیم مجھے [illegible] ہے بیٹی!
تم جس مہاراجکمار کو اب تک نہیں بھولی ہو۔ سچ تو کہو۔ تمہارا اُسی پر پریم ہے۔ یا اپنی خواہشات پر؟
بیٹی! تم ناراض نہ ہونا۔ میں سچ سچ کہتی ہوں کہ تمہیں راجکمار سے ذرا بھی پریم نہیں۔ تم خود
اپنے آپ سے پریم کرتی ہو۔ اپنی اُمیدوں حوصلوں اور خواہشات سے تمہیں پریم ہے تمہیں اُمید تھی۔

بندھنوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے - اور باقی خود آتما پرماتما سروپ ہو جاتا ہے - یہ پہلا طریقہ موکھش کا ساکشات
کارن ہے - مگر اس کا سادھن بڑے بڑے گیانی - دھیانی اور مہاتماؤں کے سوا عام آدمی نہیں کر
سکتے - عام آدمیوں کے لئے دوسرا ذریعہ ہے - پہلے ہمیں آتما اور پرماتما کا سروپ جاننا چاہئے اس پر
اعتقاد لانا چاہئے - پھر ایشور کی بھگتی کرنی چاہئے - اور اس بھگتی کیلئے دیگر تمام دنیاوی خواہشات کو چھوڑ
کر پریم - کشما - دیا سنتوش وغیرہ کا راستہ اختیار کرنا چاہئے - اس وقت اسی دوسرے طریق کی پیروی
کرنے کے قابل ہیں - اور اپنے دیش کی جو موجودہ حالت ہے - اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی طریق کی پیروی
کی ضرورت ہے - بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ اگر یہ طریقہ کام میں لایا گیا - تو پہلے طریقہ کے سادھن
بھی حاصل ہونا مشکل ہے - اسلئے تم ایشور کے چرنوں کا سہارا لو - اسی کو اپنا سب کچھ سمجھو اس
کے سوا اور کہیں سکھ و شانتی نہیں مل سکتی - راجکمار بھول جاؤ - ایک مرا اور ہزار سوا اچھا نہیں اپنے
دل میں پریم کا چراغ جلا کر دنیا کو اس روشنی سے حقیقت کی راہ دکھاؤ -

یہ کہہ کر تپسونی یکایک اٹھ بیٹھی - اور آشرم کی طرف چلنے لگی لڑکی بھی کٹھ پتلی کی طرح اسکے
پیچھے پیچھے ہولی +

پانچواں باب

راجکمار کا سروپ

یہ کون ہے - اور کوئی نہیں - وہی اُما سُندری ہے - جو اُس رات کو دیوان جی کے
گھر سے غائب ہو گئی تھی - تپسونی کا اُپدیش سُنکر اس کا جام دل شہد حقیقت سے لبریز ہو گیا اس
کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے - وہ سوچنے لگی - کہ کیا میں سچ مچ ہی نیچ خواہشات
سے پریم کرتی ہوں - راجکمار سے واقعی میرا حقیقت میں پریم نہیں ہے - تب تو میرے اوپر بڑا
بھاری احسان ہے - اُما سُندری آشرم میں آکر بالکل بے سُدھ ہو کر بیٹھ رہی - اور دریائے دل
کی غواصی کرنے لگی - اپنے دل میں گھس کر اُس نے تمام خواہشات کو نکال کر اُن کا امتحان کرنے
لگی - اُس نے دیکھا - کہ میری تمام خواہشات نہایت ہی قابل نفرت نیچ اور اسار ہیں - حقیقت میں میں اجکار

پیار نہیں کرتی۔ میں صرف اپنے آپ کو پیار کرتی تھی۔ اپنی خواہشات سے پریم ہے۔ اپنے دل کی اصلی
حالت کا صحیح اندازہ لگا کر وہ کانپ اُٹھی۔ اپنے اُوپر اُسے سخت نفرت ہوئی۔ اُس آنکھوں میں آنسو
بھر آئے۔ وہ سوچنے لگی۔ میں نہایت ہی ذلیل اور قابل نفرت ہستی ہوں۔ میں نے اپنی خواہشات سے
ہی اپنے آپ کو اس قدر تکلیف پہنچائی ہے۔ اور سب کو دکھ پہنچایا ہی ہوں۔ بھگوان سچ مچ ہی بڑا انصاف
پسند ہے۔ اُس نے مجھے بہت ہی مناسب سزا دی ہے۔

اِس طرح سوچتے سوچتے اُما سُندری کی آنکھ لگ گئی۔ سوتے ہی اُس نے ایک خواب دیکھا۔ اُسے
ایسا معلوم ہوا۔ کہ میں راج محل میں ہوں۔ وہاں بھوپیندر ناتھ اور پریتما بھی ہیں۔ پریتما زمین
پر بیٹھی ہوئی بھوپیندر ناتھ کے چرنوں کی پھول اور چندن سے پوجا کر رہی ہے۔ پوجا ختم ہونے کے
بعد وہ آنکھیں بند کر کے دھیان میں محو ہو گئی۔ اتنے میں لوگوں کی ایک زبردست بھیڑ اس جگہ پہنچی
ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ سب راجکمار سے کچھ عرض کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اُن میں بہت سے مفلس دُکھی
عورت۔ مرد۔ لڑکے لڑکیاں بھی ہیں۔ اُما سُندری نے اُن پر سے نظر ہٹا کر راجکمار پر ڈالی۔ مگر دیکھا
کہ وہاں راجکمار نہیں ہیں۔ اُسے بڑا تعجب ہوا۔ اُس کی نگاہیں راجکمار کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکنے
لگیں۔ تھوڑی ہی دیر میں اُس نے دیکھا۔ کہ اُس بھیڑ کے جس شخص پر وہ اپنی نظر ڈالتی ہے وہی
راجکمار کے رُوپ میں بدل جاتا ہے۔ دم کے دم میں اُسے وہاں سینکڑوں بھوپیندر ناتھ دکھائی دینے
لگے۔ جو مفلس تھا۔ وہ بھی بھوپیندر ناتھ۔ اور جو ایک معمولی شخص تھا۔ وہ بھی بھوپیندر ناتھ۔ بچے بھی
بھوپیندر۔ لڑکیاں بھی بھوپیندر۔ عورتیں بھی بھوپیندر۔ اور مرد بھی بھوپیندر! اور بھوپیندر؟
وہ تو ایک بھکشو کے رُوپ میں پریتما کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ کہاں بھکشو اور کہاں بھوپیندر! دونو
کے رُوپ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اُما سُندری دل ہی دل میں کہہ اُٹھی۔ بس میں سمجھ گئی۔ کہ
درحقیقت راجکمار اور اُن لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پرماتما کی نظروں سے جیو ماتر کا ایک
سروپ۔ اب تک میرا راجکمار سے نہیں بلکہ اپنی خواہشات سے پریم تھا۔ راجکمار کے جسم کے اندر
جو ستیہ نتیہ پیار رکھتا ہے۔ اُسے میں اب تک نہ پہچان سکی تھی۔ [illegible] ہوں کہ پریتما [illegible] ہے
اُس کا پریم پاک و صاف ہے۔ اس لئے وہ سکھ اور شانتی کی مستحق ہے۔ وہ ہی راجکمار کے قابل
ہے۔ میں تو اُن کے چرن چھونے کے بھی قابل نہیں ہے۔ بھگوان! آج میرے گیان چکشو کھل گئے
اِسی لئے میں راجکمار کا سچا اور اصلی سروپ دیکھ سکی۔ اس سروپ کو اب کبھی میں نہیں بھولوں گی۔
اور آپ کے اُپدیش کے مطابق جیو ماتر سے پریم کروں گی۔ ہر جیو کو ایک ہی نظر سے دیکھوں گی۔ سب پر

کرونگی۔ ہر ایک جیو کی خدمت کرنا اب یہی میرا فرض ہوگا۔ پربھو! میں یہ بھی سمجھ گئی ہوں۔ کہ میری
آتما کا سروپ بھی وہی ہے جو راجکمار پربھا اور دوسرے لوگوں کی آتما کا ہے۔ اور اُس دن جو
تپسونی ماتا کہتی تھیں۔ وہ بہت ٹھیک ہے۔ [illegible] میں تمہارے چرنوں کی داسی ہوں۔ تمہاری
خدمت کرونگی۔ اور اپنا جیون سپھل کرونگی۔ داتا تو مجھے ایسی طاقت دے کہ میں سب کو ایک نظر سے
دیکھوں۔ اُما سندری انہیں خیالات میں محو تھی۔ کہ اتنے میں اُسے معلوم ہوا۔ کہ کوئی گا رہا ہے اُس نے
سُنا۔ ایسا پُر سرور راگ تھا۔ کہ رگ رگ میں معرفت اور روحانیت کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ اُما سندری
کی خواہش ہوئی۔ کہ جہاں گانا ہوتا ہے۔ وہاں ہی جا پہنچوں۔ یہ سوچ کر وہ جوں ہی اُٹھنے
کی خواہش کرنے لگی۔ توں ہی اُس کی آنکھ کھُل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی اُما سندری نے پھر وہی معرفت
کا ترانہ سُنا۔

اُما سندری کو معلوم ہوا۔ کہ تپسونیاں صبح کی اُپاسنا میں محو ہیں۔ اور ایک سُر سے
بھاگتی گا رہی ہیں۔ وہ فوراً ہی اپنی کش کی سیج چھوڑ کر اُٹھ بیٹھی۔ اور تپسونیوں کے پاس جا کر انہیں
پرنام کر کے بیٹھ گئی۔ تپسونی ماتا نے اُسے آشیرباد دیکر کہا۔ بیٹی! تمہارا کلیان ہو۔ ایشور کی تم پر
کرپا ہے۔

چھٹا باب

ماتر بھاؤ

اُما سندری کی تاریک زندگی یکایک نورِ وحدت سے منور ہو گئی۔ جیسے اُس کے جسم
میں ایک نئی پاک روح کی لہر دوڑ گئی۔ گویا مصیبت کے دام سے وہ بالکل آزاد ہو گئی۔ آہ! اس حالت میں
کس قدر شانتی ہے۔ کتنا آرام ہے۔ اور کس قدر سُکھ ہے۔ وہ سوچنے لگی۔ تپسونی ماتا نے میرا بڑا اُپکار
کیا۔ میرے دل کی آنکھیں کھول کر ان میں معرفت کا پاک انجن لگا دیا اب میں دیکھتی ہوں۔ کہ سُکھ
دُکھ یہ تمام حالتیں جسم کے ساتھ ہیں۔ اور میں اس سے پرے چدانند گھن سروپ ہوں۔ اس شریر
کو میں نے اپنا سمجھ رکھا تھا۔ اور خواہشات کی تکمیل میں سُکھ تلاش کرتی تھی اسی لئے ابھی تک

دُکھ بھوگتی تھی۔ مگر اب مجھے کوئی دُکھ نہیں ہے۔ راجکمار کے بھوگ کا اب مجھے قلق نہیں۔

اُس دن دوپہر کو اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک سرفلک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر اُما سُندری اِس قسم کے خیالات میں ڈوبی تھی۔ اُس کے بعد آنکھیں بند کر کے وُہ مالک کا دھیان کرنے لگی۔ تپسوی ماتا نے اُسے پرماتما کا جیسا سروپ سمجھایا تھا۔ اُس شانت مگر نورانی تصوّر کا درشن کر کے وُہ گدگد ہو گئی۔ بھگتی کے جوش نے آنکھوں سے مسرت کے آنسوؤں کا ایک دریا بہا دیا۔ وُہ آگ جو مُدتوں سے سینہ میں جل رہی تھی، وُہ اِس سیلابِ مسرت سے بجھ گئی۔ اسکے پاک چہرے پر سُرور و انبساط کی ایک سُرخی نمودار ہو گئی۔ دل انوارِ حقیقت سے جگمگا اُٹھا۔ اور اُس نور کے آتے ہی وُہ تمام تاریکی کافور ہو گئی۔ جب اُس نے آنکھیں کھولیں۔ تو دیکھا سامنے تپسوی ماتا کھڑی تھیں اُنکی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اُما سندری متحیر ہو کر اُٹھ بیٹھی اُسی وقت ماتا جی نے اپنے دونوں بازو پھیلائے اور فرطِ مسرت سے اسے اپنے پاک سینہ سے چمٹا کر کہا۔ بیٹی! آؤ۔ میری گود میں آؤ۔ تم اپنا تمام دُکھ درد مجھے دیدو۔ اور ایشور کی بھگتی کر کے انند کی مستحق بنو۔ میں آشیرباد دیتی ہوں کہ تمہارے بیچ سب کا کلیان ہو۔

اُما سندری تپسوی ماتا کے سینہ میں منہ چھپا کر بہت دیر تک روتی رہی۔ جب اس کا دل ٹھکانے لگا۔ تب ماتا جی نے کہا بیٹی سوامی جی آئے ہیں۔ اور وُہ تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں تمہیں تلاش کرنے آئی تھی۔ چلو آشرم میں چلیں۔

سوامی جی کی آمد کی خبر سُنکر اُما سندری بہت خوش ہوئی۔

ماتا جی نے کہا۔ بیٹی! سوامی جی ہم سب کو یہاں سے ہردوار جانے کی اجازت دیتے ہیں ہم برسات قریب آ گئی ہے۔ برسات میں راستہ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر اس مرتبہ میں اُن کے حکم سے بنگال میں جاؤں گی۔

اُما سندری نے پوچھا۔ ماتا جی! تو کیا آپ اکیلی ہی وہاں جاویں گی؟ اور وہاں آپ کتنے دن رہیں گی؟

ماتا جی نے کہا، میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔ [illegible] بھی۔ ہم [illegible] بھی جائیں گی۔ وہاں ہمیں کب تک رہنا ہوگا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ [illegible] ہو گیا۔ ماتا جی۔ اُما سندری [illegible] کر کے بولیں۔ بیٹی! تمہیں اسکی کیا فکر ہے۔ ماتا شانتی مئی تمہارے پاس رہینگی۔ اور میں بھی بیچ بیچ میں آ کر تمہیں دیکھ جایا کروں گی۔ اب تم

گئیں۔ آج تم سچ مچ جگت کی ماتا بن گئی ہو۔ پرماتما کی جے! سوامی جی مہاراج کی جے!! ماتاجی کماری کی جے!!! یہ کہتے کہتے تپسّوی ماتا نے اُما کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

کچھ عرصہ بعد ایک دن سوامی جی براجمان تھے۔ اُن کے چاروں طرف ماتر منڈل کی سنیاسنیاں بیٹھی ہوئی تھیں اُسی وقت ماتا تپسّوی اس نئی سنیاسنی (اُما سندری) کو لیکر وہاں پہنچیں اس نئی سنیاسنی کو دیکھ کر سب کے دلوں میں بھگتی، احترام اور تقدیس کی ایک لہر سی دوڑ گئی تپسّوی ماتا سب کی طرف سُرور آمیز نگاہوں سے دیکھ کر بولیں پرماتما کی جے! سوامی جی مہاراج کی جے!! ماتاجی! کماری (اُما سندری) کی جے!!!

کماری ماتاجی بھگتی سے سرشار ہو کر سوامی جی کے پیروں پر گر پڑی۔ سوامی جی نے اُسے آشیرباد دیا۔ اور ایک پُر اثر تقریر کی۔ جس کا ماحصل یہ تھا۔ کہ آپ سب اگر ماتا ہو کر دین دُکھی عورتوں کی رکھشا نہ کریں گی۔ تو اور کون کرے گا؟ آپ کی تعداد گو اس وقت سولہ ہے۔ مگر وقت آرہا ہے۔ جب آپ سولہ لاکھ ہو جائیں گی۔ جس دن ماتر منڈل کی یہ سولہ لاکھ ماتائیں اپنی سو سو لڑکیوں کا ادھار قبول کر لیں گی۔ اُس دن اس منڈل کا اصلی مقصد پورا ہو گا تب راج محلوں میں۔ گرہستیوں کے گھروں میں اور مفلسوں کی جھونپڑیوں میں، یہ ماتائیں پہنچیں گی اور مستحق لڑکیوں کو دھرم کی راہ دکھائیں گی۔ آپ گرو بن کر ان کی پیاس بجھائیں گی۔ یہ ضروری نہیں کہ اس ماتر منڈل میں داخل ہونے والی ماتائیں اپنا گھر بار چھوڑیں۔ نہیں گرہست آشرم میں رہ کر بھی وہ ماتا کا کام کر سکیں گی۔ ان سولہ لاکھ ماتاؤں کو ان سولہ کروڑ کنیاؤں کا بار لینا پڑے گا۔ آپ اپنی کنیاؤں کو گیان دان دیں۔ اور ہر گھر کو گیان۔ دھرم اور پاکی سے بھرپور کریں:۔

میں آشیرباد دیتا ہوں۔ کہ آپ کی کنیائیں لکشمی کی طرح ہو کر دُنیا کو سورگ دھام بنا دیں اور وہ آدرش ماتا اور آدرش بہن ہو کر اس آریہ جاتی کو نیک راہ پر چلائیں۔

خاتمہ تقریر پر جے جے کار کے نعرے بلند ہوئے اور دوسرے دن صبح شریمد آتمانند سوامی۔ سُشیل کمار۔ سہ تپسیا اور ماتاؤں کو لے کر ہردوار روانہ ہو گئے۔